عمران سیریز
جلد نمبر
28
بابا سگ پرست
97 - خوشبو کا حملہ
98 - بابا سگ پرست
99 - مہکتے محافظ
ابن صفی

پیشرس

خوشبو کا حملہ ملاحظہ فرمایئے۔ میں نے چاہا تھا کہ پچھلی کہانی کی طرح یہ بھی ایک ہی جلد میں سما جائے۔ لیکن ممکن نہ ہوا۔ میرا خیال ہے کہ یہ کہانی خاصا پھیلاؤ اختیار کرے گی.... بہرحال آپ اس کہانی کو پسند کریں گے کیونکہ عرصہ سے عمران کے "اعادہ جوانی" کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اس میں وہ آپ کو صد فی صد عمران ہی نظر آئے گا۔

چونی کے اضافے کی استدعا بابِ قبول کو پہنچی۔ شکریہ....! میں صرف "منظوری" چاہتا تھا۔ فوری طور پر اضافے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ جب دیکھوں گا کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہا۔ تو آپ کی اجازت سے بڑھاؤں گا۔

ایک صاحب نے بھنا کر پوچھا ہے کہ آخر میں گرانی کے سلسلے میں بکرے کا گوشت کیوں لے بیٹھتا ہوں۔ سبھی کچھ تو گراں ہوتا جا رہا ہے۔ قیمتوں میں ٹھہراؤ ہی نہیں۔

بھیا کیا بتاؤں مجھے گوشت کے علاوہ اور کسی چیز سے دلچسپی نہیں۔ سوٹ نہ ملے تو لنگوٹی ہی سے کام چل جائے گا۔ لیکن گوشت کا کوئی بدل ہو تو ضرور اطلاع دیجئے گا۔ سگریٹ گراں ہوئے تو ایک ماہر اقتصادیات کے مشورے پر سگریٹ ترک کر دی۔ چائے کی پیالی میں دودھ کے تین قطرے (ڈراپر سے) ٹپکا لیتا ہوں۔ ایک قمیض ہفتوں چلاتا ہوں کہ اسی میں کچھ قومی بچت ہو جائے۔ (کپڑے دھونے والے میری قوم سے تعلق نہیں رکھتے) بہرحال کہنے کا مطلب یہ کہ کسی چیز کو ترک کر دینے کا اثر بھی قیمتوں پر نہیں پڑتا۔ مثال کے طور پر ان ماہر اقتصادیات نے فرمایا تھا کہ چیزیں اس لئے گراں ہوتی ہیں کہ ہم زیادہ قیمت دینے پر تیار ہو جاتے ہیں یا اشیاء کے محتاط استعمال سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ میں نے تو سگریٹ چھوڑ ہی دیا تھا کئی سال پہلے کی بات ہے۔ اُس وقت اس کی ڈبیا تین روپے ساٹھ پیسے کی آتی تھی۔ اب خدا کے فضل و کرم سے شائد پانچ یا ساڑھے پانچ کی ہے لہٰذا میں ہی پھسڈی رہا قیمت تو چھلانگ لگا کر کہیں کی کہیں پہنچی اور وہ ماہر اقتصادیات شائد گوشت کھاتے ہی نہیں بالکل سینک سلائی ہیں۔ یہاں بٹیر سے لے کر بھینس تک کو مجھ سے مفر نہیں۔ لہٰذا اپنی "گوشت پسندی" پر حرف گیری ہرگز پسند نہ کروں گا.... گوشت سستا تو خوشحالی۔ گوشت مہنگا تو "قومی بچت" خطرے میں۔ بلکہ قصاب کے اُدھار چل جانے تک کا خطرہ موجود....! ایک بار ایک قصاب نے پوچھا تھا کہ میں خود ہی گوشت کی دوکان کیوں نہیں کر لیتا.... میں نے کہا میاں ازراہِ خداترسی دو ڈھائی روپے سیر بیچ کر رکھ دوں گا اور دوسرے دن شہر کے سارے گوشت خور مجھے ڈھونڈتے پھریں گے۔ لہٰذا ایسا "ہولناک" مشورہ مت دو۔!

اچھا اب اگلی کتاب تک کے لئے اجازت دیجئے!

خدا حافظ اور شب بخیر۔ گوشت خوری پائندہ باد

ابنِ صفی

۹/ دسمبر ۱۹۷۶ء

ہرنوں جیسی آنکھوں والی غزالہ اُس آدمی کو کئی دنوں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کے بنگلے کے قریب والی پلیا پر بیٹھا اس آوارہ کتیا کو پر تشویش نظروں سے دیکھتا رہتا تھا جو آج ہی کل میں بچے دینے والی تھی۔

عجیب آدمی تھا کبھی کبھی کتیا سے اس طرح باتیں کرنے لگتا تھا جیسے اس سے جوابات مل رہے ہوں۔ اور وہ اسے اپنے فیصلے سنا رہا ہو۔ انداز اس شوہر کا سا ہوتا جو اپنی بیوی کی کج بحثیوں سے تنگ آگیا ہو۔ بسا اوقات باتیں کرتے کرتے پیشانی پر ہاتھ مارتا بھی دیکھا جاتا۔ خاصا خوش شکل اور جوان العمر آدمی تھا۔ صورت سے پاگل نہیں لگتا تھا۔ البتہ اول درجے کا بیوقوف ضرور معلوم ہوتا تھا۔ آنکھوں میں بلا کی معصومیت تھی۔ ان میں وحشت زدگی کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔

غزالہ اپنے بیڈ روم کی کھڑکی سے اسے دیکھتی رہتی۔ سڑک کی دوسری جانب زیر تعمیر عمارات کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا.... لہٰذا چوکیداروں اور مزدوروں کے لئے ایک چھوٹا سا بازار قائم ہو گیا تھا۔ جس کی دوکانیں لکڑی کے کیبنوں یا کھجور کی چٹائی کی جھونپڑیوں پر مشتمل تھیں۔ ان میں چائے خانے.... باربر شاپ اور پروویژن اسٹور بھی کچھ تھے!

لیکن نہ وہ کوئی دوکان دار تھا اور نہ زیر تعمیر بستی میں کام کرنے والا کوئی مزدور.... پھر کون تھا؟ فضول باتوں میں سر کھپانے کے لئے اس کے پاس وقت ہی وقت تھا۔ ورنہ غزالہ کی جگہ اور کوئی لڑکی ہوتی تو اسے کوئی اہمیت نہ دیتی۔ کیونکہ اس شہر غدار میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں تھی۔ جو راہ چلتے خواہ مخواہ بڑبڑاتے ہاتھ مٹکاتے اور آنکھیں چمکاتے دیکھے جاتے تھے.... وہ ایک دولت مند باپ کی بیٹی تھی۔ بی اے کرنے کے بعد قانون کی ڈگری بھی لی تھی۔ وکالت شروع کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ اور اپنے پیری میسن بن جانے کے امکانات سے متعلق ہوائی قلعے بنایا کرتی

تھی.... ہوائی قلعے عموماً بیڈ روم ہی میں تعمیر کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا وہ تھی اور بستر تھا۔ زیادہ تر وقت بیڈ روم میں گزارنے کی بناء پر یہ نئی دل چسپی ہاتھ آئی تھی۔

اور آج تو پڑوس کی ایک دس گیارہ سال کی ایسی لڑکی بھی مل گئی تھی جو کبھی کبھی پلیا کے پاس کھڑی دکھائی دیتی۔ اور اس آدمی کو بھی حیرت اور خوف کے ملے جلے احساسات کے ساتھ دیکھا کرتی تھی۔

"تارا کیا وہ دوسروں کو پتھر بھی مارتا ہے؟" غزالہ نے اس سے پوچھا!

"میں نے تو کبھی نہیں دیکھا آنٹی.... کتیا کے علاوہ اور کسی سے بات نہیں کرتا!" لڑکی نے جواب دیا۔

"کیا باتیں کرتا ہے....!"

"کچھ نہ پوچھیے۔ بڑی ہنسی آتی ہے۔!" وہ ہنس پڑی۔

"آخر کہتا کیا ہے....!"

"کہتا ہے بیگم! کتنا کہتا ہوں کہ آج کل دوڑ کر نہ چلا کرو.... مگر تم مانتی ہی نہیں۔!"

"کیا....؟" غزالہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"ہاں آنٹی یقین کیجیے۔! وہ اس کتیا سے ایسی ہی باتیں کرتا ہے جیسی لوگ اپنی بیویوں سے کرتے ہیں اور کہتا ہے اس بار کم از کم پانچ بچے ضرور ہوں گے.... اگر نر بچے ہوئے تو یہ نام رکھوں گا.... اور اگر مادائیں ہوئیں تو فلاں فلاں نام۔!"

"او ہو نام بھی۔!" غزالہ ہنستی ہوئی بولی "بھلا کوئی نام بتاؤ تو۔!"

"نام تو یاد نہیں لیکن اتنا بتا سکتی ہوں کہ نام انگریزوں کے سے ہوتے ہیں۔!"

"آخر یہ ہے کون.... کیا پڑھا لکھا بھی معلوم ہوتا ہے۔!"

"ہاں آنٹی.... کبھی کبھی انگلش میں بھی بات کرتا ہے۔!"

"بڑی عجیب بات ہے۔ صورت سے تو پاگل نہیں معلوم ہوتا۔!"

"وہ سامنے جو پکوڑے والا ہے نا اس سے مچھلی کے قتلے خرید خرید کر کتیا کو کھلاتا رہتا ہے۔!"

"رہتا کہاں ہے؟"

"یہ میں نہیں جانتی.... لیکن سارا دن پلیا پر ہی بیٹھا رہتا ہے۔!"

"وہ تو میں بھی دیکھتی ہوں۔!"

"اور.... آنٹی.... میں نے کچھ لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ وہ سی.... آئی.... ڈی والا ہے۔!"

"ارے نہیں.....!" غزالہ ہنس کر بولی۔!"ادھر کیا رکھا ہے کہ سی آئی ڈی والے آئیں گے۔ شریفوں کی بستی ہے۔!"

پھر اسی دن اس نے اپنے خانساماں کو کہتے سنا۔"کوئی پہنچے ہوئے بزرگ لگتے ہیں۔"

"ابے.... جا بس رہنے دے۔!" دوسرا ملازم بولا۔!"کھوپڑی سے اُترا ہوا لگتا ہے۔! سالا کتیا سے فلمی ڈائیلاگ بولتا رہتا ہے۔!"

"تو کیا جانے ان معاملات کو اگر یہ لوگ ایسے نہ ہوں تو دنیا والے انہیں دن رات گھیرے رہیں۔!"

"ارے سن۔!" تیسرے نے کہا۔!"مجھے تو خفیہ پولیس والا لگتا ہے۔!" پھر وہ تینوں خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگے تھے۔!

دوسرے دن صبح ہی صبح تارا نے آکر بتایا کہ کتیا نے بچے دیئے ہیں پورے چھ عدد ہیں۔!

"لیکن آنٹی! وہ ابھی تک نہیں آیا۔!" تارا نے مایوسی سے کہا۔

ادھر سامنے والی بستی کے بازار میں پکوڑے والا باربر سے پوچھ رہا تھا۔"ببن بھائی یہ مرغی کا سوپ کیسے بنتا ہے۔!" وہ سالے پلپلی صاحب آرڈر دے گئے ہیں۔!"

"مرغی کا سوپ۔!" ببن حجام نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔"مرغی کی بوٹیاں کر کے پتیلی میں ڈالو۔ اور گلے تک پانی بھر دو..... نمک بھی ڈالو..... اور چڑھا دو چولہے پر جب آدھا پانی رہ جائے تو اتار لو..... سوپ تیار ہو گیا۔!"

"پچیس روپے دے گیا ہے۔!"

"یار یہ آخر ہے کیا چیز۔!"

"اللہ ہی جانے.... روزانہ آٹھ دس روپے کی مچھلی کھلا دیتا ہے سالی کو۔!"

"آتا کہاں سے ہے۔!"

"پتا نہیں.... کہتا ہے.... آسمان کے نیچے زمین پر رہتا ہوں۔ ساری دنیا میری ہے۔!"

"مرغی کا سوپ پلائے گا کتیا کو.....!"

"کہہ رہا تھا کہ اس کتیا کا باپ بہت بڑے افسر کا کتا تھا۔!"

ببن حجام نے زور دار قہقہہ لگایا اور پکوڑے والے نے کہا۔"کتیا کے بھی نخرے ہو گئے ہیں۔!"

"لیکن وہ پاگل تو نہیں معلوم ہوتا۔!" ببن حجام بولا۔

"بالکل بھی نہیں بھیا..... وہ تو بڑی گہری باتیں کرتا ہے..... کل کہنے لگا کہ یہ جو اپنے حضرت ٹیپو سلطان شہید تھے نا..... ان سے انگریز اتنا جلتے تھے کہ اپنے کتوں کے نام ٹیپو رکھنے لگے

تھے۔ اور آج بھی رکھتے ہیں۔ میں اپنی کتیا کے بچوں کے نام ایڈورڈ.... جارج.... وکٹوریہ.... الزبتھ رکھوں گا۔!"

"واہ بھائی واہ.... تب تو پاگل نہیں ہے۔ مگر آخر ہے کون؟"

"کہتا ہے بس میں ایک دکھی آدمی ہوں.....!"

"ارے تب تو ان سبھوں کی اماں جان مرغی کا سوپ نہیں پئیں گی تو کیا مسور کی دال کھائیں گی۔!" دونوں نے قہقہے لگائے تھے۔

ادھر شام کو غزالہ نے دیکھا کہ وہ اسی پلیا پر بیٹھا کچھ بڑبڑا رہا ہے۔ ہاتھ ہلا ہلا کر کتیا کو پتا نہیں کیا سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا.... اس نے سوچا کیوں نہ قریب سے اس کی باتیں سنی جائیں۔ کتیا نے بچے بھی دے دیئے تھے۔ انہیں دیکھنے کے بہانے وہ پلیا کے قریب رک سکتی تھی۔

بس پھر وہ اپنے بیڈ روم سے نچلی منزل پر آئی تھی۔ اور پلیا کی طرف چل پڑی تھی۔ اجنبی کی پشت اس کی طرف تھی۔ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر عقب میں جا رکی۔ کسی قدر ترچھی ہو کر بظاہر کتیا کے بچوں کو دیکھ رہی تھی۔ لیکن کان اجنبی کی طرف لگے ہوئے تھے جو کتیا سے کہہ رہا تھا۔"دیکھو تو ڈارلنگ آخر اس میں حرج ہی کیا ہے تین کی پرورش تم کرو۔ اور تین کو میں سنبھال لوں.... تمہارا یہ اعتراض درست نہیں کہ میں بھونک نہیں سکتا۔ دراصل سمجھ کا پھیر ہے۔ ہم بھی بھونکتے ہیں اور بہت اعلیٰ پیمانے پر بھونکتے ہیں۔ فلسفہ بھونکتے ہیں۔ منطق بھونکتے ہیں سیاست بھونکتے ہیں اور تمہاری طرح ایک دوسرے کو کاٹتے اور بھنبھوڑتے بھی ہیں اف فوہ.... آخر تم سمجھتی کیوں نہیں.... میرے زیر تربیت ان میں سے کوئی ماسٹرس ڈگری لے گا.... کسی کے حصے میں ڈاکٹریٹ آئے گی اور کوئی کسی شمس العلما کا مدمقابل ہو گا اور لوگ کہیں گے واہ وا.... کیوں نہ ہو آخر کس کتیا کے بچے ہیں۔!"

نہ جانے کیوں یک بیک غزالہ کو طیش آگیا۔ تیز لہجے میں بولی۔!"یہ کیا بکواس کر رہے ہو۔!"

اجنبی چونک پڑا تھا۔ لیکن اس کی طرف مڑ کر دیکھے بغیر کتیا سے بولا۔"تم نے سنا ڈارلنگ تم سے کہیں زیادہ اچھا بھونک لیتی ہیں۔ اس معاملے میں ہم تم سے ایک ڈگری آگے ہیں۔ یعنی خواہ مخواہ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑا کر بھونکنا شروع کر دیتے ہیں۔!"

"پتھر اٹھا کر ماروں گی سر کے دس ٹکڑے ہو جائیں گے۔!" غزالہ غرائی۔

"اور سنو.....!" وہ کتیا سے بولا۔!"تم صرف کاٹتی ہو بھنبھوڑتی ہو۔ اور ہم پتھر سے لے کر ایٹم بم تک کی دھمکی بھی دے سکتے ہیں۔!"

"بلاؤں نوکروں کو۔!"

"جی نہیں۔!" وہ اس بار غزالہ کی طرف مڑ کر بولا۔ "انہیں تکلیف نہ دیجئے بلکہ مجھے وہیں لے چلئے جہاں وہ تشریف فرما ہوں۔!"

غزالہ گڑبڑا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ پھر جلدی سے بولی۔ "تم پاگل تو نہیں معلوم ہوتے۔!"

"کیا مجھے پاگل معلوم ہونا چاہئے۔!"

"میں کیا جانوں۔!"

"آپ کی شانِ نزول سمجھ میں نہیں آئی۔!"

"بڑے بڑے الفاظ بول کر مجھے مرعوب کرنے کی کوشش نہ کرو۔!"

"آخر آپ نے کس کوشش کے سلسلے میں زحمت فرمائی ہے؟"

غزالہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کہے۔ پھر سنبھل کر بولی۔ "میں کتیا کے بچے دیکھنے آئی تھی۔!"

"آپ بد اخلاق بھی معلوم ہوتی ہیں۔ مسز ڈھمپ کو کتیا کہہ رہی ہیں۔!"

"مسز ڈھمپ....!" اس نے زہریلی سی ہنسی کے ساتھ دہرایا۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔! میں مسٹر نوبل ڈھمپ ہوں۔!"

"مسٹر بھی....!" وہ پھر ہنس پڑی۔

اتنے میں پکوڑے والے کی آواز سنائی دی۔ "پلپلی صاحب! یہ مرغی کا سوپ تیار ہو گیا۔!" وہ ایک بڑا سا مٹی کا پیالہ اٹھائے سڑک پار کر رہا تھا۔

"بہت خوب.... پلپلی صاحب۔!" غزالہ مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں بولی۔

"عرفیت ہے....!" ڈھمپ نے سنجیدگی سے کہا۔

پکوڑے والا قریب پہنچ گیا تھا اور حیرت سے غزالہ کو دیکھے جا رہا تھا۔ ڈھمپ نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "کھڑے کیوں ہو.... پیالہ میم صاحب کے آگے رکھ دو۔!"

"جی....!" اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ شائد وہ سمجھا تھا کہ میم صاحب سے مراد غزالہ ہے۔ غزالہ اس کے اس انداز پر بُری طرح جھینپی تھی۔ لیکن ڈھمپ نے جلدی سے کتیا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "میم صاحب کو نہیں پہچانتے۔!"

وہ عجیب سی ہنسی کے ساتھ پیالہ لئے ہوئے خشک نالے میں اترا اور اسے پلیا کے نیچے رکھ کر وہاں رکے بغیر سڑک پار کر گیا۔

کتیا نے چپڑ چپڑ سوپ پینا شروع کر دیا تھا۔

"تو پلپلی صاحب۔! آپ سچ مچ اسے مرغی کا سوپ پلوا رہے ہیں۔!" غزالہ نے حیرت سے کہا۔

"کیا کروں.... ہر آدمی اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ کرتا ہی ہے.... اب آپ بتائیے اور جو کچھ کھلایا پلایا جاتا ہو ڈیلیوری کے بعد....!"

"بکومت....!" کہہ کر وہ تیزی سے مڑی تھی۔ اور اپنے بنگلے کی طرف چل پڑی تھی۔

"ارے ہاں۔!" ڈھمپ ہاتھ اٹھا کر زور سے بولا۔ "آپ سونٹھ کے لڈو ہی بنوا دیجئے۔ لاگت کے پیسے میں دے دوں گا.... ارے باپ رے.... شربت بزوری کی بوتل تو رہ ہی گئی۔!"

"ارگٹ مکسچر پلوا دو بیٹا۔!" بائیں جانب سے بھاری بھرکم اور گونجیلی آواز آئی۔ شائد اسی آواز نے غزالہ کے بڑھتے ہوئے قدم بھی روک دیئے تھے.... وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں مڑی۔ ڈھمپ کے قریب علاقے کا "دادا" حمزو کھڑا نظر آیا تھا۔ اب کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔ اس نے حمزو کو کہتے سنا۔ "ابے یہ مس صاحب سے کیوں جھک جھک کر رہا تھا۔!"

نفرت کی شدید لہر غزالہ کی رگ و پے میں دوڑ گئی.... چڑھی ہوئی گھنیری مونچھوں والا وہ دیوزاد اسے زہر ہی لگتا تھا۔ اسکی زبان سے اپنا ذکر سن کر اس کے پیر کانپنے لگے۔ خوفزدگی اور نفرت کے ملے جلے تاثر نے طبیعت میں اضطراب پیدا کر دیا اور وہ کمپاؤنڈ کے پھاٹک کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔

ادھر حمزو ڈھمپ کے سر ہو رہا تھا.... "کون ہے تو.... یہاں تیرا کیا کام۔!"

"میں اور میری وائف اس پلیا کے نیچے رہتے ہیں....!" ڈھمپ نے عاجزی سے کہا۔

"نہیں بیٹا سنا ہے بہت مال ٹال ہے تیرے پاس.... سسری کو مرغی کا سوپ پلواتا ہے!"

"پلیز.... جنٹل مین.... آپ میری اہلیہ کی توہین کر رہے ہیں۔!"

"بیٹا سچی بات۔!" حمزو ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ورنہ مار مار کر بھس بھر دوں گا....!"

"تم مجھ سے سچی بات پوچھنے والے کون ہو۔ چلتے پھرتے نظر آؤ۔!" ڈھمپ نے سر جھٹک کر کہا۔

"اچھا بے....!" حمزو نے آنکھیں نکالیں۔

"استاد.... استاد....!" سڑک کی دوسری جانب سے احتجاجی انداز کی آوازیں آئیں اور حمزو مڑ کر دیکھنے لگا۔ پکوڑے والا اور بنن حجام ان کی طرف دوڑتے آرہے تھے۔

"ارے جانے دو استاد پلپلی صاحب ہیں۔!" پکوڑے والا قریب پہنچ کر ہانپتا ہوا بولا۔

"تو جانتا ہے اسے!" حمزو نے آنکھیں نکالیں۔

"ہاں استاد اپنے پلپلی صاحب ہیں۔!"

"کہاں رہتا ہے۔!"

"پکوڑے والا اس سوال پر بغلیں جھانکنے لگا۔حمزو نے سوالیہ نظروں سے بن حجام کی طرف دیکھا اور وہ صرف سر جھٹک کر رہ گیا۔

"تیری دس بارہ روپے کی بکری ہو جاتی ہے۔ اس سے.... اس لئے طرف داری کر رہا ہے۔!" حمزو نے پکوڑے والے کو گھونسہ دکھا کر کہا۔

"مت بولو بھائی... تم مت بولو!" ڈھمپ نے ڈھیلے ڈھالے لہجے میں پکوڑے والے سے کہا۔

"چلا جا بے سالے یہاں سے....!" حمزو ڈھمپ کی طرف مڑ کر دہاڑا۔

"چلے گئے؟" ڈھمپ نے طنزیہ انداز میں سر کو جنبش دی....اور ان دونوں سے بولا۔ "اب تم جاؤ... استاد میری پٹائی کریں گے....!"

"ابے کیوں شامت آئی ہے چلا جا یہاں سے....!" حمزو پھر دہاڑا۔

سڑک پار والی بستی کے کچھ اور لوگ بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ جن میں سے تین عدد پٹھے بھی تھے استاد کے.... استاد ہی کی طرح ان کے تیور بھی اچھے نہیں تھے۔

ڈھمپ ان کی پرواہ کئے بغیر پھر کتیا کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور اسے چمکار کر بولا۔ "تم کسی قسم کی فکر نہ کرنا ڈارلنگ.... یہ لوگ تمہیں مرغی کا سوپ پیتے نہیں دیکھ سکتے....!"

حمزو بالکل ہی آپے سے باہر ہو گیا۔ خود بڑھا تھا ڈھمپ کی طرف لیکن اس کا ایک پٹھہ آگے آ کر بولا۔ "میں ٹھیک کئے دیتا ہوں استاد....!"

غزالہ اب اپنے بیڈ روم کی کھڑکی کے قریب کھڑی ہانپ رہی تھی۔ اس نے ایک بدمعاش کو ڈھمپ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ اس کی دانست میں تو ڈھمپ اس سے بے خبر ہی تھا۔ کیونکہ اس کی پشت سڑک کی طرف تھی۔ لیکن جیسے ہی اس نے اس کی گردن پر ہاتھ ڈالا تھا خود ہی اس کے اوپر سے گذرتا ہوا نالے میں جا پڑا تھا۔ بس پھر کیا تھا۔ حمزو کے بقیہ دونوں گرگے بھی اس پر جھپٹ پڑے۔ غزالہ اضطراری طور پر دوڑتی ہوئی اس کمرے میں پہنچی تھی جہاں فون رکھا ہوا تھا۔ ٹیلی فون ڈائرکٹری اٹھا کر جلدی جلدی حلقے کے تھانے کے نمبر تلاش کرنے لگی۔ ادھر حمزو کے دونوں پٹھے ڈھمپ پر ٹوٹ پڑے لیکن وہ بڑی صفائی سے ان کے درمیان سے نکل کر پھر ان کی طرف پلٹا۔ اور ایک کی کنپٹی پر بھرپور ہاتھ رسید کر دیا۔ اور دوسرے کو کمر پر لاد کر پھینکا تو وہ بھی نالے میں جا پڑا جس کی کنپٹی پر ہاتھ پڑا تھا۔ وہ تو پھر اٹھ ہی نہیں سکا تھا۔

حمزو نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں.... اور ڈھمپ جھک کر اسے آداب بجالاتا ہوا بولا۔!

"اب تمہارا جی چاہے تو تم بھی آجاؤ۔!"

"مار ڈالوں گا سالے۔!" حمزو دہاڑتا ہوا اس کی طرف بڑھا.... بھاری بھرکم تو تھا ہی.... تماشائی سمجھے کہ اب بے چارے پلپلی صاحب کی چٹنی بن جائے گی۔ ادھر وہ جو نالے میں جا گرے تھے ایک دوسرے پر گرتے پڑتے اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ حمزو نے ڈھمپ کے گریبان پر ہاتھ ڈالنا چاہا تھا لیکن کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ وہ جھکائی دے کر بائیں جانب ہٹ گیا تھا۔

غزالہ نے پولیس اسٹیشن کو فون کر کے پھر خواب گاہ کی طرف دوڑ لگائی.... اور اب اس نے جو کچھ دیکھا اس پر یقین نہیں آرہا تھا۔ عجیب تماشہ تھا سڑک پر لوگ دائرے بنائے کھڑے تھے اور ڈھمپ ان تینوں غنڈوں کو جھکائیاں دے رہا تھا۔ وہ اسے پکڑنے کے لئے اسی دائرے میں ناچتے پھر رہے تھے۔! اور عالم یہ تھا کہ کبھی اس کی لات حمزو کی کمر پر پڑتی اور کبھی اس کے کسی پٹھے کے سر پر ہاتھ پڑ جاتا تھا۔ لوگ ہنس رہے تھے۔ بچے تالیاں بجا رہے تھے.... اچانک حمزو نے چاقو نکال لیا۔ لیکن ابھی اُسے کھول بھی نہیں پایا تھا کہ ڈھمپ نے کسی ماہر فری اسٹائل ریسلر کے سے انداز میں اچھل کر دونوں لاتیں اس کے سینے پر رسید کر دیں.... وہ کسی تناور درخت کی طرح ڈھیر ہو گیا تھا اور اس کے گرنے کی آواز دور دور تک سنی گئی تھی۔ غزالہ نے سختی سے دانت بھینچ لئے۔ اور اس کے بعد تو حمزو کے پٹھوں کی شامت ہی آگئی تھی۔ جتنی دیر میں حمزو دوبارہ اٹھتا وہ دونوں بھی لمبے لمبے لیٹ گئے۔ اس کے بعد ڈھمپ نے بالکل ٹارزن کے سے انداز کا نعرہ لگایا اور زیر تعمیر بستی کی طرف دوڑتا چلا گیا۔

پولیس تو اس وقت پہنچی تھی جب میدان صاف ہو گیا تھا.... غزالہ کے خانساماں نے پولیس انسپکٹر کو پوری روداد سنائی تھی۔ غنڈوں کا کہیں پتا نہیں تھا پولیس کو وہ اپنے ٹھکانوں پر بھی نہیں مل سکے تھے۔ انسپکٹر کو نوبل ڈھمپ "یا پلپلی صاحب" کے سلسلے میں خاصی تشویش ہو گئی تھی۔ کیونکہ اس نے اپنی دانست میں شہر کا ایک اور ڈھکا چھپا بدمعاش دریافت کر لیا تھا۔ لیکن زیر تعمیر بستی کا کوئی فرد بھی اسے پلپلی صاحب کا پتہ نہ بتا سکا۔

رات کے کھانے کی میز پر اسی واقعے کا تذکرہ چھڑ گیا۔ خانساماں کسی ماہر داستان گو کے سے انداز میں "پلپلی صاحب" کی کہانی سنانے لگا تھا۔

"ارے.... بی بی.... شائد آپ نے وہ منظر تو دیکھا ہی نہیں جب استاد اس کی لات کھا کر چاروں خانے چت گرا تھا۔ ایسی آواز ہوئی تھی کہ میں تو سمجھا نامراد کی کھوپڑی ہی چٹخ گئی.... اور اس کے تینوں پٹھے تو سچ مچ خون میں نہا گئے تھے۔ آدھے گھنٹے تک ہوش نہیں آیا تھا انہیں....

اور پھر پلپلی صاحب کو پتا نہیں آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی۔!"

"اگر پھر کبھی دکھائی دے تو اسے میرے پاس ضرور لانا۔!" غزالہ کے باپ نے کہا۔!

"اچھا صاحب....! لیکن جناب عالی.... وہ صورت سے ایک بہت بھولا بھالا اور سیدھا سادھا آدمی لگتا ہے۔!"

"میں دیکھوں گا کہ وہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔!"

"اور فلسفیوں جیسی باتیں کرتا ہے۔!" غزالہ بولی۔

"تم کیا جانو۔!"

"میں کتیا کے بچے دیکھنے گئی تھی۔ مجھ سے الجھ پڑا۔!"

"تم کیوں گئی تھیں؟"

"بس یونہی بچے دیکھنے۔!"

"تمہیں محتاط رہنا چاہئے....!"

"واہ ڈیڈی.... اب میں وکالت شروع کردوں گی.... آپ کیا سمجھتے ہیں کہ میرا سابقہ مسجد کے ملاؤں سے پڑے گا۔ دکیلوں اور بدمعاشوں کا تو چولی دامن کا ساتھ ہے۔!"

"فضول مباحث میں پڑنے سے کیا فائدہ۔!"

"آپ کیوں ملنا چاہتے ہیں اس سے۔!"

"میں اسے قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ جس نے اس بدمعاش کے چھکے چھڑا دیئے۔ اگر برسرکار نہ ہوا تو اسے ملازمت کا آفر دوں گا۔!"

"اوہ.... آپ! بھلا آپ کسی بدمعاش کو کیوں ملازمت دینا چاہتے ہیں۔!"

"اس لئے کہ میرا سابقہ بھی بدمعاشوں سے پڑتا رہتا ہے۔!"

"میرے لئے بالکل نئی اطلاع ہے۔!"

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو.... مجھے عرصہ سے ایک ایسے آدمی کی تلاش ہے جو نادہندہ قرض داروں سے وصول یابی کرسکے۔ یہ کسی شریف آدمی کے بس کا روگ تو نہیں۔!"

غزالہ سر کو خفیف سی جنبش دے کر رہ گئی۔ اس کا باپ ایک بہت بڑا تاجر تھا کھانے سے فارغ ہو کر وہ اپنے بیڈروم میں میں پہنچی اور غیر ارادی طور پر کھڑکی کے قریب آ کھڑی ہوئی۔ پلیا پر سناٹا اور تاریکی مسلط تھی۔ اور کتیا کے بچے مسلسل چیاؤں چیاؤں کیئے جارہے تھے۔! وہ کھڑکی کے پاس سے ہٹ آئی اور بستر پر بیٹھ کر ڈھمپ کے بارے میں سوچنے لگی۔ تصور بھی نہیں کرسکتی

تھی کہ وہ احمق اس قسم کا آدمی ثابت ہوگا۔ سوچتے سوچتے لیٹی اور اونگھنے لگی۔ پھر وہ اچانک چونک پڑی تھی۔ غنودگی ہی کے عالم میں اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے قریب ہی کہیں فائر ہوا ہو.... پھر اس نے کتیا کی کربناک سی چیخیں سنی تھیں۔ دوڑ کر کھڑکی کے قریب آئی۔ کتیا کی آوازیں مضمحل سی ہوتی جارہی تھیں۔ سڑک پر کئی آدمی کھڑے دکھائی دیئے۔ تاروں کی چھاؤں میں ان کے دھندلے ہیولے صاف دیکھے جاسکتے تھے۔ نالے میں کوئی ٹارچ کی روشنی ڈال رہا تھا۔ پھر وہ سب قریب ہی کھڑی ہوئی جیپ میں بیٹھے تھے اور جیپ حرکت میں آگئی تھی۔

فائر کی آواز ہی کی بنا پر شائد آس پاس کے کچھ لوگ گھروں سے نکل پڑے تھے۔ اور اب ان کی آوازوں کے علاوہ اور کچھ نہیں سنائی دے رہا تھا۔ کتیا بھی خاموش ہوگئی تھی۔! ذرا دیر بعد پہلے ہی جیسا سناٹا طاری ہوگیا تھا۔ کتیا کے پلوں کی "چیاؤں چیاؤں" بھی تھم گئی تھی۔!

آخر وہ فائر کیسا تھا۔ وہ لوگ کون تھے جو نالے میں کچھ دیکھ رہے تھے۔ اور پھر جیپ میں بیٹھ کر وہاں سے چلے گئے تھے۔ اسے پولیس والے یاد آئے کہیں وہی نہ رہے ہوں۔ تھوڑی دیر تک کھڑی سوچتی رہی تھی اور بستر پر آلیٹی تھی.... فائر کی آواز.... یقیناً وہ فائر ہی کی آواز تھی.... اور کتیا کی کربناک آوازیں.... کیا وہ فائر اسی پر کیا گیا تھا۔ کیا اس غنڈے نے ڈھمپ کا غصہ بے چاری کتیا پر اتار دیا۔

دوسری صبح اطلاع ملی تھی کہ کتیا کو سچ مچ کسی نے گولی ماردی اور اس کے بچے غائب ہیں۔! خانساماں نے ناشتے کی میز پر یہ خبر سنائی تھی۔

"کیا خیال ہے.... اسی غنڈے کی حرکت ہوسکتی ہے۔!" اس کے باپ نے پوچھا۔

"خدا جانے.... جناب عالی.... لیکن میں اسے اتنا احمق نہیں سمجھتا۔!"

"تو پھر ہوسکتا ہے کہ وہی کیا نام تھا اس کا....!"

"پلپلی صاحب۔!"

"وہی.... وہی ہوسکتا ہے وہ خود ہی کسی چکر میں رہا ہو۔ کتیا جیتے جی تو بچے نہ لے جانے دیتی!"

"ہاں جناب.... میں نے بھی یہی سوچا تھا۔!"

"ناممکن....!" غزالہ بولی۔ "وہ بھی اتنا احمق نہیں ہوسکتا۔!"

اس کے باپ نے اسے گھور کر دیکھا اور بولا۔ "اور تم سے یہ کیا حماقت سرزد ہوئی تھی۔ تم نے پولیس کو کیوں فون کیا تھا۔!"

"ہر شہری کی ذمہ داری ہے۔ میں نے اپنا فرض ادا کیا تھا۔!"

"دیکھو غزالہ آدمی کو ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہیئے۔!"

"اس میں سوچنے سمجھنے کی کیا بات ہے۔ میں نے نقص امن کا خطرہ محسوس کیا اور پولیس کو مطلع کر دیا۔!"

"بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ پولیس والے ہفتوں آتے رہیں گے اور پوچھ گچھ ہوتی رہے گی۔!"

"میں نہیں گھبراتی آخر مجھے پریکٹس تو کرنی ہی ہے۔ ہر وقت پولیس والوں سے بھی سابقہ رہے گا۔!"

"تم قائل نہیں ہو سکتیں۔۔۔۔!"

"قائل ہو جانے والے وکالت کر ہی نہیں سکتے۔۔۔۔!"

"یہ لاء کی ڈگری شائد پورے خاندان کے لئے وبال بن جائے گی۔!"

"کیوں ڈیڈی۔۔۔۔ مجھے خواہ مخواہ بد دل کر رہے ہیں ایسا ہی تھا تو منع کر دیتے۔ میں اردو میں ایم اے کر لیتی۔!"

"وہ بھی مصیبت ہی ہوتی۔ بات بات پر شعر سناتیں۔!"

"ہوں تو ایم کام کرنا چاہیئے تھا۔!" وہ برا سا منہ بنا کر بولی۔

"اس سے بہتر اور کچھ نہ ہوتا۔!"

وہ ناشتہ ادھورا چھوڑ کر اٹھ گئی۔ سیدھی بیڈ روم میں آئی تھی کھڑکی سے باہر نظر پڑتے ہی ٹھٹک گئی۔!

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے پلیا پر اکڑوں بیٹھا نظر آیا تھا۔

غزالہ کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ فوراً خیال آیا کہیں اس کا باپ پولیس کو فون نہ کر دے باپ نہ سہی بازار والوں میں سے ہی کوئی ایسا کر سکتا تھا۔ کیونکہ پولیس وہاں بھی خاصی دیر تک پوچھ گچھ کرتی رہی تھی۔ باپ کی موجودگی میں وہ خود اس تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اس نے بازار کی طرف نظر دوڑائی۔ لوگ دور ہی سے کھڑے دیکھ رہے تھے۔ کسی نے بھی سڑک پار کر کے اس تک پہنچنے کی ہمت نہیں کی تھی۔۔۔۔ وہ سوچتی رہی اور پھر بالآخر یہی فیصلہ کیا کہ باپ کو اس کی موجودگی کی اطلاع دے دینی چاہیئے۔ بقیہ باتیں بعد کی ہیں۔ اگر انہوں نے پولیس کو اطلاع دینے کی کوشش کی تو وہ انہیں اس سے باز رکھنے کی کوشش کرے گی۔!

وہ ابھی ناشتے کی میز پر ہی تھا۔ غزالہ نے اسے ڈھمپ کی موجودگی کی اطلاع دی۔

"عجیب آدمی معلوم ہوتا ہے۔! آج تو اسے ادھر کا رخ بھی نہیں کرنا چاہیئے تھا۔!" اس نے

کہا۔ پھر خانساماں سے بولا۔ "اسے فوراً میرے پاس لاؤ۔ میں لان پر آ رہا ہوں۔!"

خانساماں چلا گیا۔

"کیا آپ اُسے پولیس کے حوالے کر دیں گے۔!" غزالہ نے پوچھا۔

"اس سے ملنے کے بعد ہی سوچوں گا کہ کیا کرنا چاہیئے۔!" باپ نے کہا اور اٹھ گیا۔

"میں بھی چلوں۔۔۔۔!" غزالہ جلدی سے بولی۔

"تم۔۔۔۔!" وہ رک کر اسے گھورتا ہوا بولا۔ "نہیں۔۔۔۔ تم نہیں آؤ گی۔!"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے پلیا پر اب بھی اسی طرح اکڑوں بیٹھا ہوا تھا۔ چہرے پر غم کے بادل چھائے ہوئے تھے جیسے سچ مچ "بیگم" ہی داغِ مفارقت دے گئی ہو۔

"اوہ۔۔۔۔ جناب۔۔۔۔!" کسی نے اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی اور وہ چونک پڑا۔

"آج آپ کو ادھر نہیں آنا چاہیئے تھا۔!" خانساماں نے کہا۔

"کیوں نہیں آنا چاہیئے تھا۔!"

"پولیس کو آپ کی تلاش ہے۔!"

"پولیس کو شریف آدمیوں ہی کی تلاش رہتی ہے۔! اُس قاتل کا کیا ہو گا جس نے مجھ پر یہ ستم ڈھایا ہے۔ بچے بھی لے گیا مردود۔!"

"آپ کو ہمارے صاحب بلا رہے ہیں۔۔۔۔!"

"کون صاحب۔!"

"جیلانی صاحب۔۔۔۔ بہت بڑے سیٹھ ہیں۔!"

"مجھے کیوں بلا رہے ہیں۔۔۔۔؟"

"آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ آپ نے کل جو بہادری دکھائی تھی اس سے بہت خوش ہیں۔!"

"لیکن مجھ پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں۔!"

"اب اٹھ بھی چلیئے صاحب۔ اگر بازار والوں نے تھانے اطلاع پہنچا دی تو آپ مشکل میں پڑیں گے۔ بنگلے میں محفوظ رہیں گے۔!"

"محفوظ نہیں رہنا چاہتا۔ کیوں کہ محفوظ رہنے میں بھوکوں مرنا پڑے گا۔ جیل میں کم از کم روٹیاں تو ملیں گی۔!"

"بھائی.... یہ باتیں پھر ہوتی رہیں گی۔ جلدی سے اٹھ چلئے۔!"

وہ کراہتا ہوا پلیا سے اترا تھا۔ اور خانساماں کے ساتھ چل پڑا تھا۔ جیلانی سیٹھ سے لان ہی میں مڈ بھیڑ ہوئی۔

وہ اسے تنقیدی نظروں سے دیکھتا رہا تھا پھر بولا تھا۔ "پولیس تمہاری تلاش میں ہے۔!"

"یہ اطلاع آپ کا آدمی پہلے ہی دے چکا ہے۔!" ڈھمپ نے کہا۔

"پہلے کبھی جیل گئے ہو۔!"

"جی نہیں.... لیکن اب جانا چاہتا ہوں۔!"

"کتیا سے اتنی دل چسپی کیوں لے رہے تھے۔!"

"کتیا ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔!"

"سیدھی طرح بات کرو۔!" جیلانی تیور بدل کر بولا۔

"کیا ٹیڑھ نظر آئی ہے اس بات میں۔!"

"ناشتہ کر چکے ہو۔!" جیلانی نے موضوع بدل دیا۔

"جی نہیں۔!"

جیلانی نے خانساماں سے کہا۔ "برآمدے میں ناشتہ لگا دو۔!"

اس کے چلے جانے کے بعد ڈھمپ سے پوچھا تھا۔ "یہاں کس جگہ رہتے ہو۔!"

"جہاں پر بھی رہنے کو جگہ مل جاتی ہے۔!"

"کیا مطلب۔!"

"سامان ایک حجام کی دوکان میں رکھا ہوا ہے۔!"

"یعنی کوئی گھربار نہیں ہے۔!"

"ہے کیوں نہیں.... یہاں نہیں ہے۔ میں فرید آباد سے آیا ہوں۔ یہاں کی ایک کمپنی کا اشتہار ملازمت کے لئے دیکھا تھا۔ عرضی روانہ کی۔ انٹرویو میں بلایا اور ان فٹ کر دیا۔ بس اب دھکے کھاتا پھر رہا ہوں۔!"

"واپس کیوں نہیں چلے گئے۔!"

"اگر وہ کتیا نہ مل جاتی تو ضرور چلا جاتا۔!"

"کیا بات ہوئی۔!"

"بس کیا بتاؤں.... حماقت ہی کہہ لیجئے۔! لیکن مجبوری ہے۔!" وہ مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر

رہ گیا۔ جیلانی اسے جواب طلب نظروں سے دیکھتا رہا وہ کھنکار کر بولا "بچپن ہی سے حاملہ کتیائیں میری کمزوری رہی ہیں۔ اگر کہیں کوئی نظر آ جائے تو اس وقت تک اس کی سیوا کرتا رہتا ہوں جب تک وہ فارغ نہیں ہو جاتی۔ لیکن اُس بے چاری کو کسی نے مار ڈالا اور کیوں؟ بچے بھی غائب ہیں۔!"

"تو تم پاگل نہیں ہو۔؟"

"کمال ہے.... کیا آپ مجھے اب تک پاگل سمجھتے رہے ہیں۔!"

"سب کا یہی خیال ہے۔ کچھ پڑھے لکھے بھی ہو۔!"

"بی اے سیکنڈ ڈویژن....!"

"نہیں....!" جیلانی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کاغذات سامان کے ساتھ ہیں۔ کہئے تو دوڑ کر لیتا آؤں۔!"

"شناختی کارڈ ہے۔!"

"جی ہاں.... وہ تو ہر وقت ساتھ رہتا ہے.... یہ دیکھئے۔!" اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے شناختی کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔

وہ اسے دیکھتا رہا۔ پھر سر ہلا کر بولا۔ "ٹھیک ہے.... لیکن یہ لڑائی بھڑائی کا فن تم نے کہاں سے سیکھا۔!"

"ارے.... وہ کچھ نہیں۔!" ڈھمپ شرما کر بولا۔ "اگر کوئی سر ہی ہو جائے تو ہاتھ کی صفائی دکھانی ہی پڑتی ہے....!"

"اور اس میں بھی ماہر ہی معلوم ہوتے ہو....!"

"جی بس.... کرم ہے پروردگار کا۔!"

"لیکن یہ ڈھمپ.... نوبل تو ٹھیک ہے لیکن ڈھمپ میں نے آج تک نہیں سنا۔!"

"آپ نے تو کٹلمپ بھی نہ سنا ہوگا۔!"

جیلانی سیٹھ نے سر کو منفی جنبش دی۔

"ننہال والے کٹلمپ ہیں.... دراصل یہ دونوں قبیلے افریقن ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد افریقہ سے ایران آئے تھے۔ وہاں آتش پرست ہو گئے.... اور ان کی اولاد نے عیسائی ہو کر ادھر کا رخ کیا.... ایرانی خون کی آمیزش نے مجھے کسی قدر گلفام بنا دیا ہے.... ورنہ دادا جان تو کوئلے کی کانوں کے شہنشاہ معلوم ہوتے تھے۔!"

"خوش مزاج بھی ہو۔!"

"یہاں کی آب و ہوا کا اثر ہے ورنہ آباؤ اجداد تو ایران میں دھواں چھوڑتے ہوئے چلتے تھے۔!"

اتنے میں ناشتہ بھی آگیا چھوٹی میز ڈھمپ کے سامنے لگادی گئی۔ ڈھمپ بڑے تکلف سے کھاتا پیتا رہا۔ جیلانی سیٹھ اسے بغور دیکھے جارہا تھا۔ آخر بولا "تمہارے بارے میں صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے کہ تم کیا چیز ہو۔!"

"ناچیز۔!" ڈھمپ نے بڑی لجاجت سے کہا۔

"حاضر جواب بھی ہو....!"

"اور کام چور بھی نہیں ہوں....!"

"وہ غنڈے جن کی تم نے پٹائی کی تھی۔ پولیس کو اپنے ٹھکانوں پر بھی نہیں ملے۔ سنسنی پھیلا رکھی تھی کم بختوں نے سارے علاقے میں.... لوگوں کو مرعوب کرکے بڑی بڑی رقومات اینٹھتے تھے۔! شائد اب شرمندگی کے مارے یہاں کسی کو منہ ہی نہ دکھائیں۔!"

ڈھمپ نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی.... اور چائے پینے لگا۔

"لیکن....!" جیلانی نے کہا۔ "پولیس تمہاری تلاش میں بھی ہے۔!"

"آج تک جیل جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ یہ بھی سہی۔ اتفاقاً یہ تجربہ بھی کیا بُرا رہے گا۔!"

"کیریئر تباہ ہوجائے گا۔!"

"کوئی کیریئر ہی نہیں ہے تباہ کیا ہوجائے گا۔!"

"پھر بھی مستقبل۔!"

"غریبوں کا کوئی مستقبل نہیں ہوتا۔ مستقبل تو آپ سیٹھوں کے بچوں کا ہوتا ہے۔!"

"بہت دل جلے معلوم ہوتے ہو....!"

"ارے بی۔ اے سیکنڈ ڈویژن اگر دھکے کھاتا پھرے تو کیا خوش نظر آئے گا جناب عالی۔!"

"کس نے بلایا تھا انٹرویو میں۔!"

"اسٹین لس اسٹیل والوں نے.... کلرک بھرتی کررہے تھے۔!"

"اگر اس سے بھی اچھی ملازمت مل جائے تو....!"

"خدا کا شکر ادا کروں گا۔!"

"دراصل مجھے ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو بھیڑ کی شکل میں بھیڑیا ہو۔ اور میں تم میں یہ صفت بدرجہ اتم پا رہا ہوں۔!"

ڈھمپ ہاتھ روک کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔ چند لمحے بغور دیکھتا رہا.... پھر بولا۔ "آخر آپ کو ایسے آدمی کی ضرورت کیوں ہے....!"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ حمزو نے اپنا غصہ اس کتیا پر اتارا ہوگا۔!"

"میرا خیال ہے کہ حمزو ایسی حماقت نہیں کرسکتا۔!"

"وہ کئی تھے۔ ایک جیپ پر آئے تھے۔ کتیا کو مار کر بچے اٹھالے گئے۔!"

"اگر غیر متعلق لوگ تھے تو انہوں نے ایسا کیوں کیا۔!"

سیٹھ جیلانی کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔! ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جواب کے لئے الفاظ نہ مل رہے ہوں۔

"میں تمہیں پولیس کے الجھیڑے سے بچا سکتا ہوں۔!" آخر وہ اصل موضوع سے ہٹتا ہوا بولا۔

"پولیس... کیا کرسکے گی۔ اگر حمزو اور اس کے گرگے سامنے نہ آئے۔!"

"کچھ نہیں تو مٹھی ہی گرم کرے گی۔!"

"یہاں کیا رکھا ہے ایک سوٹ کیس اور ایک بستر کے علاوہ....!"

"تو پھر وہ تم پر کوئی الزام لگا کر بند کردیں گے۔!"

"روٹیاں تو کھلائیں گے۔!"

"آخر تم اتنے مایوس کیوں ہو۔ آدمی ہمیشہ ہی تو ناکام نہیں رہتا۔!"

"دیکھئے جناب۔ کہئے تو یہ بقیہ آدھی پیالی چائے نہ پیئوں۔!"

"کیوں.... کیوں بھئی۔!"

"پہلے یہ بتایئے کہ آپ کو بھیڑ نظر آنے والے بھیڑیئے کی کیوں ضرورت ہے۔!"

"یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔!"

"کوئی بات سمجھے بغیر میں قدم ہی نہیں اٹھاتا۔!"

"اگر ایسے ہی عقل مند ہو تو اس کتیا کے لئے اتنا کچھ کیسے کر گذرے۔!"

"اپنی جیب ہلکی کی تھی کسی کی کاٹی تو نہیں تھی۔!"

"پھر بھی یہ خبط۔!"

"میں نہیں جانتا کہ یہ کس قسم کا کومپلکس ہے۔ میں نے بتایا کہ بچپن ہی سے یہ عالم ہے۔ والدین کے ہاتھوں بہت پٹ چکا ہوں اس سلسلے میں۔!"

"اچھی بات ہے پہلے تم ناشتہ کرلو پھر بتاؤں گا۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تم سے کوئی غیر

قانونی یا غیر انسانی کام کرانا چاہوں گا تو یہ غلط ہے۔!"

"چائے کا کپ خالی کر کے اس نے بلند آہنگ ڈکار لی تھی۔ اور اس طرح منہ چلانے لگا تھا جیسے کھائے پیئے ہوئے سارے ذائقے ایک ایک کر کے پھر احساس کی سطح پر ابھر آئے ہوں۔ ہونقوں کی مانند جیلانی کو دیکھے جا رہا تھا۔

"اگر وہ کتیا اس پلیا کے نیچے نہ ہوتی اور تم نے یہیں بیٹھ کر اس پر دل چسپی نہ لی ہوتی۔ اور اسی علاقے میں تمہارا جھگڑا ان غنڈوں سے نہ ہوا ہوتا تو وہ کتیا اس طرح کبھی نہ ماری جاتی۔!"

"یہ پلیا اتنی اہم ہے۔!" ڈھمپ نے احمقانہ انداز میں سوال کیا۔

"یہ پلیا اس لئے اہم ہے کہ میری قیام گاہ سے ملحق ہے۔!"

"ارے تو یہ کیوں نہیں کہتے کہ اہمیت آپ کی ہے۔ خواہ مخواہ پلیا پلیا یا کتیا کتیا کئے جا رہے ہیں۔!"

"یہی سمجھ لو....! قصہ دراصل یہ ہے کہ اگر تم ان خطرناک غنڈوں کی اس طرح پٹائی نہ کرتے تو کتیا ہرگز نہ ماری جاتی۔!"

"چلئے یہ نئی ہوئی.... اب غنڈے اہم ہو گئے۔!"

"ان سے بھی زیادہ اہم تم خود ہو۔!" جیلانی نے کہا۔

"جنابِ عالی۔! اجازت ہو تو اب میں پاگل ہی ہو جاؤں۔ کیونکہ اہمیت کی یہ الٹ پھیر میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔!"

"جنہوں نے کتیا کو مارا ہے وہ مجھے باور کرانا چاہتے ہیں کہ اسی طرح وہ تمہیں بھی مار ڈالیں گے۔!"

"بھلا آپ کی اور میری کیا رشتہ داری کہ وہ آپ کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں۔!"

"اونہہ یوں سمجھو کہ وہ تمہیں میرا آدمی سمجھے تھے۔ محض اس بنا پر کہ تم نے غنڈوں کی پٹائی کر ڈالی تھی۔ غالباً وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے انہیں مرعوب کرنے کے لئے تمہاری خدمات حاصل کی ہیں۔!"

"اب کچھ کچھ سمجھ آ رہی ہے بات.... یعنی کہ کچھ ایسے لوگ ہیں جن سے آپ کا جھگڑا چل رہا ہے لیکن وہ ابھی تک آپ پر قابو نہیں پا سکے۔ ویسے مختلف طریقوں سے آپ کو دھمکیاں دیتے رہتے ہیں۔!"

"بالکل درست سمجھے ہو تم۔!" جیلانی خوش ہو کر بولا۔

"اور اب آپ سچ مچ مجھے اپنا آدمی بنانا چاہتے ہیں۔!"

"یہی بات ہے۔!"

ڈھمپ طویل سانس لے کر رہ گیا۔ پھر بولا۔ "لیکن میں ایسے کسی معاملے میں ہاتھ نہیں ڈال سکتا جو الف سے لے کر بڑی یے تک میری سمجھ میں نہ آ گیا ہو۔!"

"فی الحال جتنا سمجھ میں آ گیا ہے اتنا ہی کافی ہے....! جب تم خود کو اس کا اہل ثابت کر دو گے تو پورا معاملہ ذہن نشین کرا دیا جائے گا۔ اور تمہاری ملازمت کا یہ دور آزمائشی ہو گا۔!"

"خوب.... خوب....! تو آپ مجھے ٹرائیل بیسس پر رکھ رہے ہیں۔!"

"یہی سمجھ لو۔!"

"اب ذرا مجھے میرے فرائض سے بھی آگاہ فرمایئے۔!"

"ان لوگوں کی چیرہ دستیوں سے مجھے محفوظ رکھنا۔!"

"کیا وہ آپ کو قتل کر دینا چاہتے ہیں۔!"

"نہیں۔ فی الحال مجھ پر قابو پانا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد میرے انجام کا انحصار خود میرے اپنے رویئے پر ہو گا۔!"

"اف فوہ....! آپ پھر اس ڈور کو الجھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔! شائد یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ نے ان کی کوئی بات مان لی تو وہ آپ کو بخش دیں گے۔ ورنہ ڈژنگ۔!"

"ڈھمپ نے "ڈژنگ" کے ساتھ اپنی گردن پر انگلی پھیری تھی۔ جیلانی سیٹھ نے تھوک نگل کر سر کو اثباتی جنبش دی۔

"کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ لوگ کون ہیں۔!"

"میں نہیں جانتا۔!"

"لیکن اس کا علم تو ہو گا ہی کہ ان کی پشت پر کون ہے۔!"

"ظاہر ہے۔ ورنہ میں یہ کیسے جانتا کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔!"

"تب تو میں آپ کو ایک آسان ترین تدبیر بتاتا ہوں۔!"

"ضرور بتاؤ۔!"

"پولیس کو آگاہ کر دیجئے کہ وہ شخص آپ کو قتل کر دینا چاہتا ہے۔!"

"بڑی اچھی تدبیر بتائی۔!" جیلانی سیٹھ زہر خند کے ساتھ بولا۔ گویا میں اتنی دیر تک اسی لئے جھک مار تا رہا ہوں کہ تم یہ آسان تدبیر بتا کر رخصت ہو جاؤ۔!"

"میں نے کہا شائد آپ کو نہ سوجھی ہو....!"

"پھر بیوقوفی کی باتیں شروع کر دیں۔ حالانکہ ابھی ابھی بقراط کے لہجے میں بول رہے تھے۔!"

"بقراط کو یونانی میں ہوکریٹیس کہتے ہوں گے جیسے سقراط کو سوکریٹس کہتے ہیں۔!"

"میں نہیں جانتا۔!" جیلانی سیٹھ نے بیزاری سے کہا۔

"خیر.... تو میں یہ سمجھوں کہ وہ کوئی ایسا ہی معاملہ ہے جسے آپ پولیس کے علم میں نہیں لاسکتے۔!"

جیلانی کچھ نہ بولا۔ ڈھمپ نے کہا۔ "بس ثابت ہوا کہ کوئی غیر قانونی ہی چکر ہے۔!"

"قطعی ثابت نہیں ہوتا.....! ہوسکتا ہے میں کسی کے خلاف کوئی واضح ثبوت فراہم کیئے بغیر پولیس سے رابطہ قائم نہ کرنا چاہتا ہوں.....!"

"یہ بھی معقول بات ہے.....!" ڈھمپ سر ہلا کر بولا۔ "دراصل میں یہی اطمینان کرنا چاہتا ہوں کہ قانون سے تو ٹکراؤ نہ ہوگا۔!"

"مطمئن رہو۔ میں کوئی جرم نہیں کر رہا۔ ایک ایسے شخص سے اپنا تحفظ کر رہا ہوں جس کے خلاف مجھے ثبوت فراہم کرنے ہیں۔!"

"کیا تنخواہ ہوگی۔!"

"کم سے کم اپنی ڈیمانڈ سے آگاہ کرو۔!"

"ڈھمپ خاموش ہو کر سوچنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "قیام و طعام آپ کے ذمے ہو تو ساڑھے تین سو میں بھی کام چل جائے گا۔ نہ تمباکو نوشی کرتا ہوں اور نہ شراب پیتا ہوں۔ ساڑھے تین سو روپے چیونگم کے لئے کافی ہوں گے۔!"

"تم نے یہ خبر بھی اچھی سنائی ہے کہ شراب نہیں پیتے۔ میری طرف سے پانچ سو روپے جیب خرچ، قیام و طعام میرے ذمے۔!"

"ہر گز نہیں۔ اگر ڈیڑھ سو زائد ملے تو شراب بھی پینے لگوں گا۔!"

"عجیب آدمی ہو.....!" جیلانی سیٹھ ہنس کر بولا۔

"تو میں آج سے آپ کا باڈی گارڈ ہوں۔!"

"تم نے اپنی صحیح حیثیت معین کی ہے۔!"

"تو اٹھا لاؤں اپنا سامان باربر شاپ سے۔!"

"ضرور اٹھا لاؤ..... لیکن میری گاڑی میں جاؤ گے۔ ڈرائیونگ آتی ہے۔!"

"لائسنس بھی ہے جناب عالی! لیکن یہاں اس کا اندراج نہیں ہے۔ یہ کام آپ کرا ہی دیں

گے۔!"

"چٹکی بجاتے..... لیکن آج تمہیں ڈرائیور لے جائے گا۔!"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن آپ حلقے کے تھانے میں رپورٹ ضرور کر دیں کہ مجھے بحیثیت باڈی گارڈ رکھا ہے۔ اس طرح میں ریوالور رکھنے کا مجاز بھی ہو جاؤں گا۔!"

"کبھی چلایا ہے ریوالور.....!"

"جلد ہی آپ میری قادراندازی کے بھی قائل ہو جائیں گے۔!"

"آخر تم نے یہ سب اتنی سی عمر میں کیسے حاصل کر لیا۔!"

"پہلی بار میٹرک میں فیل ہونے کے بعد سرکس میں بھرتی ہو گیا تھا۔ دو سال تک ٹریننگ حاصل کی ہے۔ دو سال کے بعد باپ کو معلوم ہو سکا تھا کہ میں تو کماؤ پوت بن گیا ہوں.... بس پھر اتنی پٹائی ہوئی کہ دوبارہ میٹرک میں داخلہ لینا پڑا۔!"

"اب جاؤ اور اپنا سامان یہیں لے آؤ..... میری گاڑی میں دیکھ کر حمزو اور اس کے گرگے تم سے دوبارہ الجھنے کا خیال ترک کر دیں گے۔!"

"جی بہت بہتر.....!"

جولیانا فٹنر واٹر ایک ایک سے عمران کے بارے میں پوچھتی پھر رہی تھی۔ پندرہ دن سے غائب تھا۔ کوئی بھی اس کے بارے میں کچھ نہ بتا سکا۔ اب صرف صفدر اور نیمو ہی باقی بچے تھے جن سے ابھی تک ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔ اس نے سوچا ہو سکتا ہے وہ انہیں بھی اپنے ساتھ ہی لے گیا ہو۔ لیکن کہاں؟

عمران کے معاملے میں اس کا عجیب حال تھا سامنے ہوتا تو پھاڑ کھانے کو دوڑتی اور نظروں سے اوجھل ہونے پر عجیب سی بے چینی محسوس کرنے لگتی تھی۔ بہر حال اس وقت وہ پھر اس کی تلاش میں نکلنے والی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی.....! اس نے بُرا سا منہ بنا کر ریسیور اٹھایا تھا۔ دوسری طرف سے ایکس ٹو کی آواز آئی۔

"عمران کے سلسلے میں کیوں پوچھ گچھ کرتی پھر رہی ہو۔!"

"وہ دراصل..... جناب اس نے مجھ سے کچھ رقم قرض لی تھی۔ لیکن وعدے کے مطابق ادائیگی نہیں کی۔!" جولیا نے بڑی صفائی سے جھوٹ بولا۔

"میں نے تو آج تک نہیں سنا کہ اس نے کسی سے قرض لیا ہو۔ خیر یہ تم لوگوں کے اپنے معاملات ہیں۔!"

"وہ مجھ سے قرض لیتا ہے جناب دوسروں سے معلوم کر سکتے ہیں۔!"

"جولیانا.... غیر ضروری باتیں نہیں۔! تمہیں ایک لڑکی کی نگرانی کرنی ہے۔ انٹر نیشنل کے کمرہ گیارہ میں ٹھہری ہوئی ہے۔ طہران سے آئی ہے لیکن ایرانی نہیں ہے۔!اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کر کے مجھے براہِ راست باخبر رکھو۔!"

"بہت بہتر جناب۔!"

"نیمو کمرہ نمبر بارہ میں مقیم ہے۔!تم لڑکی کی باہر کی مصروفیات پر نظر رکھو گی۔!"

"بہت بہتر جناب۔!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے پر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر بُرا سا منہ بنایا۔ تو نیمو.... انٹر نیشنل کے کمرہ نمبر ۱۲ میں مقیم ہے اور گیارہ میں وہ لڑکی.... جولیا سوچ رہی تھی۔ لڑکی طہران سے آئی ہے۔ لیکن ایرانی نہیں ہے۔ آخر نیمو کب سے وہاں مقیم ہے؟اور ایکسٹو اس سے بھی باخبر ہے کہ وہ اس دوران میں عمران کے بارے میں پوچھ گچھ کرتی رہی ہے۔!

خیالات میں الجھی ہوئی وہ انٹر نیشنل تک پہنچی تھی۔ کمرہ نمبر گیارہ پہلی منزل پر تھا۔ لفٹ کی بجائے اس نے زینے استعمال کئے۔ لاؤنج میں پہنچ کر رک گئی۔ لیکن اندازہ کرنا دشوار تھا۔ وہ دونوں اپنے کمروں میں موجود بھی ہیں یا نہیں کچھ دیر لاؤنج ہی میں بیٹھی تھی۔ پھر اٹھ کر کمرہ نمبر بارہ کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

دروازے پر آہستہ سے دستک دی.... اندر سے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی۔ دروازہ بھی کھلا تھا لیکن دروازہ کھولنے والا نیمو نہیں تھا۔ ایک لڑکی تھی۔ سرخ بالوں والی کوئی یورپین یا امریکن لڑکی۔!جولیا نے بوکھلا کر ایک بار پھر دروازے کے نمبر پر نظر ڈالی۔ وہ بلاشبہ کمرہ نمبر بارہ ہی تھا۔

"کیا یہ کمرہ نمبر بارہ نہیں ہے۔!" بالآخر اس نے لڑکی سے سوال کیا جو اُسے حیرت سے دیکھے جا رہی تھی۔

"کمرہ نمبر بارہ ہے.... لیکن تم کون ہو....!"

"شائد مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔ معاف کرنا۔!"

"کوئی بات نہیں.... اب آئی ہو تو اندر آ جاؤ.... میں یہاں تنہا ہوں۔!"

"اف فوہ.... میں معافی چاہتی ہوں۔!"

"کیا بہت جلدی میں ہو۔!"

"نہیں کوئی ایسی جلدی بھی نہیں۔!"

"تو پھر آ جاؤ....!"

جولیا ہچکچاہٹ کے ساتھ اندر پہنچی.... لڑکی لہجے سے انگریز معلوم ہوتی تھی۔ لیکن رویہ انگریزوں جیسا نہیں تھا۔ انگریزوں کی فطرت کے مطابق اسے دروازہ بند کر لینا چاہئے تھا۔ لیکن اس نے اسے کمرے میں داخل ہونے کی دعوت دے دی تھی۔ اجنبیوں سے اس حد تک اخلاق برتنا انگریزوں کی سرشت نہیں ہو سکتی۔

"کیا تم بیٹھو گی نہیں۔!" اس نے جولیا سے کہا اور جولیا نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا۔

"کیا تمہیں کسی کی تلاش ہے۔!"

"مجھے اطلاع ملی تھی کہ میرا ایک دوست کمرہ نمبر بارہ میں مقیم ہے۔!"

"دو تین دن پہلے ضرور رہا ہوگا۔ تین دن سے تو میں ہی مقیم ہوں اور عجیب اتفاق ہے کہ جس کے لئے آئی تھی وہ یہاں سے جا چکا ہے۔!"

"افسوس ہوا۔!"

"یہاں اور کسی کو نہیں جانتی۔ تم پہلی فرد ہو جس سے گفتگو ہو رہی ہے۔!"

"کہاں سے آئی ہو۔!"

"ایران سے.... یو کے سے تعلق ہے۔!ایران میں آثار قدیمہ پر ریسرچ کر رہی تھی۔! تمہارا تعلق کس ملک سے ہے۔!"

"میں جرمن بولنے والی سوئیس ہوں۔!"

"مگر انگلش انگریزوں کے لہجے میں بولتی ہو۔!"

"میری ماں انگریز تھی۔!" جولیا نے کہا "میرا نام جولیانا فٹز واٹر ہے یہاں ایک فرم میں کام کرتی ہوں۔!"

"میں روزا میکسویل ہوں....!"

دونوں نے مصافحہ کیا اور خواہ مخواہ ہنس پڑیں۔ پھر روزا نے پوچھا۔ "کیا پیئو گی۔!"

"پورٹ کے علاوہ اور کچھ نہیں پیتی....!"

روزا نے فون پر روم سروس سے رابطہ قائم کر کے پورٹ کے لئے کہا تھا۔ اور جولیا سے بولی تھی۔ ''اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔!''

''کس سلسلے میں....!''

''جس کے پاس آئی تھی وہ یہاں سے جا چکا ہے اب میرے پاس اتنی ہی رقم ہے کہ دو دن تک اور قیام کر سکوں۔!''

''یہ تو اچھی خبر نہیں ہے۔!''

''میری خاصی بڑی رقم اس کی تحویل میں ہے۔!''

''کیا تم نے اسے اپنی آمد سے مطلع کر دیا تھا۔!''

''میرا خط پہنچنے سے پہلے ہی وہ یہاں سے جا چکا ہے۔ خط میں نے یہاں اس کے لیٹر بکس میں پڑا دیکھا۔!''

''پھر اب کیا کرو گی....!''

''کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ مجھے اور اسے یہاں سے ساتھ ہی ایران واپس جانا تھا۔!''

''کیا تمہارے پاس واپسی کا ٹکٹ نہیں ہے۔!''

''یہی تو حماقت سرزد ہوئی تھی کہ واپسی کا ٹکٹ نہیں لیا تھا۔!''

''واقعی بڑی دشواری میں پڑ گئی ہو۔!''

کسی نے دروازے پر دستک دی اور اجازت مل جانے پر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ روم سروس کا بیرا تھا۔ پورٹ کی بوتل اور دو گلاس لایا تھا۔ ٹرے میز پر رکھ کر چلا گیا۔

روزا نے دونوں گلاسوں میں پورٹ انڈیلی۔ گلاس ہولے سے ٹکرائے اور ہونٹوں کی طرف بڑھ گئے۔

''میں اتنی مالدار تو نہیں ہوں کہ تمہاری مدد کر سکوں۔!'' جولیا نے کہا۔ ''لیکن اگر تم چاہو تو ہوٹل چھوڑ کر میرے ساتھ قیام کر سکتی ہو۔!''

''سوال واپسی کا ہے۔!''

''اپنے سفارت خانے سے کیوں رجوع نہیں کرتیں۔!''

''بعض وجوہات کی بناء پر میں ایسا نہیں کر سکتی۔!''

''میں کچھ اور سوچوں گی۔!'' جولیا نے کہا۔

روزا نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہر گھونٹ کے ساتھ اس کی

تشویش بھی بڑھتی جا رہی ہو۔ جولیا قریباً ایک گھنٹے تک وہاں ٹھہری تھی اور اس دوران میں قطعی بھول گئی تھی کہ یہاں آئی کیوں تھی۔ بہر حال اسے مزید تسلیاں دے کر کمرے سے باہر نکلی تھی۔ زینوں کے قریب نیمو نظر آیا۔ اور اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے زینوں پر اتر گیا پھر وہ دونوں آگے پیچھے سڑک پر پہنچے تھے۔

''کیا خیال ہے تمہارا.... تم کیا کرتی پھر رہی ہو....!'' نیمو نے جولیا سے سوال کیا۔

''یہی سوال میں تم سے بھی کر سکتی ہوں۔!''

''کیا تمہیں اس کے لئے کوئی ہدایت ملی ہے۔!''

''پہلے تم بتاؤ کہ کس کمرے میں مقیم ہو....!''

''کمرہ نمبر گیارہ میں۔!''

''لیکن آج تک تو ایسا نہیں ہوا کہ ایکس ٹو سے اس قسم کی کوئی غلطی سرزد ہوئی ہو۔!''

''میں نہیں سمجھا۔!''

''اس نے مجھے ایک ایسی لڑکی کی نگرانی پر مامور کیا تھا جو اس کے بیان کے مطابق کمرہ نمبر گیارہ میں مقیم تھی۔ اور اسی نے یہ بھی بتایا تھا کہ تم کمرہ نمبر بارہ میں رہتے ہو۔!''

''تمہارے سننے میں فرق آیا ہو گا۔!''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!'' وہ بیزاری سے بولی۔ ''میں نے تو اسے تمہارا کمرہ سمجھ کر دروازے پر دستک دی تھی۔!''

''کیا مجھ سے مل بیٹھنے کا بھی حکم ملا تھا۔!''

''نہیں....! پھر اس سے فرق بھی کیا پڑتا۔!''

''عمران صاحب نے پہلے ہی یہ بات ذہن نشین کرادی تھی کہ مجھے اتنا ہی کام کرنے کی عادت ڈالنی ہو گی جتنے کا حکم ملے۔!''

''ختم بھی کرو۔'' جولیا ہاتھ جھٹک کر بولی۔ ''میں دراصل تم سے یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ عمران کہاں ہے۔ قریباً پندرہ دن سے غائب ہے۔!''

''اس کے برخلاف میرا مشورہ ہے کہ تم فوری طور پر ایکس ٹو سے رابطہ قائم کر کے اُسے اس کی غلطی کا احساس دلا دو۔ میں نے تم دونوں کی گفتگو سُنی تھی۔!''

''اوہ.... مگر کہاں سے۔!''

''اپنے کمرے سے۔ اس کے کمرے میں ایسے آلات چھپا دیئے گئے ہیں جن کے ذریعے اندر

ہونے والی گفتگو میں اپنے کمرے میں بیٹھ کر ریکارڈ کرتا رہتا ہوں۔ یہ اطلاع قطعی غلط ہے کہ یہاں وہ کسی کو نہیں جانتی۔ کم از کم دو مختلف آوازیں تو میں نے ریکارڈ کر رکھی ہیں۔!"

"تب تو واقعی.... مجھے.... ایکس ٹو سے فوراً بات کرنی چاہئے۔ لیکن تم.... اس وقت تک یہیں ٹھہرو گے جب تک کہ میں سامنے والے بوتھ سے واپس نہیں آتی۔!"

"یہاں نہیں ٹھہروں گا.... ادھر کیفے خیابان ہے.... وہیں آنا۔!"

"او کے....!" کہہ کر جولیا سڑک پار کر گئی۔ دوسری طرف ایک پبلک کال بوتھ تھا اس نے فون پر ایکس ٹو کے نمبر ڈائیل کئے اور جواب ملنے پر بولی۔ "جولیانا سر؟"

"کیا خبر ہے۔!"

"آپ نے کہا تھا کہ وہ لڑکی کمرہ نمبر گیارہ میں مقیم ہے۔!"

"اگر میں نے کمرہ نمبر گیارہ کہا تھا تو غلط کہا تھا۔!"

"بہر حال اُس غلطی کی بنا پر اس سے مڈ بھیڑ ہو گئی....!"

"کیا مطلب....!"

جولیا نے جلدی جلدی پورا واقعہ دہرایا اور دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں نے تم سے یہ تو نہیں کہا تھا کہ نیمو سے مل بیٹھنے کی بھی کوشش کر ڈالنا۔!"

"جی نہیں.... آپ نے نہیں کہا تھا۔!"

"تو پھر....!"

"میں دراصل نیمو سے معلوم کرنا چاہتی....!"

"جولیانا.... کسی جھوٹ کی گنجائش نہیں۔" وہ اس کی بات کاٹ کر بولا۔ "تم نیمو سے عمران کا پتہ معلوم کرنا چاہتی تھیں۔!"

جولیا تھوک نگل کر رہ گئی.... "ہلو" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"یس سر....!"

"اگر وہ لڑکی تمہاری پیشکش منظور کر لے تو اسے اپنے ساتھ رانا پیلس لے آنا۔!"

"لیکن میرا جھوٹ فوراً ہی اس پر منکشف ہو جائے گا۔ کسی فرم میں کام کرنے والی اتنے شاندار محل میں نہیں رہ سکتی۔"

"اس کی فکر مت کرو تمہیں اس کو وہیں لانا ہے....!"

"بہت بہتر جناب۔!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔ جولیا بوتھ سے باہر آئی تھی۔ اور مسلسل سوچے جا رہی تھی کہ آخر ایکس ٹو آجکل اتنا شریف کیوں ہو گیا ہے۔ زیادہ الجھتا نہیں۔ لہجے میں تلخی بھی نہیں ہوتی۔

کیفے خیابان کے چھوٹے سے ہال میں نیمو کو تلاش کر لینا مشکل نہیں تھا۔ وہ ایک گوشے میں نظر آ گیا۔!

"کیا رہی۔!" نیمو نے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے۔!" وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔ "صرف کافی منگوا لو....!"

"بہت بہتر اور کوئی خدمت....!"

"زیادہ تیزی دکھانے کی ضرورت نہیں۔!" جولیا اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"بہت بہتر....!" نیمو نے سعادت مندی سے کہا۔ "لیکن وہ شخص بڑا بد نصیب ہے۔!"

"فضول باتیں مت کرو.... وہ کہاں ہے۔!"

"یہ تو نہیں جانتا.... لیکن جس واقعے کے بعد غائب ہوئے ہیں اس کا علم ہے۔!"

"کیسا واقعہ۔!"

"اسے واقعہ بھی نہ کہنا چاہئے۔ ایک بہت معمولی سی بات تھی.... لیکن حیرت انگیز کہی جا سکتی تھی۔!"

ویٹر آیا اور آرڈر لے گیا تھا۔ جولیا مضطربانہ انداز میں نیمو کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ نیمو ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ "آج سردی کچھ زیادہ ہی معلوم ہو رہی ہے۔!"

جولیا نے اسے گھورتے ہوئے سر کو جنبش دی.... شدت سے غصہ آ رہا تھا اس پر۔ جلدی سے بات پوری نہیں کر دیتا۔ خواہ مخواہ بکواس کئے جا رہا ہے....!

"میں اس وقت ان کے فلیٹ ہی میں تھا۔ سلیمان اور اس کی بیوی آپس میں لڑ پڑے تھے کسی بات پر....!"

"دونوں کو جہنم میں جھونکو منظر نگاری کی ضرورت نہیں۔!"

"ہاں تو مسٹر عمران جوزف کو فلسفہ وجودیت کے بارے میں بتا رہے تھے کہ اس کا کہانیوں اور ڈراموں کے علاوہ اور کہیں وجود نہیں ہے۔ اور ژاں پال سارتر سوچتے سوچتے تھک گیا ہے۔ اس لئے فلسفہ کھولت زیادہ موزوں نام رہے گا اس کا....!"

جولیا دانت پیس کر رہ گئی۔ کچھ بولی نہیں۔ نیمو کہتا رہا۔ "پھر اچانک ایک تار آیا تھا۔ میں نہیں

جانتا کہ کیوں آیا تھا۔ تار کے مضمون سے بھی آگاہ ہوں لیکن اس کا مطلب سمجھنے سے قاصر۔!"

"کیا مضمون تھا۔!" جولیا نے بے چینی سے پوچھا۔

"کتیا بچے دینے والی ہے۔!"

"کیوں بکواس کر رہے ہو۔!"

"بڑی سے بڑی قسم کھا سکتا ہوں....!"

"اچھا تو پھر....!"

"عمران صاحب پر بوکھلاہٹ کا دورہ پڑا تھا۔ تار کے لفافے کو میز پر ڈال کر کسی سے کچھ کہے بغیر فلیٹ سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ وہ دن ہے اور آج کا دن ان کا سراغ نہیں مل سکا۔!"

"کتیا بچے دینے والی ہے۔!" جولیا آہستہ سے بڑبڑائی۔ کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "اگر تم سنجیدگی سے کہہ رہے ہو تو یقیناً حیرت انگیز اطلاع تھی۔!"

"اطلاع حیرت انگیز نہیں تھی بلکہ ان کا رویہ حیرت انگیز تھا۔!"

"تم نے خود دیکھا تھا وہ میسج......!"

"کہہ تو رہا ہوں کہ وہ جلدی میں تار کا لفافہ میز پر ڈال گئے تھے۔!"

"کہاں سے آیا تھا تار۔!"

"شاہ دارا سے.... اطلاع دینے والے یا والی کا نام "زیبا" درج تھا۔!"

"زیبا.... میں اس نام کی ایک لیڈی ڈاکٹر سے واقف ہوں۔ جو شاہ دارا ہی میں رہتی ہے۔!" جولیا نے کہا۔ اور پھر کسی سوچ میں پڑ گئی۔

وہ شاہ دارا کی کامیاب ترین میڈیکل پریکٹیشنرز میں سے تھی۔ نام زیبا تھا۔ اور تھی بھی دل کش خط و خال والی۔ عمر پچیس اور تیس کے درمیان رہی ہوگی۔ دل کے امراض کی اسپیشلسٹ تھی اس لئے متمول اور ادھیڑ عمر کے مرد بھی اس کے زیر علاج رہتے تھے۔ ان میں سے کئی اس حد تک متاثر تھے کہ روز ہی دل کا ایک آدھ دورہ اپنے اوپر مسلط کر کے اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جیلانی سیٹھ بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھا۔ شام کا کچھ حصہ اس کے مطب میں ضرور گذارتا۔ اس وقت بھی اس کی گاڑی زیبا کے مطب کے سامنے رکی تھی۔ خود ہی گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ اور ڈھمپ بحیثیت باڈی گارڈ پچھلی سیٹ پر تھا۔!

"کیا آپ کے قریب میری موجودگی بھی ضروری ہوگی جناب۔!" اُس نے بڑے ادب سے پوچھا۔

"نہیں.... یہاں ضرورت نہیں ہوگی۔! میں اپنا بلڈ پریشر چیک کرانے آیا ہوں۔!"

"مردوں کو مردوں اور عورتوں کو عورتوں سے بلڈ پریشر چیک کرانا چاہئے۔!"

"پھر بیوقوفی کی بات کی....!"

"یقین کیجئے.... اللہ اسی طرح رحم کرتا ہے ورنہ بلڈ پریشر ہائی سے ہائی تر ہوتا رہتا ہے۔!"

"مت بکواس کرو۔!" کہتا ہوا جیلانی سیٹھ گاڑی سے اتر گیا۔ ڈھمپ نے نیچے اتر کر اس کے لئے دروازہ کھولنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ پچھلی سیٹ پر براجمان چیونگم سے شغل کرتا رہا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ بھی گاڑی سے اترا تھا۔ اور قریب ہی کے ایک کیفے کی طرف چل پڑا تھا۔ دفعتاً کسی نے پیچھے سے آواز دی۔ "پلپلی صاحب۔!"

وہ رک کر مڑا اور سوچنے لگا کہ اس نے اسے کہاں دیکھا تھا۔ قریب پہنچ کر اجنبی نے کہا۔ "یہ تم کھلے بندوں کہاں پھر رہے ہو۔!"

"بند بندوں تو ناممکن ہے۔!"

"کہنے کا مطلب یہ کہ حمزو کے پٹھے تمہیں سارے شہر میں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔!"

"کیا یہ جگہ سارے شہر میں شامل نہیں ہے! مجھے تو ابھی تک کوئی بھی دکھائی نہیں دیا.... لیکن تم کون ہو....!"

"میں اس وقت وہاں موجود تھا جب تم حمزو سے جھگڑا کر رہے تھے۔!"

"میں نہیں کر رہا تھا بلکہ اُسی نے شروع کیا تھا۔!"

"کچھ بھی ہو! تمہیں دو چار دن احتیاط برتنی چاہئے۔ ویسے سب کی ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں۔!"

"شکریہ....! اس شہر کے لوگ بہت اچھے ہیں۔!"

"کیا تم کہیں باہر سے آئے ہو۔!"

"فرید آباد سے۔!"

"تب تو اور زیادہ محتاط رہو۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح محتاط رہوں....!"

"خیر چھوڑو.... آؤ.... ایک ایک کپ چائے کا ہو جائے۔!" وہ اس کا بازو پکڑ کر کیفے کی طرف

لے جاتا ہوا بولا۔ اور ٹھیک اسی وقت ایک عجیب طرح کی خوشبو ڈھمپ کے ذہن پر حملہ آور ہوئی تھی۔ بڑی مسحور کن خوشبو تھی۔ اس نے دو تین لمبی لمبی سانسیں لیں۔ اور جاگتا جگمگاتا شہر ایک دم تاریک ہو گیا۔ نہ صرف شہر تاریک ہو گیا بلکہ اس کا وجود بھی اسی تاریکی میں گھل مل گیا۔

پھر نہ جانے کتنی دیر بعد وہ تاریکی کسی بپھرے ہوئے سمندر کی جھاگ اڑاتی ہوئی دیو پیکر لہروں میں تبدیل ہو گئی تھی۔ وہ لہریں اسے اچھالتی تھیں اور وہ بہت اونچائی سے پھر پانی کی سطح پر آگرتا تھا۔ لیکن آنکھیں نہیں کھل رہی تھیں۔ پھر کسی بہت بڑی مچھلی نے اس کی گردن دبوچی تھی اور پانی کی سطح پر سیدھا کھڑا کر دیا تھا۔ دفعتاً چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔ وہ سخت زمین پر کھڑا جھوم رہا تھا۔ لیکن نہ وہ سڑک تھی اور نہ وہ ماحول.... ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ صرف پانچ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اور اُن پر پانچ سیاہ پوش بیٹھے نظر آرہے تھے سر تا پا سیاہ پوش.... چہروں پر صرف آنکھوں کی جگہیں کھلی ہوئی تھیں۔

"اف.... فوہ....!" ڈھمپ سر جھٹک کر بولا۔ "تو یہاں بلیک بورڈ بیٹھا ہوا ہے۔!"

"خاموش رہو....!" ایک کرسی سے سرد سی آواز آئی۔

ڈھمپ نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ کمرے میں صرف ایک ہی دروازہ تھا اور کمرہ ایئر کنڈیشنڈ معلوم ہوتا تھا۔!

"تم کون ہو۔!" وہی آواز پھر سنائی دی۔

"ڈھمپ۔!"

"یہ کیا ہوتا ہے۔!"

"میری شکل دیکھ لو.... یہی ہوتا ہے۔!"

"تمہارا عہدہ کیا ہے۔!"

"ڈھمپوں کا کوئی عہدہ نہیں ہوتا۔ صرف عوام کے خادم ہوتے ہیں۔!"

"پولیس کے کس شعبے سے تعلق رکھتے ہو۔!"

"جس شعبے میں دل چاہے بھرتی کرادو۔!"

"سیدھی طرح بات کرو.... یہ حمزو غنڈے کا معاملہ نہیں ہے۔!"

"پھر کس شریف آدمی کے نمائندے ہو تم لوگ....!"

بولنے والا دوسرے نقاب پوش کی طرف متوجہ ہو گیا.... اور بولا۔!" اسے سبق دو۔!"

وہ نقاب پوش اٹھا۔ ڈھمپ نے اس کے ہاتھ میں چمڑے کا لمبا سا چابک دیکھا۔

"شراپ....!" چابک کی آواز کمرے میں گونجی تھی.... اور ڈھمپ نے لمبی چھلانگ لگا کر خود کو اس کی زد سے بچایا تھا۔

"کسی تانگے والے کے نمائندے معلوم ہوتے ہو۔!" ساتھ ہی ریمارک بھی پاس کیا تھا۔!

"ٹھہرو....!" دوسرا نقاب پوش ریوالور نکالتا ہوا بولا۔ "میں اسے کور کرتا ہوں.... اگر چابک کی مار سے بچے گا تو گولی کھائے گا۔!"

"اس کی نہیں ہوتی۔!" ڈھمپ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ریوالور یا چابک.... ویسے آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو۔!"

"اپنی حقیقت ظاہر کردو....!"

"فرید آباد سے ملازمت کی تلاش میں آیا تھا۔ انٹرویو بھی دیا.... لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ اتنے میں وہ حاملہ کتیا نظر آگئی۔!"

"کیا بک رہے ہو۔ کیسی حاملہ کتیا۔!"

"کیسی حاملہ کتیا.... عجیب سوال ہے۔ حاملہ کا مطلب بتاؤں یا کتیا کا۔ تم کتیا نہیں سمجھتے۔ ارے ایسی کتیا جو بچے دینے والی ہو۔!"

"یہ کیا بک رہا ہے....!" نقاب پوش نے اپنے برابر والے کی طرف دیکھ کر کہا۔

"وہ کیا بتائیں گے.... تمہاری ہی طرح کے تو ہیں۔ مجھ سے پوچھو....!" ڈھمپ جلدی سے بولا۔!" ہے تو حماقت ہی۔ بارہا شرمندہ بھی ہوا ہوں اپنی اس عادت پر۔ مگر مجبوری ہے۔ شائد کوئی کومپلکس ہے۔ بچپن ہی سے یہ حال ہے کہ اگر کہیں کوئی حاملہ کتیا نظر آجائے تو اس وقت تک اس کی دیکھ بھال کرتا رہتا ہوں جب تک کہ وہ فارغ نہ ہو جائے۔ یہاں بھی یہی ہوا۔ ادھر سے گذر رہا تھا کہ پلیا کے نیچے وہ کتیا نظر آگئی۔ بس اتنی ہی کہانی ہے میری.... ہاں.... وہ حمزو خوامخواہ لڑ پڑا تھا.... ورنہ میں بہت شریف آدمی ہوں.... دادا میاں کی طرف سے ڈھمپ اور ننھیال کی طرف سے کٹلمپ ہوں۔ شائد آپ لوگوں نے میرے نانا ہاورڈ کٹلمپ کا نام سنا ہو۔ جنہوں نے سڑکوں پر سے کوڑا اٹھانے کی مشین ایجاد کی تھی۔!"

"ہم نے نہیں سنا۔!"

"تو اب سن لو....!"

"جیلانی سے تمہارا کیا تعلق ہے۔!"

"ان کا باڈی گارڈ ہوں۔ حمزو سے جھگڑے کے بعد انہوں نے مجھے اس ملازمت کی پیش کش

کی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ انہیں اپنے کچھ کاروباری حریفوں کی طرف سے خطرہ ہے۔!"

"کیا خیال ہے؟ تمہاری عدم موجودگی میں اسے قتل کر دیا گیا ہوگا۔!"

"خدا کی پناہ۔۔۔!" ڈھمپ بوکھلا گیا۔

"تم ڈیوٹی پر تھے۔۔۔ اگر گاڑی میں اس کی لاش ملی اور تم غائب ہوئے تو۔! پولیس پہلے ہی سے تمہاری طرف سے تشویش میں مبتلا ہے۔!"

"یہ تم لوگوں نے کیا کیا۔۔۔!"

"ابھی نہیں ہوا۔۔۔ لیکن یہی ہوگا۔!"

"بڑی بزدلی کی بات ہے۔۔۔ اوہ۔۔۔ خدا کی پناہ۔۔۔!" ڈھمپ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ پانچوں نے قہقہے لگائے تھے۔ اور پھر ان میں سے ایک بولا تھا! "جیلانی سے کہہ دینا کہ جس طرح تم حیرت انگیز طور پر ہم تک پہنچ گئے ہو اسی طرح ہم جب بھی چاہیں اُسے بھی طلب کر سکتے ہیں۔!"

"تو وہ کاروباری حریف آپ ہی حضرات ہیں۔!"

"بکواس ہے۔۔۔ ہم اُس جیسے حقیر آدمی کے حریف کس طرح ہو سکتے ہیں۔!"

"پھر تو میری عقل حیران ہے۔!" ڈھمپ بے بسی ظاہر کرتا ہوا بولا۔

"کیا اس نے تمہیں تفصیل نہیں بتائی۔۔۔!"

"نہیں۔۔۔ بس اتنا ہی کہ انہیں اپنے کچھ کاروباری حریفوں کی طرف سے خطرہ ہے۔!"

"اس سے کہہ دینا کہ یہ آخری وارننگ تھی۔۔۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے اس کے سارے افراد خاندان ختم کر دیئے جائیں گے لیکن اُسے زندہ رکھا جائے گا۔!"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ یہاں سے میری واپسی ممکن ہے؟" ڈھمپ خوش ہو کر بولا۔

"آخری وارننگ پہنچانے کی حد تک تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن اگر اس کے افراد خاندان کے ساتھ تم بھی مارے گئے تو یہ تمہاری اپنی غلطی ہوگی۔!"

"ملازمت بھی ملی تو تلوار کی دھار پر۔!" ڈھمپ برا سا منہ بنا کر بولا۔

"تمہاری کیا حقیقت ہے اگر جیلانی پوری فوج بھی رکھ لے تو ہوگا وہی جو ہم چاہیں گے۔!"

"لیکن۔۔۔ آخر تم لوگ مجھے پولیس والا سمجھنے پر کیوں مصر تھے۔!"

"خیال ہوا تھا کہ شائد اس نے پولیس سے مدد طلب کر لی ہے۔!"

"کیا وہ ایسا نہیں کر سکتے۔!"

"ہرگز نہیں۔! کوئی چور پولیس سے مدد طلب کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتا۔!"

"چور۔۔۔ یعنی جیلانی سیٹھ۔۔۔!"

"ایک گھٹیا قسم کا معمولی چور۔!"

"پتا نہیں۔۔۔ میں کس چکر میں پڑ گیا ہوں۔ مگر بھائیو۔! آخر اس بے چاری کتیا کا کیا قصور تھا۔ آپ لوگوں نے اسے کیوں مار دیا۔ اور اس کے بچے کیوں اٹھوا لیے۔!"

"کیوں بکواس کر رہے ہو ہم ایسا کیوں کرنے لگے۔ کیا اس نے کوئی ایسی کہانی بھی سنائی ہے!"

"جی ہاں۔۔۔ ان کی صاحب زادی نے اپنے بیڈ روم کی کھڑکی سے سارا ماجرہ دیکھا تھا۔ کئی آدمی ایک جیپ سے اترے تھے۔ کتیا پر گولی چلائی تھی۔ اور اس کے بچوں کو اٹھا لے گئے تھے۔!"

"اس معاملے کو پراسرار بنا کر پیش کیا گیا ہے تمہارے سامنے۔۔۔ ہو سکتا ہے وہ جیلانی ہی کے آدمی رہے ہوں۔!"

"لیکن دوستو۔۔۔! میں کوئی ایسا اہم آدمی نہیں ہوں۔ جسے کچھ باور کرانے کے لئے جیلانی سیٹھ کو اس قسم کا ناٹک کھیلنا پڑے۔۔۔!"

"اسی بنا پر تو ہمیں خیال ہوا تھا کہ تم کوئی اہم آدمی ہو۔!"

"تب تو مروا ہی دیا تھا جیلانی سیٹھ نے۔!"

"اب کیا ارادہ ہے۔۔۔ ملازمت جاری رکھو گے۔۔۔!"

"ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا۔!"

"ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ تم پوری وضاحت کے ساتھ ہماری آخری وارننگ اس تک پہنچا دو۔!"

دفعتاً ڈھمپ نے پھر وہی خوشبو محسوس کی تھی۔ سر چکرایا تھا اور وہ ایک بار پھر ڈھیر ہو گیا تھا۔

دوسری بار آنکھ کھلی تو سب سے پہلے سردی اور تیز ہوا کا احساس ہوا۔ پھر تاریکی ہی تاریکی۔۔۔ اور بدبو کے بھبکے۔۔۔ اٹھنا چاہا لیکن سر چھت سے ٹکرایا تھا۔۔۔ خدا کی پناہ۔۔۔ کیا وہ کسی صندوق میں بند ہے۔۔۔! اس نے سوچا اور تیزی سے سر سہلانے لگا۔۔۔ ٹھیک اسی وقت کسی گاڑی کے ہیڈ لیمپس کی روشنی نظر آئی تھی۔۔۔ اور وہ اچھل پڑا تھا۔ ایک بار پھر سر میں چوٹ آئی اور وہ گھٹنوں کے بل چلتا ہوا پلیا سے باہر نکل آیا۔ یہ وہی پلیا تھی جس کے نیچے کتیا نے بچے دیئے تھے۔

وہ جیلانی سیٹھ کے بنگلے تک آیا۔ چوکیدار دھاڑا تھا۔ "کون ہے؟"

"بس بس۔۔۔ زیادہ تیزی دکھانے کی ضرورت نہیں۔!" ڈھمپ بیزاری سے بولا۔

"کون پلپلی صاحب۔۔۔!" چوکیدار نے سخت لہجے میں کہا۔! "پھاٹک نہیں کھلے گا صاحب

نے کہا ہے صبح کو آکر اپنا سامان لے جانا۔!"

"کیا بات ہے؟ آخر ہوا کیا۔!"

"تم صاحب کو بتائے بغیر غائب ہو گئے تھے۔ صاحب ناراض ہیں۔!"

"اگر جاگ رہے ہیں تو انہیں اطلاع دے دو کہ میں واپس آگیا ہوں.... اگر اس وقت ملاقات نہ ہو سکی تو پھر کبھی نہ ہو گی۔!"

دفعتاً کہیں دور سے جیلانی سیٹھ کی آواز آئی۔ "کون ہے.... کیا بات ہے؟"

"میں ہوں سیٹھ یہ چوکیدار پھاٹک نہیں کھول رہا۔" ڈھمپ نے ہانک لگائی۔

"یہ کیا حرکت تھی؟" اس بار قریب ہی سے آواز آئی۔

"پھاٹک کھول دو.... !" جیلانی نے چوکیدار سے کہا۔

"اور پھر تھوڑی دیر بعد ڈھمپ لائبریری میں بیٹھا اپنی کہانی سنا رہا تھا۔ جیلانی سیٹھ کے چہرے کی رنگت پھیکی پڑتی جا رہی تھی۔ اس کے خاموش ہونے پر تھوک نگل کر بولا۔ "تو تم کیفے بہار والے فٹ پاتھ پر تھے۔!"

"جی ہاں! چائے کی طلب ہوئی تھی۔ میں نے کہا جب تک آپ بلڈ پریشر چیک کرائیں میں ایک کپ چائے پی لوں....!"

"اور وہیں تم پر غشی طاری ہوئی تھی۔!"

"جی ہاں! میں بیان نہیں کر سکتا کہ کیسی خوشبو تھی۔!"

"کئی آدمی بے ہوش ہوئے تھے۔ اور انہیں ہسپتال پہنچایا گیا تھا۔ تمہیں بھی شائد اسی بہانے سے کوئی اٹھا لے گیا ہو گا۔!"

"جو کچھ بھی ہوا ہو! اب اس کا ذکر فضول ہے! آخری وارننگ میں نے آپ تک پہنچا دی۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں....!"

"اگر اپنے خاندان والوں کی زندگیاں عزیز ہیں تو ان کا مطالبہ مان لیجئے۔!"

"کون سا مطالبہ۔!"

"وہی جس کی وضاحت آپ نے نہیں کی تھی۔!"

"میں اس کی وضاحت نہیں کر سکتا۔!"

"آپکی مرضی! لیکن اب مجھے چھٹی دیجئے۔! نقاب پوشوں سے مجھے ہول آتا ہے۔ ایسی فلمیں بھی نہیں دیکھتا جن میں کسی نقاب پوش کا رول بھی شامل ہو۔ وہ پانچوں مجھے خطرناک لگے تھے۔!"

"بس ڈر گئے۔!"

"نہیں سیٹھ! لیکن کسی معاملے کو پوری طرح سمجھے بغیر دخل اندازی بھی نہیں کرتا۔ اور آپ خود سوچئے کہ ان لوگوں نے کتنی آسانی سے مجھے اٹھوا لیا تھا۔!"

"لیکن وہ تمہیں کوئی نقصان بھی تو نہیں پہنچا سکے۔!"

"محض اسلئے انہوں نے مجھے وقتی طور پر بخش دیا تھا کہ میں ان کا پیغام آپ تک پہنچا دوں۔!"

"ہاں یوں بھی سوچا جا سکتا ہے۔!"

"سوچا نہیں جا سکتا۔ بلکہ حقیقت یہی ہے۔ انہوں نے یہی کہہ کر مجھے واپس کیا تھا کہ میں ان کا پیغام آپ تک پہنچا دوں۔!"

"دیکھا جائے گا۔! میں بھی کسی قدر وزن رکھتا ہوں۔ ورنہ وہ اتنے دنوں سے صرف دھمکیاں ہی نہ دیتے رہتے۔!"

"آپ کے خاندان والوں کی زندگیوں کا سوال ہے۔!"

"ڈھمپ کہیں انہوں نے تمہیں رشوت دے کر اپنا ہم نوا نہ بنا لیا ہو۔!"

"بس سوچ جائیے۔ میں تو چلا۔ اسی وقت اپنا سامان بھی اٹھاؤں گا۔!"

"ٹھہرو!" جیلانی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تم اس طرح نہیں جا سکتے۔! میں واقعی خطرے میں ہوں۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ میں ایسے حالات میں کیا کر سکوں گا۔ خدا کی پناہ! میں تو اسے خوشبو کا حملہ ہی کہوں گا۔!"

"بہر حال انہوں نے تمہیں اچھی طرح مرعوب کیا ہے۔!"

"میری کیا اہمیت ہے۔ یہی سوال میں نے ان سے بھی کیا تھا۔ اور وہ تو مجھے پولیس کا آدمی بھی سمجھتے تھے۔!"

"ان کا خدشہ بے بنیاد نہیں تھا۔! ان کے خلاف میں پولیس کی مدد بھی لے سکتا ہوں۔!"

"تو پھر یہی کیجئے۔ ورنہ آپ کے افراد خاندان۔!"

"بس....!" جیلانی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "بار بار افراد خاندان کا حوالہ نہ دو۔!"

"بہت بہتر۔!" ڈھمپ سر ہلا کر بولا۔ "لیکن آپ نے مجھے جس مقصد کے تحت ملازم رکھا ہے اس میں ناکام ہو چکا ہوں۔!"

"تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کا بھی یہی حشر ہوتا۔!"

"ایسے حالات میں میرا عدم اور وجود دونوں برابر ہیں۔!"

"میں ایسا نہیں سمجھتا۔!"

"تو میری ملازمت برقرار رہے گی۔!"

"صد فیصد۔ میں دراصل یہ سمجھا تھا کہ تم نے غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا ہے۔!"

"اس کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا سیٹھ.... کبھی ضرورت پڑی تو آپ دیکھ ہی لیں گے۔ ویسے آپ بلڈ پریشر چیک کرانا چھوڑ دیجئے۔!"

"کیا مطلب۔!"

"روزانہ ناشتے کے بعد لہسن کے تین جوے لے کر منہ میں ڈالئے اور کچل کر نگل جایئے۔ **خدا نے چاہا تو کبھی بلڈ پریشر ہائی نہیں ہوگا۔ معالج حضرات اگر مریضوں کو الجھائے نہ رکھیں تو بڑی بڑی کوٹھیاں کیسے تعمیر کرا سکیں۔!"**

"فضول باتیں نہ کرو جا کر سو جاؤ۔!"

"اور ہاں ان لوگوں نے کتیا کی موت اور اس کے بچوں کے غائب ہو جانے والے واقعے سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔ ان کا خیال ہے کہ یہ سب آپ ہی نے کرایا تھا تاکہ حالات پراسرار بن جائیں....!"

"مجھے اس سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔!"

"مجھ سے سوال نہ کیجئے۔ میں نے انکا کہا بتایا تھا۔ اس سلسلے میں میری اپنی کوئی رائے نہیں۔!"

"اگر انہوں نے تمہیں مجھ سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی تھی تو مجھے سوچنا پڑے گا۔!"

ڈھمپ اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "کیا سوچنا پڑے گا۔!"

"یہی کہ تم کسی نہ کسی طرح سچ مچ میرے لئے بہت اہم ہو۔!"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ میں خود نہیں جانتا کہ میں کیا چیز ہوں....!"

"وقت ہی بتائے گا کہ تم کیا چیز ہو۔!"

"اپنی دانست میں تو میں نے ابھی تک ایک ہی خدمت کی ہے۔!"

"کیا....!" جیلانی چونک کر اسے گھورنے لگا۔!

"نانا جان.... مسٹر ہاورڈ کلامپ کی بیاض خاص کا نسخہ برائے ہائی بلڈ پریشر آپ کے گوش گزار کر دیا ہے۔ اور استدعا کی ہے کہ زیباؤں سے دور رہیے ورنہ محض دیدار ہی سے بلڈ پریشر ہائی جمپ لگا سکتا ہے....!"

"پھر بکواس شروع کر دی... جاؤ سو جاؤ....!" جیلانی آنکھیں نکال کر بولا۔

"آپ کی آنکھیں بہت خوبصورت ہیں جناب۔! مجھے یقین ہے کہ وہ خود ہی چاہتی ہوگی کہ آپ روزانہ اپنا بلڈ پریشر چیک کرالیا کریں۔!"

"چلے جاؤ ورنہ تھپڑ رسید کر دوں گا۔!" جیلانی نے جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"او کے باس! کہہ کر ڈھمپ دروازے کی طرف مڑ گیا۔ ٹھیک اسی وقت اسے ایسا محسوس ہوا جیسے باہر کوئی موجود ہو۔ جھٹکے کے ساتھ اس نے دروازہ کھولا تھا۔ باہر جو کوئی بھی تھا تیزی سے بائیں جانب والی تاریک راہداری میں غائب ہو گیا۔

ڈھمپ پورے بنگلے کو پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ جانتا تھا کہ اب کس طرح اور کہاں اس سے دوبارہ مڈبھیڑ ہو سکے گی۔ بڑی تیزی سے وہ بائیں جانب مڑا تھا اور ایک کمرے میں گھس کر دوسری طرف نکل گیا تھا۔ پھر زینوں کے قریب اس نے اسے جا ہی لیا۔

"خدا کی پناہ۔!" وہ اس کا راستہ روکتا ہوا بولا۔ "آپ ہیں....!"

غزالہ کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"پاپا کی ٹوہ میں رہتی ہو.... بُری بات ہے....!"

"خاموش رہو....!" وہ آہستہ سے سخت لہجے میں بولی۔ "اوپر چلو....!"

"جی بہت بہتر....!" ڈھمپ نے سعادت مندانہ انداز میں کہا اور اس سے پہلے ہی زینوں پر جا چڑھا۔ وہ اسے اپنی خواب گاہ کے برابر والے کمرے میں لے آئی تھی۔

"میں نے ساری باتیں سُنی تھیں۔!" اس نے ڈھمپ کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"ارے باپ رے....!"

"تم مجھے ایماندار آدمی معلوم ہوتے ہو۔!"

"عزت افزائی کا شکریہ۔!"

"جھوٹ نہیں سننا چاہتی۔!"

"میں نے سیٹھ صاحب کو جو کچھ بھی بتایا ہے اس میں ایک فیصد بھی جھوٹ شامل نہیں۔!"

"مجھے اس سے بحث نہیں۔ میں تم سے جو کچھ معلوم کرنا چاہتی ہوں اس کے سلسلے میں تم دروغ گوئی سے کام نہیں لو گے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"کیا ڈیڈی کوئی غیر قانونی کام کر رہے ہیں۔!"

"خدا ہی جانے.... میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔! جو کچھ مجھے بتایا وہی میں نے ان

نامعلوم آدمیوں کے سامنے بھی دہرایا تھا۔ آپ بھی سن لیجئے انہوں نے اپنے بعض کاروباری حریفوں کی دستبرد سے بچنے کے لئے میری خدمات حاصل کی ہیں۔!"

"وہ نامعلوم آدمی کیا چاہتے ہیں....!"

"مجھے معلوم ہو جائے تو ان کی چاہت کا خاتمہ چٹکی بجاتے کر سکتا ہوں۔!"

"کیا انہوں نے اپنے کاروباری حریفوں کی نشاندہی بھی کی ہے۔!"

"جی نہیں۔!"

"باڈی گارڈ تو زندگی کی حفاظت کے لئے رکھا جاتا ہے۔!"

"اسے لائف گارڈ کہتے ہوں گے۔ باڈی گارڈ تو صرف اوپری ٹوٹ پھوٹ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔!"

"یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ کاروباری حریف زندگی کے خواہاں نہیں ہیں صرف ہاتھ پیر توڑ دینا چاہتے ہیں۔!"

"میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہتا مس صاحبہ! لیکن اب آپ میرے ایک سوال کا جواب دیجئے۔!"

"پوچھو! کیا پوچھنا ہے۔!"

"آپ کو یہ خدشہ کیوں کر لاحق ہوا کہ آپ کے ڈیڈی کوئی غیر قانونی کام کر رہے ہیں۔!"

"بہتیرے بزنس مین کر رہے ہیں اور اسے بُرا نہیں سمجھتے۔!"

"آپ کے ڈیڈی کیا کر سکتے ہیں۔!"

"یہ میں نہیں جانتی۔ لیکن ایک ایسے تاجر کو جانتی ہوں جو بظاہر دیسی گھی کی تجارت کرتا ہے۔ لیکن اصل بزنس چرس کی اسمگلنگ ہے۔!" غزالہ نے کہا۔

"گھی کی تجارت ہونے کی بنا پر چرس کی نقل و حرکت آسان ہو جاتی ہے۔! گھی کے کنستروں میں دو خانے بنوا لیئے گئے۔ نچلے خانے میں چرس اور اوپر گھی بھرا ہوا ہے۔! کسٹم والے جھک مار کر رہ جائیں گے۔ یہ بات تو سمجھ میں آسکتی ہے لیکن آپ کے ڈیڈی کا بزنس....!"

"ان کے مختلف بزنس ہیں۔!"

"آخر کس بزنس کی آڑ میں وہ کوئی غیر قانونی بزنس بھی کر سکتے ہیں۔!"

"یہ میں نہیں جانتی۔!"

"آپ کے ڈیڈی شریف آدمی ہیں۔ ان کے بارے میں ایسی باتیں نہ سوچئے....!"

"میں ان کیلئے فکر مند ہوں اور تمہاری وجہ سے اس فکر مندی میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔!"

"اگر ایسی بات ہے تو اسی وقت میں یہ ملازمت ترک کرنے کو تیار ہوں۔!"

"تم غلط سمجھے۔! میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ تم مجھ سے ساز باز کر لو۔!"

"اس ساز باز کی نوعیت کیا ہو گی۔!"

"اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ ڈیڈی کوئی غلط کام کر رہے ہیں تو مجھے آگاہ کر دینا....!"

"یہ قطعی ناممکن ہے! اس سے میرے کردار میں حرف آئے گا لیکن اگر میں اچانک غائب ہو جاؤں تو یہی سمجھ لیجئے گا۔!"

"کیا مطلب۔!"

"اگر مجھے شبہہ بھی ہو گیا کہ وہ کوئی کام خلافِ قانون کر رہے ہیں تو پھر یہاں نہیں ٹکوں گا۔!"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی....!"

"میں نے آپ کے ڈیڈی کو بھی آگاہ کر دیا ہے کہ میں کسی غیر قانونی حرکت میں ملوث ہونا پسند نہیں کروں گا۔!"

"دوسری بات....! آخر ڈیڈی نے کس بناء پر تمہیں اس قدر قابلِ اعتماد سمجھ لیا کہ تم اس طرح بنگلے میں گھومتے پھر رہے ہو۔!"

"اس سلسلے میں خود اپنے ذہن کو ٹٹولئے.... آخر آپ کس بنا پر مجھ سے اس قسم کی باتیں کر رہی ہیں.... اور یہاں لے آئی ہیں....!"

"تت.... تم....!" وہ ہکلا کر رہ گئی۔ پھر ہنس کر بولی۔! "تمہاری شکل ہی ایسی ہے....!"

"آپ نے ہم دونوں کی پوری گفتگو سنی تھی۔!" ڈھمپ نے اس ریمارک کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

"ہاں.... میں نے پوری گفتگو سنی تھی۔!"

"اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اپنے ڈیڈی کی طرح آپ بھی ان پانچوں نقاب پوشوں اور ان کی دھمکیوں سے مرعوب نظر نہیں آتیں....!"

"میری ہی طرح انہوں نے بھی اس واقعے پر یقین نہ کیا ہو گا۔!"

"کیا مطلب....!"

"اپنی نوکری پکی کرنے کے لئے تم نے یہ کہانی گھڑی ہے۔!"

وہ تیزی سے دروازے کی طرف مڑا تھا.... اور باہر نکل گیا تھا۔

جولیا اسے ساتھ لے کر ہوٹل سے نکلی تھی۔ اور رانا پیلس کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔ اور اس کام کے لئے اپنی گاڑی استعمال کرنے کی بجائے ٹیکسی کا انتظام کیا تھا لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اس نے روانگی سے قبل ایکس ٹو کو اطلاع دی تھی۔ اور ایکس ٹو نے اسے بتایا تھا کہ کن راستوں سے گذر کر اسے رانا پیلس تک پہنچنا ہے آخر اس کی کیا ضرورت تھی۔ مقصد تو رانا پیلس تک پہنچنا تھا۔ خواہ کوئی راستہ اختیار کیا جاتا۔ اور پھر ایکس ٹو ہی کی ہدایت کے مطابق اپنی گاڑی انٹر نیشنل کی کمپاؤنڈ میں چھوڑ دینی پڑی تھی۔ اس نے خصوصیت سے تاکید کی تھی کہ کنجی اگنیشن ہی میں چھوڑ دی جائے۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ گاڑی کوئی اور وہاں سے لے جائے گا۔ بہر حال اب وہ ٹیکسی میں روزا میکسوئیل کو بتائے ہوئے راستوں سے رانا پیلس کی طرف لے جا رہی تھی۔ اس طرح ٹیکسی کو ایک سنسان راستے سے بھی گذرنا پڑا۔ جو صرف نیول ہیڈ کوارٹر کی گاڑیوں کے لئے مخصوص تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے انہیں آگاہ بھی کیا تھا کہ وہ عام راستہ نہیں ہے۔ لیکن جولیا نے اسے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ انہیں روکا نہیں جائے گا۔ ویسے یہ اور بات ہے کچھ ہی دور چلنے کے بعد ان کا راستہ ایک لمبی سی گاڑی نے روک لیا ہو۔ بیچ سڑک پر آڑی کھڑی کی گئی تھی۔ ٹیکسی والا ہارن پر ہارن دیتا رہا۔ لیکن وہ اپنی جگہ سے ہلی تک نہ تھی۔ بالآخر اس نے اس کے قریب پہنچ کر ٹیکسی روک دی اور دوسرے ہی لمحے میں اس کے دیوتا بھی کوچ کر گئے۔ کیونکہ دو ریوالور کی نالیں ان کی طرف اٹھی تھیں۔ تیسرا آدمی گاڑی سے اتر کر ٹیکسی کے قریب آیا اور ڈرائیور کو قہر آلود نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ "تم چپ چاپ بیٹھے رہنا نہیں تو کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا۔!"

جولیا نے آواز سے پہچانا تھا کہ وہ صفدر کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ویسے میک اپ اتنا ہی مکمل تھا کہ اس کے فرشتے بھی نہ پہچان سکتے۔!"

"یہ کیا ہو رہا ہے۔!" روزا خوف زدہ سی آواز میں بولی۔

"تم دونوں خاموشی سے اتر کر گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔!" ان سے کہا گیا۔

"لل.... لیکن کیوں۔!" جولیا نے بدحواسی کی ایکٹنگ کی۔

"یہ بعد میں بتا دیا جائے گا۔ جلدی کرو....!"

اس نے ٹیکسی کا دروازہ کھولا تھا۔ ڈرائیور اپنی سیٹ پر بیٹھا ہانپتا رہا۔ اس نے انجن بند نہیں کیا تھا۔

"انجن بند کر دو۔!" صفدر ڈپٹ کر بولا۔ ڈرائیور نے مشینی انداز میں تعمیل کی تھی۔

ان دونوں کو ٹیکسی سے اتر کر دوسری گاڑی میں بیٹھنا پڑا تھا۔ صفدر بھی ان کے قریب ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔!

"دفع ہو جاؤ۔!" اس نے ٹیکسی ڈرائیور کی طرف ہاتھ اٹھا کر سخت لہجے میں کہا تھا۔ اور ڈرائیور نے انجن اسٹارٹ کر کے ٹیکسی اسی طرف موڑ دی تھی جدھر سے آیا تھا۔ دوسری گاڑی بھی سیدھی ہوئی اور سفر دوبارہ شروع ہو گیا۔

"تم لوگ غیر ملکیوں کو لوٹ کر اچھی مثال نہیں قائم کرو گے۔!" جولیا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"خاموش بیٹھی رہو۔!" صفدر غرایا۔ اس نے بھی اپنا ریوالور نکال کر گود میں رکھ لیا تھا۔

روزا میکسوئیل کی تو گھگھی بندھ گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُس کے حلق سے تو اب آواز ہی نہ نکل سکے گی۔ کبھی کبھی شکایت آمیز نظروں سے جولیا کی طرف دیکھ لیتی تھی۔!

دفعتاً جولیا نے اس سے کہا۔ "بے فکر رہو! ٹیکسی ڈرائیور پولیس کو مطلع ضرور کرے گا۔ اور یہ لوگ ہمارا بال بھی بیکا نہ کر سکیں گے۔!"

اس پر صفدر نے قہقہہ لگایا تھا۔ لیکن اظہارِ خیال نہیں کیا تھا۔ گاڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی رہی۔

"آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو۔!" جولیا تھوڑی دیر بعد بولی۔

"کچھ بھی نہیں۔ اگر تم دونوں نے خاموشی سے تعاون کیا تو تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔!"

"یعنی ہم چپ چاپ تمہارے ساتھ چلتے رہیں۔!"

"یہی مطلب ہے۔!" صفدر بولا۔

"آخر کیوں۔!"

"تم شائد بہت زیادہ بولنے کی عادی ہو۔!"

"ہم مٹی کے توے نہیں ہیں۔!"

"بہت زیادہ بہادری نہ دکھاؤ۔!"

"خ.... خاموش رہو۔!" روزا جولیا کے زانو پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

جولیا نے اس کے ہاتھ میں لرزش سی محسوس کی۔

صفدر کو تو اس نے آواز سے پہچانا تھا لیکن وہ دونوں کون تھے! وہ سوچتی رہی اتنے میں روزا نے جرمن زبان میں کہا۔ "اب کیا ہوگا..... یہ لوگ بتاتے کیوں نہیں کہ اس کا مقصد کیا ہے۔!"

"میں بہت شرمندہ ہوں۔!" جولیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی "نہ میں تمہیں ہوٹل سے نکالتی نہ یہ اُفتاد پڑتی۔!"

"میں تمہیں الزام نہیں دے رہی۔!" روزا جلدی سے بولی۔ "کیا یہ لوگ ہمیں فروخت کر دیں گے۔ میں نے سنا تھا کہ ان اطراف میں اب بھی بردہ فروشی ہوتی ہے۔!"

"نہیں..... یہ غلط ہے..... میں کئی سال سے یہاں مقیم ہوں۔ پہلی بار اس قسم کے واقعے سے دوچار ہوئی ہوں۔ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔!"

"تب تو تم ان سے پوچھو کیا یہ سب کچھ میری وجہ سے ہو رہا ہے۔!"

"تمہاری وجہ سے کیوں؟ تمہیں یہاں والے کیا جانیں۔!"

"تم پوچھو تو..... ہو سکتا ہے اُسی نے کوئی کھیل شروع کیا ہو جس کیلئے میں یہاں آئی تھی۔!"

"یہ تم دونوں نے کس زبان میں گفتگو شروع کر دی ہے۔!" صفدر نے انگلش میں کہا۔

"ہم اس وقت تک تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دیں گے جب تک تم ہمیں اس حرکت کا مقصد نہیں بتاؤ گے۔!" جولیا نے بھی انگلش ہی میں جواب دیا تھا!

"ہم اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے کہ تمہیں ایک جگہ پہنچانا ہے۔!"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ کام تم کسی اور کے لئے کر رہے ہو۔!"

"یہی بات ہے.....!" صفدر سر ہلا کر بولا۔

"وہ کون ہے۔!"

"میں نے کہا تھا کہ خاموش بیٹھو۔!" صفدر نے غصیلی آواز میں کہا۔

"چپ رہو.....!" روزا نے پھر جولیا کا زانو دبایا۔

گاڑی اب ایک کچے راستے پر چل رہی تھی۔ جس کے دونوں اطراف میں دور دور تک کپاس کے کھیت بکھرے ہوئے تھے۔ کچھ اندازہ ہی نہیں ہو سکا تھا کہ گاڑی کب شہر کی حدود سے باہر نکل گئی تھی۔

دفعتاً جولیا تذبذب میں پڑ گئی۔ ہو سکتا ہے یہ صفدر نہ ہو۔ اگر اس قسم کی کوئی اسکیم ہوتی تو اسے لاعلم رکھنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔! مگر ایکس ٹو کی ہدایات پر غور کرتے ہی پھر سارے شبہات رفع ہو گئے شائد اسی لئے اس نے راستوں کی نشاندہی کر دی تھی کہ سنسان سڑک پر اس

کے دوسرے ماتحت بہ آسانی اپنی کارگذاری دکھا سکیں۔

گاڑی ایک جگہ رُک گئی اور صفدر نے ان سے کہا۔ "اب کچھ دور پیدل چلنا پڑے گا۔!"

روزا میکسویل کی حالت ابتر ہوتی جا رہی تھی۔ جولیا نے اسے سہارا دیا۔ قریبی پگڈنڈی سے گذر کر وہ لکڑی کے تختوں سے بنائے ہوئے ایک جھونپڑے تک پہنچے تھے۔

"مم..... میں..... بہت خائف ہوں۔!" روزا نے آہستہ سے جولیا کے کان میں کہا۔

"میں بہت شرمندہ ہوں۔ میری وجہ سے.....!"

"تم بھی تو پڑی ہو مصیبت میں.....! لیکن یہ سب کچھ میرے لئے ہے یا تمہارے لئے میرے پاس کا کوئی جواب نہیں ہے۔!"

جھونپڑے کے اندر دو تخت پڑے ہوئے تھے۔ ایک پر ان دونوں کو بٹھا دیا گیا۔ صفدر کے ساتھی دروازے کے قریب ہی کھڑے رہے تھے۔ اور وہ آگے بڑھ کر بولا تھا۔

"تم میں سے کون ہے جو ایران سے آئی ہے.....!"

"کک..... کیوں؟" روزا بول پڑی۔

"تو تم ہی ہو.....!"

اُس نے خوفزدہ انداز میں سر کو جنبش دی۔ اور صفدر اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "تم نے ابھی تک رپورٹ کیوں نہیں دی..... اور یہ کون ہے؟"

"میری وہ ڈائری کھو گئی جس پر پتہ لکھا ہوا تھا۔!" وہ آہستہ سے بولی۔

"پتہ تمہیں زبانی یاد ہونا چاہئے۔!"

"مجھے یقین دلایا گیا تھا کہ وہ مجھے انٹرنیشنل کے کمرہ نمبر بائیس میں ملے گا۔ پتے کی حیثیت ثانوی تھی۔!"

"تو پھر وہ کہاں گیا.....!"

"اگر جانتی ہوتی تو یہ حشر کیوں ہوتا.....!" اُس نے جولیا کی طرف دیکھ کر کہا۔ "ان سے اتفاقاً ملاقات ہو گئی تھی۔ اور یہ مجھے اپنے ساتھ لئے جا رہی تھیں۔ ورنہ میرا کیا حشر ہوتا۔!"

"ہو سکتا ہے کہ تم نے اُسے پہچانا نہ ہو۔!"

"وہ تین دن پہلے کمرہ نمبر بائیس میں مقیم تھا۔ نام بدلے جا سکتے ہیں صورت نہیں بدلی جا سکتی۔ میں نے روم سروس والوں کو اس کی تصویر دکھا کر تصدیق کی تھی۔!"

"اوہ..... تو تصویر ہے تمہارے پاس.....!"

"کیوں نہیں....!"

"لاؤ.... دیکھوں....!" اُس نے اُس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ روزا نے ہینڈ بیگ سے ایک تصویر نکال کر اُسے تھما دی۔!

اس دوران میں جولیا حیرت سے کبھی روزا کی طرف دیکھتی رہی تھی اور کبھی صفدر کی طرف آنکھوں میں ایسے ہی آثار تھے جیسے وہ دونوں سمجھ میں نہ آنیوالی کسی زبان میں گفتگو کر رہے ہوں۔

صفدر نے تصویر پر اچٹتی ہوئی سی نظر ڈالی تھی۔ اور پھر اسے جیب میں رکھتا ہوا بولا تھا۔ "اب پہلے ہم اسے تلاش کریں گے اُس کے بعد ہی بات آگے بڑھ سکے گی....!"

"اور میرا کیا ہوگا۔!"

"تم اس وقت تک ہمارے ساتھ رہو گی جب تک ہم اسے نہ ڈھونڈ نکالیں۔ دونوں کا تحفظ کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ اور صفدر نے جولیا سے کہا۔ "تم جہاں جانا چاہو جا سکتی ہو....!"

"کیا مطلب....!"

"یہ ہمارے ساتھ جائے گی۔!"

"تم آخر ہو کون....!" جولیا آنکھیں نکال کر بولی۔

"بس بات بڑھانے کی ضرورت نہیں۔!" صفدر نے ہاتھ اٹھا کر سخت لہجے میں کہا۔ "یہ ہماری مہمان ہیں ایک غلط فہمی کی بنا پر ہم تک نہیں پہنچ سکی تھیں۔!"

جولیا نے روزا کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر ہچکچاہٹ کے آثار تھے۔ وہ چند لمحے اسے پر تشویش نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "تم کیا کہتی ہو۔!"

"یہ لوگ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میری ذمہ داری انہی لوگوں پر ہے۔!"

"ان لوگوں پر....!" جولیا طنزیہ لہجے میں بولی۔ "جو ریوالور دکھا کر اپنی باتیں منواتے ہیں۔!"

"کسی غلط فہمی کی بناء پر ایسا ہوا تھا۔!"

"مجھے کیا....!" جولیا شانے سکوڑ کر بولی پھر اس نے صفدر سے کہا۔ "مجھے واپس انٹر نیشنل پہنچا دو۔!"

"لیکن اگر تم نے کوئی غیر معمولی حرکت کی تو نتیجے کی خود ذمہ دار ہو گی۔!"

"غیر ضروری باتوں سے مجھے کوئی دل چسپی نہیں۔!" جولیا نے خشک لہجے میں کہا۔

"اچھی بات ہے.... تو چلو....!" اس نے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

لیکن روزا میکسویل کو وہیں روک لیا گیا تھا۔

باہر نکل کر صفدر آہستہ سے بولا "تم بہت اچھی اداکارہ ہو۔!"

"چکر کیا ہے....!" جولیا نے پوچھا۔

"پتا نہیں.... بس یہ کہا گیا تھا کہ تم دونوں کو اس ہٹ تک لے جایا جائے پھر اسے وہیں روکا جائے۔ اور تم واپس کر دی جاؤ۔!"

"ٹیکسی ڈرائیور نے تمہاری گاڑی کے نمبر ضرور نوٹ کئے ہوں گے.... اور پولیس کو اطلاع دے دی ہو گی۔!"

"نمبر پلیٹ بدلی جا چکی ہے۔ اور کیا تم سچ مچ انٹر نیشنل واپس جانا چاہتی ہو۔!"

"میری گاڑی وہیں ہے۔!"

"اگر تم نے ایکس ٹو کی ہدایت کے مطابق کنجی اگنیشن ہی میں چھوڑ دی ہو گی تو اب تک اسے تمہارے بنگلے پر پہنچا دیا گیا ہو گا۔!"

"عمران کا بھی کہیں پتا ہے۔!"

"نہیں میں نہیں جانتا۔!"

"لہجے ہی سے جھوٹ کی بو آ رہی ہے۔!"

"سوال یہ ہے کہ جب تم نے نیمو سے معلوم کر لیا ہے تو مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو۔!"

"اوہ.... تو اتنی دیر میں اس نے تمہیں مطلع بھی کر دیا۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا میں نے قیاساً کہا تھا۔!"

"تمہیں بھی بتایا ہو گا اس نے۔!"

"بات ہی ایسی تھی کہ اس کے پیٹ میں نہیں ٹک سکی تھی۔!"

"تمہارا کیا خیال ہے اس کے متعلق۔!"

"غالباً ٹیلی گرافک میسج کے بارے میں میرا خیال معلوم کرنا چاہتی ہو۔!"

"ظاہر ہے....!"

"ہو سکتا ہے کوڈ ورڈز ہوں....!"

"ہمارے مروجہ کوڈ سے مختلف....! لیکن یہ زیبا....!"

"قیاس آرائیوں سے کیا فائدہ....!"

"میں شاہ دارا کی ایک لیڈی ڈاکٹر زیبا کو جانتی ہوں۔!"

"ضروری نہیں کہ عمران صاحب بھی اسے جانتے ہوں۔!"

"عمران ہی نے ایک بار تعارف کرایا تھا۔ کیپٹن فیاض کی کزن ہے شائد....!"

"خواہ مخواہ سر کھپا رہی ہو۔!" صفدر نے کہا۔!" ویسے یہ مشورہ دوں گا کہ اب اپنی چھان بین کا سلسلہ ختم کردو۔!"

"میں نے تم سے مشورہ نہیں طلب کیا تھا۔" جولیا نے تلخ لہجے میں کہا۔

صفدر پھر کچھ نہیں بولا تھا اور گاڑی تیز رفتاری سے راستہ طے کرتی رہی تھی۔

غزالہ نے قفل کے سوراخ سے اس کے کمرے میں جھانکا تھا اور متحیرانہ انداز میں منہ کھول کر رہ گئی تھی۔ کیونکہ وہ کمرے کے وسط میں فرش پر سر کے بل کھڑا نظر آیا تھا۔ جسم میں ہلکی سی بھی جنبش نہیں پائی جاتی تھی۔

تو یوگا کی ورزشیں بھی ہوتی ہیں۔ اُس نے سوچا اور پھر دروازے پر دستک دے ڈالی۔!

وہ ہڑبڑا کر سیدھا ہو گیا تھا۔ جلدی سے سلیپنگ گاؤن پہنا اور اس کی پیٹی کستا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ غزالہ دروازے سے دو فٹ کے فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔ اُس نے دروازہ کھولا اور ٹھٹھک گیا....!

"فف.... فرمایئے میں عبادت کر رہا تھا۔!"

"اس طرح کی جاتی ہے عبادت۔!" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"لیکن میں آپ سے ہرگز نہیں پوچھوں گا کہ آپ اندر کیوں جھانک رہی تھیں۔!"

"میں نے پوچھا تھا کہ یہ عبادت کیسی ہے۔!"

"جب سجدوں سے کام نہیں چلتا تو سر کے بل کھڑا ہو جاتا ہوں۔!"

"اور پھر کام چل جاتا ہے؟" اُس نے طنزیہ لہجے میں سوال کیا۔

"چلے یا نہ چلے۔ لیکن اسطرح میں سطح زمین سے اوپر کیطرف دیکھنے کی کوشش بھی کرتا ہوں۔!"

"اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔!"

"مس صاحبہ یا تو اندر آیئے یا مجھے ہی نکال باہر کیجئے۔!"

"کیا بات ہوئی۔!"

"راہداری میں کھڑے ہو کر باتیں کرنا انگلستان میں سخت معیوب سمجھا جاتا ہے۔!"

"لیکن یہ انگلستان نہیں ہے۔!"

"اس کے باوجود بھی یہ راہداری ہی ہے۔!"

"تم اتنے کریک کیوں ہو....!"

"مجھے الجبرا نہیں آتا ورنہ اس سوال کا جواب ضرور دیتا۔!"

"تم ڈیڈی کا تحفظ کس طرح کر سکو گے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔!"

"سمجھ میں تو میری بھی نہیں آتی...." عمران ہولے ہولے اپنا سر سہلاتا ہوا بولا۔

"وہ تم سے خواہ مخواہ مرعوب ہو گئے ہیں۔!"

"ان کا اپنا فعل ہے۔! میں اس کا کیا جواب دے سکتا ہوں۔!"

"تمہارا ناشتہ یہیں کمرے میں پہنچا دیا جائے گا۔!"

"شکریہ! میں خود بھی دس آدمیوں کے درمیان بیٹھ کر کچھ کھانا پینا پسند نہیں کرتا۔!"

وہ بھنا کر پیر پٹختی ہوئی وہاں سے آگے بڑھ گئی تھی۔ ڈھمپ کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور پھر یکلخت چہرے کے عضلات میں تناؤ پیدا ہو گیا۔ یہ لڑکی خواہ مخواہ اس کے پیچھے پڑ گئی تھی۔ پتا نہیں کیا چاہتی تھی۔ ڈھمپ نے دروازہ بند کیا اور ڈریسنگ گاؤن اتار کر کرسی کے ہتھے پر ڈال دیا۔ پوری طرح کپڑے بھی نہیں پہن سکا تھا کہ پھر دروازے پر دستک ہوئی۔

"ایک منٹ....!" وہ بلند آواز میں بولا۔!" کپڑے پہن رہا ہوں۔!"

"جلدی کرو.... کوئی گڑبڑ معلوم ہوتی ہے....!" باہر سے غزالہ کی آواز آئی۔ آواز میں خوف کی لرزش بھی شامل تھی۔

"کیسی گڑبڑ....!"

"ڈیڈی کی خواب گاہ میں.... جلدی کرو....!"

وہ باہر نکلا تھا۔ اور سراپا سوال بنا کھڑا رہا تھا۔ غزالہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔ "ارے تم اس طرح کھڑے میری شکل کیا تک رہے ہو۔!"

"پھر کیا کروں.... مجھے تو کہیں کوئی گڑبڑ دکھائی نہیں دیتی....!"

"ڈیڈی ابھی تک بیدار نہیں ہوئے....! میں نے دستک بھی دی تھی۔!"

"زیادہ پی گئے ہوں گے رات کو....!"

"مت بکواس کرو.... وہ شراب نہیں پیتے....!"

"پھر کیسے سیٹھ ہیں جب شراب بھی نہیں پیتے....!"

"ضروری نہیں ہے کہ ہر دولت مند آدمی شرابی بھی ہو۔!"

"تب تو پھر میں انہیں سیٹھ صاحب کی بجائے ملاجی کہا کروں گا۔!"

"تم کھڑے باتیں بناؤ گے یا کچھ کرو گے بھی۔!"

"جو کہیے وہ کروں.... دیر تک سوئے رہنا گناہ تو نہیں ہے۔!"

"پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔!"

"دوسری طرف کوئی کھڑکی بھی ہے۔!"

"ہے.... عقبی پارک کی طرف کھلتی ہے۔!"

"آپ دروازے پر دستک دیجئے.... میں ادھر جاتا ہوں۔!"

"ادھر سے کیا کرو گے.... کھڑکی تقریباً تیس فٹ کی اونچائی پر ہے۔!"

"اگر کھلی ہوئی تو ادھر سے پتھراؤ کروں گا۔!"

"دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"پھر بتایئے کیا کروں.... ہو سکتا ہے پتھر لگنے ہی سے جاگ سکیں۔!"

"میں تمہارا سر کسی بڑے پتھر سے توڑ دوں گی۔!"

"اگر اس سے اُن کی نیند پر کوئی اثر پڑ سکتا تو میں اسے بھی ازراہِ وفاداری گوارہ کر لیتا۔!"

وہ اس کے ساتھ ہی عقبی پارک میں چلی آئی۔ کھڑکی کھلی نظر آئی تھی۔

"یہ تو گھپلے والی بات ہے۔!" ڈھمپ پر تشویش انداز میں سر ہلا کر بولا۔

"کک.... کیا مطلب....!"

"کھڑکی میں نہ گریل ہے اور نہ سلاخیں۔!"

"تت.... تم کہنا کیا چاہتے ہو....!"

"یہی کہ وہ خواب گاہ میں نہیں بھی ہو سکتے۔!"

"ارے تو کچھ کرو۔!" وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

"سیڑھی کوئی سیڑھی ہے....؟"

"ہاں ہے....!" وہ ایک جانب دوڑتی ہوئی بولی۔!

سیڑھی بھی مل گئی تھی اور اتنی اونچی کہ کھڑکی تک پہنچنا آسان ہو جاتا۔ سب سے پہلے ڈھمپ کھڑکی سے گذر کر خواب گاہ میں داخل ہوا تھا۔ پھر غزالہ پہنچی تھی۔

سیٹھ جیلانی کہیں دکھائی نہ دیا.... دروازہ اندر سے بولٹ کیا ہوا ملا۔

"ارے وہ دیکھو....!" دفعتاً غزالہ چیخ پڑی۔ وہ بستر پر پڑے ہوئے خون کے ایک دھبے کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔! ڈھمپ جہاں تھا وہیں رک گیا۔

"اب کیا ہوگا....!" غزالہ روہانسی ہو کر بولی۔

ڈھمپ نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور آگے بڑھ کر خون کے اس دھبے کا جائزہ لینے لگا۔

"مم.... میں پولیس کو فون کرنے جا رہی ہوں....!" غزالہ پھر بولی۔

ڈھمپ سیدھا کھڑا ہو کر اس کی طرف مڑا۔ چند لمحے اسے بغور دیکھتا رہا پھر بولا "یہ خون کا دھبہ نہیں ہے۔!"

"ہے کیوں نہیں۔!"

"ہرگز نہیں۔ خشک ہو جانے پر خون کی رنگت ضرور بدلتی ہے۔ یہ تو ویسا ہی لال لال رکھا ہوا ہے۔!"

"ہاں!" وہ آگے بڑھ کر دھبے پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔ "اسے سیاہی مائل ہو جانا چاہئے تھا۔!"

"تو پھر یہ خون نہیں ہے.... ہو سکتا ہے چادر پر پہلے ہی سے موجود رہا ہو۔!"

"ڈیڈی کبھی نہ برداشت کرتے کوئی داغدار چادر۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ وہ اپنے پیروں سے چل کر کہیں گئے ہیں یا لیجائے گئے ہیں۔ کھڑکی کی طرف سے لیجایا جانا دشوار ہے۔ اپنے پیروں سے چل کر کہیں جانا تھا تو کھڑکی استعمال کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیا آپ مجھے ان کی کسی گرل فرینڈ کا نام بتا سکتی ہیں۔!"

"یہ کیا بکواس شروع کر دی۔!"

"میرے ایک دوست کی گرل فرینڈ امریکہ میں رہتی ہے۔ اُس نے اسے لکھا تھا کہ دل چاہتا ہے کہ میرے پر لگ جائیں اور میں اڑ کر تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔!"

"تم ہوش میں ہو یا نہیں۔!"

"بالکل ہوش میں ہوں۔ لیکن آپکے ڈیڈی پولیس کو اس معاملے میں نہیں ڈالنا چاہتے۔!"

"کس معاملے میں۔!"

"کیا پچھلی رات اس سلسلے میں آپ سے گفتگو نہیں ہوئی تھی۔!"

"میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا.... تمہارے جانے کے بعد میں ان کے پاس گئی تھی۔ انہوں نے عجیب کہانی سنائی۔!"

"آہا.... تو شائد انہوں نے آپ کو اصل معاملہ سے آگاہ کر دیا ہے۔!"

"کچھ کرو.... خدا کے لئے کچھ سوچو.... ہمیں کیا کرنا چاہئے۔!"

"میں بہت زیادہ عقل مند نہیں ہوں۔ لہذا سوچئے آپ.... اور عمل میں کروں گا....!"

"انہوں نے ایسی کہانی سنائی تھی.... کہ.... ٹھہرو.... کیا تم جاسوسی ناول پڑھتے ہو....!"

"کبھی کبھی....!" ڈھمپ اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"ان کا کوئی دوست تھا جس نے ان کے پاس کوئی چیز رکھوائی تھی اور اسی رات کو وہ ایک حادثے کا شکار ہو کر مر بھی گیا تھا۔ بس پھر کچھ نامعلوم آدمیوں نے ڈیڈی کو پریشان کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ ان سے اس چیز کا مطالبہ کرتے رہے تھے۔ اور ڈیڈی کا کہنا تھا کہ ان کے دوست کی موت کسی حادثے کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ وہ انہی نامعلوم لوگوں کی چیرہ دستیوں کا شکار ہوا تھا۔ لہذا انہوں نے اس کا اعتراف نہیں کیا کہ اُس نے کوئی چیز ان کے سپرد کی تھی۔!"

"بھلا اس سے کیا فائدہ ہوا۔!"

"انہوں نے یہ ساری باتیں پچھلی ہی رات کو بتائی تھیں۔ اس سے پہلے مجھے کبھی شبہہ تک نہیں ہو سکا تھا کہ ڈیڈی کی زندگی سے کوئی راز بھی وابستہ ہے۔!"

"میں نے پوچھا تھا کہ اس سے کیا فائدہ ہوا۔!"

"میں نہیں جانتی لیکن وہ کہہ رہے تھے کہ اس طرح اپنے دوست کے قاتلوں کو بے نقاب کرنا چاہتے ہیں۔!"

"سبحان اللہ.... اور اب خود بھی روپوش ہو گئے....!"

"یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ روپوش ہو گئے ہیں۔!"

"فی الحال میں صرف اس سرخ نشان کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔!"

"اگرچہ یہ خون نہیں تو پھر کیا ہے۔!اور تم باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو کچھ کرو....!"

"اچھا تو میں صبر کرتا ہوں۔!"

"پھر وہی فضول باتیں۔ میں ہنسنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔!"

"آپ نے ابھی تک کوئی ایسی کام کی بات نہیں بتائی جس کی بناء پر میں کچھ کرنے کے قابل ہو سکوں....!"

"کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔!"

"جدید ترین گرل فرینڈ کا پتہ....!"

"سچ کہتی ہوں کوئی چیز اٹھا کر ماروں گی تمہارے سر پر....!"

"پتا نہیں کیوں آپ بُرا مان جاتی ہیں....!"

"ان کی کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے....!"

"تب تو وہ اس دنیا کے آدمی ہی نہیں معلوم ہوتے اور آپ بھی کسی کی گرل فرینڈ نہ ہوں گی!"

"میں لڑکوں سے دوستی نہیں کرتی۔!"

"دوستی کرنا آتا ہی نہ ہوگا....!" ڈھمپ نے مایوسی سے کہا۔

"ارے تم بکواس ہی کئے جاؤ گے....!"

"اچھا تو میں ان صاحبہ کے پاس جا رہا ہوں جن سے وہ روزانہ بلڈ پریشر چیک کرایا کرتے تھے۔!"

"تم پتا نہیں کیا اوٹ پٹانگ ہانک رہے ہو۔!"

"لیڈی ڈاکٹر زیبا کو جانتی ہیں۔!"

"ہاں جانتی ہوں۔!"

"انہی سے بلڈ پریشر چیک کرایا کرتے ہیں....!"

"روزانہ....!"

"قریب.... قریب....!"

"ہوں....!" غزالہ کی پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئیں۔!" تو لیڈی ڈاکٹر زیبا.... اچھا تم کسی طرح اُسی سے معلوم کرو ان کی جدید ترین گرل فرینڈ کے بارے میں۔!"

"اسے علم ہوگا۔!"

"کوشش کرو معلوم کرنے کی۔!"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ بھی کچھ جانتی ہیں۔!"

"وہ بہت دنوں سے کوشش کر رہی ہے کہ ڈیڈی دوسری شادی کر لیں۔!"

"لیکن ڈاکٹر زیبا شائد شادی شدہ ہیں۔!"

"کسی اور سے کرانا چاہتی ہے۔!"

"تب تو بلڈ پریشر....!"

"یونہی کبھی کبھی معمولی سا ہائی ہو جاتا ہے....!"

"آپ کی ٹوسیٹر لے جاؤں....!"

"خبردار اُسے ہاتھ بھی نہ لگانا۔ مورس نکال لو....!"

"اس پر تو اور زیادہ چغد لگوں گا۔!"

"اوہو.... تو کیا تمہیں بھی بلڈ پریشر چیک کرانا ہے۔!"

"میں مورس سے الرجک ہوں۔!"

"ٹھہرو....!" وہ ہاتھ اٹھا کر کچھ سوچتی ہوئی بولی۔!"تم یہاں کسی فرم میں کلرکی کے امید وار بن کر آئے تھے۔!"

"پرانی بات ہوئی۔ لیکن آپ کہنا کیا چاہتی ہیں۔!"

"تمہارے پاس ڈرائیونگ لائسنس کی موجودگی حیرت انگیز ہے....!"

"ارے وہ تو میں نے ٹیکسی چلا چلا کر بی اے پاس کیا تھا۔ ورنہ کلرکی کیوں تلاش کرتا.... کارنشینوں کی اولادیں تھرڈ ڈویژن میں بی اے کر کے کچھ نہیں ہوتیں تو پریونیٹو آفیسر ہو جاتی ہیں۔!"

"پتا نہیں کیوں تمہاری باتوں پر یقین کر لینے کو دل نہیں چاہتا۔ مجھے حیرت ہے کہ ڈیڈی کو کیا ہو گیا تھا۔!"

"ڈیڈی کو تو شروع ہی سے کچھ ہو گیا تھا کہ ایسی خطرناک چیز کو دبائے بیٹھے رہے جس کے سلسلے میں ایک آدمی مار ڈالا گیا تھا.... ذرا یہ تو بتائیے کہ یہ واقعہ ہوا کب تھا اور ان کے دوست کا نام کیا تھا۔!"

"یہ انہوں نے نہیں بتایا۔!"

"اچھی بات ہے.... تو میں مورس ہی لئے جا رہا ہوں۔!" ڈھمپ نے کہا اور خواب گاہ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔!

لیڈی ڈاکٹر زیبا پائیں باغ میں کیاریوں کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ مطب میں عموماً شام کو بیٹھتی تھی۔ روزانہ کا معمول تھا کہ ناشتے کے بعد پائیں باغ میں مالی کا ہاتھ بٹاتی تھی۔ آج مالی غیر حاضر تھا تو خود ہی پانی بھی لگانا پڑا تھا کیاریوں میں۔ دفعتاً اس کے قریب ہی کسی نے ڈوڈونیا کی باڑھ کے پیچھے سے سر ابھارا تھا اور وہ اچھل پڑی تھی۔

"اوہ عمران....! تم نے تو ڈرا ہی دیا تھا۔!" وہ کھسیانی ہو کر بولی۔

"عمران نہیں.... ڈھمپ....! نوبل ڈھمپ.... ننہال کی طرف سے کٹلمپ۔!"

"ڈھمپ کٹلمپ! ہی لگتے ہو.... اس طرح آنے کی کیا ضرورت تھی۔!"

"وہ اپنی خواب گاہ سے غائب ہو گیا ہے۔!"

"وہ شخص ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔!" زیبا نے کہا۔

"صبح سے یہی چکر چل رہا ہے۔ ناشتہ تک نصیب نہیں ہوا....!"

"ادھر سے کچن میں آجاؤ۔!" زیبا ایک طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"تمہارے میاں کہاں ہیں۔!"

"شکار پر تشریف لے گئے ہیں....!"

"اچھا تو پہلے کچھ کھلوا دو!" عمران نے کہا اور اُسی طرف چل پڑا جدھر زیبا نے اشارہ کیا تھا۔

زیبا نے اُس سے پہلے ہی کچن میں پہنچ کر عقبی دروازہ کھول دیا۔ عمران نے اندر داخل ہو کر باورچی کے بارے میں پوچھا تھا۔

"آج مالی اور باورچی دونوں ہی نہیں آئے۔!"

زیبا نے کافی پاٹ ہیٹر پر رکھ دیا تھا اور فریج سے کھانے کی چیزیں نکالنے لگی تھی عمران نے جیلانی سیٹھ کی کہانی شروع کر دی۔ سب کچھ سن لینے کے بعد زیبا بولی تھی۔"میں بھی اس کے کسی ایسے دوست سے واقف نہیں ہوں جو یہاں شاہ دارا میں کسی حادثے کا شکار ہوا ہو۔!"

"یہ کہانی اس کی بیٹی نے سنائی ہے۔!"

"بہر حال.... میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ معاملات اس نوعیت کے ہونگے۔!"

"کتے کے پلے غائب ہو گئے اور کتیا مار ڈالی گئی....!"

"یہی ہوتا رہا ہے....! کوئی نئی بات نہیں۔!"

"یعنی اگر وہ سب کچھ نہ ہوا ہوتا تب بھی کتیا مار ڈالی جاتی۔!"

"کہہ تو رہی ہوں کہ پہلے بھی یہی ہوتا رہا ہے۔ کتیا مار ڈالی جاتی ہے اور پلے غائب ہو جاتے ہیں۔!"

"تو پھر یہ سوچنا ہی غلط ہے کہ وہ جیلانی کے بنگلے کے قریب والی پلیا کے نیچے ہونے کی بناء پر ماری گئی۔!"

"لیکن جیلانی کسی نہ کسی طرح اس معاملے میں ضرور ملوث ہے۔! میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ ایک بار میں نے اُسے فون پر کسی کو اطلاع دیتے سنا تھا۔ کہ کسی جگہ کتیا نے بچے دیئے ہیں۔!"

"تو پھر مجھے اس طرح ملازمت کی پیش کش کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔!" عمران نے پر تشویش لہجے میں کہا۔!"مجھے تو یہ کتیا اتفاقاً ہی نظر آ گئی تھی۔ جیلانی کی شکل دیکھنے کے لئے اس کے بنگلے کی

طرف جانکلا تھا۔ پلیا کے نیچے کتیا دکھائی دی اور میں وہیں کا ہو کر رہ گیا۔! ویسے ایک تجربہ ہوا۔!"

"کیا تجربہ....!"

"کتیا کم از کم احسان مند تو نظر آتی ہے۔ حاملہ بیوی کو کتنا ہی کیوں نہ کھلا پلا دو سسرال والوں کا منہ ہی سیدھا نہیں ہوتا....!"

"سچ کہتی ہوں۔!" زیبا ہنستی ہوئی بولی۔ "کوئی بوڑھیا ڈھڈو معلوم ہوتے ہو۔!"

"ارے ہاں نہیں تو....!"

"حمزو غنڈے کا کیا معاملہ تھا۔!"

"بس خواہ مخواہ الجھ گیا تھا....!"

"ڈھمپ نے خاصی شہرت پائی ہے.... شاہ دارا میں! کوئی اور نام نہیں سوجھا تھا تمہیں۔!"

"زمانہ قدیم سے ڈھمپ چلا آرہا ہوں۔ ہاں وہ کتیا کہاں ہے جس کے بارے میں تم نے اطلاع دی تھی۔!"

"میں نے اسی کے بارے میں اطلاع دی تھی جسے دیکھتے ہی تم پلیا سے چمٹ گئے تھے۔!"

"لیکن تم نے جیلانی کا تذکرہ کرتے وقت نہیں بتایا تھا کہ وہ اس کے بنگلے کے قریب ہی کہیں پائی جاتی ہے۔!"

"میرے لئے کتیا اہم نہیں تھی میں تو تمہیں جیلانی کے بارے میں بتانا چاہتی تھی۔!"

"لیکن وہ مظلوم نکلا۔!"

"میں ایسا نہیں سمجھتی۔!"

"تمہیں حالات کا پوری طرح علم نہیں۔ اس لئے ایسا کہہ رہی ہو۔!"

"کیسے حالات۔!"

"میرا خیال ہے کہ وہ سچ مچ کسی دشواری میں پڑ گیا ہے۔! کچھ لوگ اُس سے کوئی چیز وصول کرنا چاہتے ہیں۔!"

"وہ اس کے کاروباری حریف ہی ہوں گے۔!"

"کاروبار سے کیا مراد ہے تمہاری۔!"

"چرس کی اسمگلنگ....!"

"چرس کے اسمگلرز اکسائز والوں کا دردِ سر ہوں گے....! میں تو صرف کتیا کے بچوں کے سلسلے میں آیا تھا....! جیلانی میں محض اس لئے دل چسپی لینی پڑی ہے کہ تمہارے بیان کے مطابق

اس نے فون پر کسی کو کتیا کے بچے دینے کی خوش خبری سنائی تھی۔!"

"تم کیا سمجھتے ہو کتیا کے بچوں کو....!"

"جینٹری......!"

"فضول باتیں نہ کرو.... انہی کی آڑ میں اسمگلنگ ہوتی ہے۔!"

"یعنی کتیا کے بچے چرس لے جاتے ہیں۔!"

"یہی سمجھ لو....!"

"وہ کس طرح....!"

"ان کی کھال اتاری جاتی ہے۔ اور ایسے مجسموں پر منڈھ دی جاتی ہے جن میں چرس بھری ہوتی ہے.... اور پھر وہ ڈیکوریشن پیسز کی حیثیت سے ایکسپورٹ کر دیئے جاتے ہیں۔!"

"خیال برا نہیں ہے۔!" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "ویسے تم نے یہ آئیڈیا کس جاسوسی ناول سے پار کیا ہے۔!"

"میں کہتی ہوں اسی لائن پر کام کرو۔ تمہیں ثبوت بھی مل جائے گا۔!"

"اچھا.... اچھا....!" عمران سر ہلا کر بولا۔! "ناشتے کا بھی بہت بہت شکریہ بس ایک بات اور بتا دو....!"

"پوچھو....! معلوم ہوگی تو ضرور بتاؤں گی....!"

"آج کل جیلانی کی شادی کس سے کرا رہی ہو۔!"

"کیا مطلب....!" وہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"میں نے غزالہ سے اس کی کسی جدید ترین گرل فرینڈ کے بارے میں پوچھا تھا۔ اس نے تمہارا پتہ بتا دیا۔!"

"مت بکواس کرو....!"

"مطلب یہ کہ اس نے بتایا کہ تم اس کے باپ کو دوسری شادی کی ترغیب دیتی رہتی ہو۔!"

"اُس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔! لیکن ٹھہرو.... جیلانی میرے مطب میں اس لئے آتا ہے کہ کبھی کبھی اُس کی ملاقات ایک مریضہ سے ہو جاتی ہے وہ اس میں دل چسپی لے رہا ہے۔!"

"یہ ہوئی نا بات.... اب اُس کا نام اور پتہ بھی بتاؤ۔!"

"سعدیہ نام ہے.... اور سول لائنز میں رہتی ہے.... اوپیرا والی لائن میں بنگلہ نمبر گیارہ۔!"

"شکریہ۔! غزالہ نے بہر حال صحیح رہنمائی کی تھی۔!"

"لیکن یہ بکواس ہے کہ میں اُسے دوسری شادی کی ترغیب دیتی ہوں۔!"

"بلڈ پریشر کا کیا حال ہے....!"

"شاذونادر معمولی سا ہائی ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ روز ہی سر پر سوار رہتا ہے یقین کرو کہ صرف سعدیہ کے لئے آتا ہے۔!"

"سعدیہ کس مرض میں مبتلا ہے۔!"

"وہم... السر کے وہم میں مبتلا ہے۔ حالانکہ صرف بدہضمی کا شکار ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھی۔!"

"اچھی بات ہے.... تو میں چلا۔!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"ٹھہرو...!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ اب میرے ایک سوال کا بھی جواب دیتے جاؤ۔!"

"آسان ہونا چاہئے۔ اور ارتھ میٹک کا نہ ہو۔!"

"اگر تم چرس میں انٹرسٹڈ نہیں ہو تو پھر کس لئے دوڑے آئے تھے۔!"

"کتیوں کے نوزائیدہ بچے دیکھنے کا شوق بچپن ہی سے ہے۔ یہ تو شاہ دارا ہی تک کی بات ہے۔ اگر مجھے اطلاع ملے کہ جنوبی امریکہ میں کسی کتیا کے ہاں خوشی ہونے والی ہے تو سرپٹ دوڑتا چلا جاؤں گا۔!"

"اچھا تو اب سرپٹ دوڑتے چلے جاؤ۔ ورنہ مجھے غصہ آجائے گا۔!"

وہ وہاں سے روانہ ہو گیا تھا۔ گاڑی اس کے بنگلے سے قریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر پارک کی تھی۔ زیبا کے سلسلے میں محتاط رہنا چاہتا تھا۔ راستے بھر چوکنا رہا تھا کہ کہیں اس کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا.... اچھی طرح اطمینان کر کے زیبا کے بنگلے کی کمپاؤنڈ وال پھلانگی تھی۔ اور واپسی میں بھی کہیں کوئی ایسا آدمی نہیں دکھائی دیا تھا جس پر تعاقب کرنے والے کا شبہہ بھی کیا جا سکتا۔ لیکن دو فرلانگ کا فاصلہ طے کر کے گاڑی تک پہنچتے ہی پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ کیونکہ پچھلی سیٹ پر غزالہ نیم دراز نظر آئی تھی۔

وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں سر سہلانے لگا۔ اور غزالہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔ "گاڑی لاک کر کے نہیں گئے تھے۔ اگر کوئی اڑا لے جاتا تو....!"

"آپ سمیت اگر یہ واقعہ پیش آجاتا تو واقعی میرے لئے مر جانے کا مقام ہوتا۔ لیکن یہ آپ کیا کرتی پھر رہی ہیں۔ کیا والد صاحب ہی کا اغواء کافی نہیں ہے۔!"

"اغواء.... ہونہہ....!" وہ ہنس پڑی۔

"کک.... کیا مطلب....!"

"پہلے تم بتاؤ کہ زیبا سے کیا معلوم ہوا۔!"

"کچھ بھی نہیں۔! اس سے بات ہی نہیں ہو سکی۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ صرف بنگلے کا چکر کاٹ کر واپس آگیا! سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے کیا پوچھا جائے اور کس طرح پوچھا جائے۔!"

"کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ ڈیڈی کا کھیل میری سمجھ میں آگیا ہے۔!"

"واقعی....!" عمران خوش ہو کر بولا۔

"چلو.... بیٹھو....!" غزالہ نے اگلی سیٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "بتاتی ہوں۔!"

عمران گاڑی میں بیٹھ گیا اور بولا۔ "اسی جگہ بتائیں گی.... یا انجن اسٹارٹ کروں۔!"

"چلو.... چلتے رہو.... سول لائنز دیکھی ہے۔!"

عمران چونک پڑا۔ کیا اس نے کسی طرح اس کے اور زیبا کے درمیان ہونے والی گفتگو سُن لی ہے۔ اس نے مڑ کر غزالہ کی طرف دیکھا۔

"کیوں.... کیا بات ہے۔!"

"کچھ نہیں۔!" اس نے طویل سانس لے کر کہا اور انجن اسٹارٹ کر دیا۔ گاڑی حرکت میں آئی۔

"جانتے ہو اب کیا ہو گا؟" غزالہ نے سوال کیا۔

"میں کیا جانوں۔!" عمران مردہ سی آواز میں بولا۔

"ڈیڈی روتے بسورتے ہوئے واپس آئیں گے۔ اور اطلاع دیں گے کہ وہ پانچوں نقاب پوش کاروباری حریف نہیں بلکہ سسرال والے تھے۔ زبردستی شادی کر دی انہوں نے... مجھے کھمبے سے باندھ دیا تھا۔ اور چابک لے کر کھڑے ہو گئے تھے کہ کرو شادی اپنی اسٹینو یا سیکریٹری سے ورنہ مارتے مارتے کھال گرا دیں گے پھر دو تین ہچکیاں لے کر فرمائیں گے۔ کیا کرتا بے بی کرنی ہی پڑی شادی ورنہ وہ جان سے مار دیتے۔!"

"ارے باپ رے۔!" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"غلط نہیں کہہ رہی.... تم دیکھ لینا.... اور پھر جانتے ہو کیا ہو گا۔!"

"جی نہیں۔!"

"میں تم سے شادی کر کے غزالہ ڈھمپ ہو جاؤں گی۔!"

"باپ رے باپ....!" عمران کراہ کر رہ گیا۔

"یہ ہو کر رہے گا۔ تم دیکھ لینا.... اس وقت تمہیں اسی لئے سول لائنز لے جا رہی ہوں۔!"

"گک.... کس لئے....!"

"تمہارا لباس ذرا اچھا نہیں....!ڈھنگ کے کپڑوں میں اسمارٹ لگو گے۔!"

"میرا خیال ہے کہ پہلے آپ اپنے ڈیڈی کو واپس آجانے دیجئے۔!اگر شادی کر کے واپس آئیں تو پھر آپ کو اختیار ہو گا۔ جو دل چاہے کیجئے گا۔ ابھی سے اس کی تیاری کرنے کی ضرورت نہیں۔!"

"میں نے کہہ دیا نا کہ ان کپڑوں میں بُومُو لگتے ہو.... ڈھنگ کا لباس ہونا چاہئے۔!"

"میں یہ کہہ رہا تھا کہ ڈیڈی کے بارے میں آپ کا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ وہ واقعی کسی مصیبت میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔!"

"مجھے ان کی کہانی پر یقین نہیں آیا۔ آخر چادر پر اُس سرخ دھبے کا کیا مطلب تھا جبکہ ایک بچہ بھی کہہ سکتا ہے کہ وہ خون کا دھبہ نہیں ہے۔!"

"بلبل ہیئر آئیل کا دھبہ بھی ہو سکتا ہے۔ وہ بھی خونی رنگ کا ہوتا ہے۔!"

"تم آخر ان کی اتنی طرف داری کیوں کر رہے ہو۔!"

"حق نمک ادا کر رہا ہوں۔!"

"سول لائنز چلو....!" غزالہ نے سخت لہجے میں کہا۔

"لیکن میں شادی کیسے کر سکتا ہوں۔ جبکہ ابھی تک اپنے پیروں پر کھڑا بھی نہیں ہو سکا۔!"

"میں بہت مال دار ہوں اس لئے اس کی فکر نہ کرو۔!"

"لیکن میں کرسچین ہوں....!"

"خدا کی پناہ.... یہ تو بھول ہی گئی تھی.... لیکن کیا تم مسلمان نہیں ہو سکتے۔!"

"کیا فائدہ جب کہ مجھ میں اور آپ میں کوئی فرق ہی نہیں۔ نہ آپ نماز پڑھتی ہیں اور نہ میں چرچ جاتا ہوں....!"

"ہاں یہ بات تو ہے.... میں نام کی مسلمان اور تم نام کے کرسچین....!"

"اور یہ شادی وادی تو سب مذہبی چکر ہے۔!"

"ہے تو....!"

"لہٰذا ڈیڈی کی واپسی کا انتظار کیجئے۔ پھر میں آپ کی شادی کسی نالائق مسلمان سے ہی کرادوں گا....!"

"ارے تو کیا میں شادی کے لئے مری جا رہی ہوں۔ وہ تو ڈیڈی کی ضد میں۔ اگر وہ شادی کر کے واپس آئے تو میں ان کی مرضی کی پابند نہیں ہوں گی۔!"

"ویسے بات صرف اتنی سی ہے کہ آپ اپنے ڈیڈی کو اس قدر چاہتی ہیں کہ ان کی زندگی میں کسی اور کا وجود برداشت نہیں کر سکتیں۔!"

"ہاں.... یہ بات تو ہے!" دفعتاً روہانسی ہو کر بولی۔ پھر باقاعدہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"یہ دوسری ہوئی۔!" عمران آہستہ سے بولا۔ پھر بہ آواز بلند کہنے لگا۔ "ارے ارے یہ آپ کیا کر رہی ہیں۔ کہیں لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں آپ کو آپ کی مرضی کے خلاف کہیں لے جا رہا ہوں۔!"

"گگ.... گا.... گا.... ہنہ.... ہنہ.... ہنہ.... گاڑی.... کھڑی.... ہینہ.... ہینہ.... کردو....!" وہ ہچکیاں لیتی ہوئی بولی۔

"یہی کرنا پڑے گا۔!" عمران نے کہا۔ اور گاڑی سڑک کے نیچے اتار کر کھڑی کرتا ہوا بولا۔ "اب گاڑی کے گرد بھیڑ لگ جائے گی۔!"

اور اس نے دیکھا کہ غزالہ اپنے منہ میں رومال ٹھونسنے کی کوشش کر رہی ہے۔!

"ارے.... ارے.... یہ مت کیجئے۔ ورنہ پھیپھڑوں میں جرک لگے گا۔!"

"چچ.... چپ رہو....!"

"وہ دیکھئے.... لوگ غور سے ادھر ہی دیکھ رہے ہیں۔ نہیں یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے....!" عمران بوکھلا کر بولا۔ اور گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کر دی۔ اور بولا "میں ایک ایسی عورت کو جانتا ہوں جس سے آپ کے ڈیڈی زیبا کے مطب میں گپاسٹک کیا کرتے ہیں۔!"

"کون ہے....؟" یک بیک غزالہ کی ہچکیوں میں بریک لگ گیا۔

"ہے ایک عورت.... سعدیہ نام ہے اور سول لائنز میں رہتی ہے....!"

"تم اس کا گھر جانتے ہو۔!"

"جی ہاں۔!اوپیز والی لائن میں بنگلہ نمبر گیارہ....!"

"اچھا تو پھر وہیں لے چلو میں اُس سے بات کروں گی....!" غزالہ نے کہا۔ اس کی آواز میں ہلکی سی لرزش بھی باقی نہیں رہی تھی۔ اور عمران کو دوسرے خطرے کا احساس ہوا تھا۔ اس سے بوکھلاہٹ میں یہ حرکت سرزد ہوئی تھی۔ کسی طرح غزالہ کو چپ کرانا چاہتا تھا۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ فوری طور پر اس کی توجہ کسی اور طرف مبذول کرادی جاتی.... بہرحال اب کسی سعدیہ کی شامت آنے کی باری تھی.... جس کی شکل تک اس نے نہ دیکھی تھی.... اُس نے تیز لہجے میں پوچھا۔ "آخر آپ اس سے کیا بات کریں گی۔ سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھائیے۔!"

"سوچ لیا ہے.... جاتے ہی اس پر ٹوٹ پڑوں گی۔!"

"بنگلے میں رہتی ہے تو تنہا ہرگز نہ ہوگی۔ اور لوگ بھی ہوں گے۔!"

"ہوا کریں۔ مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں۔ پھر تم تو ساتھ ہی ہو اگر وہ کچھ بولیں تو نپٹ لینا۔!"

"آوارہ گرد حمزو کی اور بات تھی محترمہ! یہ سول لائنز ہے اور آپ ایک بنگلے پر دھاوا بولنے جا رہی ہیں۔!"

"میں کسی سے بھی نہیں ڈرتی۔!"

"عورت چاہے ایل ایل بی ہی کیوں نہ کر لے رہے گی عورت ہی۔!"

"کیا مطلب۔!"

"وہ لوگ فوراً پولیس کو بلالیں گے اور پھر جو کچھ بھی ہوگا اس کیلئے کم از کم میں تیار نہیں۔!"

"ڈرپوک" وہ بھنا کر بولی۔

"بلکہ بزدل اور بھگوڑا بھی۔!"

"حمزو سے تمہاری ملی بھگت تھی اور ہم لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے وہ ڈرامہ کیا گیا تھا۔ کچھ پیسے دے دیئے ہوں گے حمزو کو....!"

عمران کچھ نہ بولا۔ سخت الجھن میں پڑ گیا تھا۔ سعدیہ کا حوالہ دے کر اچھا نہیں کیا تھا اُس نے۔ اب یہ سر پھری پتا نہیں کیا کر بیٹھے۔

"بولو یہی بات تھی نا۔!" غزالہ نے تیز لہجے میں سوال کیا۔

"جو دل چاہے سمجھے۔ میں آپکا ملازم تو ہوں نہیں کہ آپ مجھ سے جواب طلب کر رہی ہیں۔!"

"اور اگر تم انہی لوگوں کے گرگے ہوئے تو۔!"

"آپ کے ڈیڈی کے حریفوں کے۔؟"

"ہاں میں یہی کہنا چاہتی ہوں....!"

"تو پھر کسی سعدیہ کی تلاش فضول ہے۔ پہلے آپ اپنا اطمینان کرنے کی کوشش کیجئے۔!"

"خاموش رہو اور سوچنے دو۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد غزالہ نے کہا۔ "کیا تم نے محسوس کیا کہ کوئی تمہارا تعاقب کر رہا ہے۔!"

"جھک مار رہا ہے جو بھی ہے۔!" عمران بولا۔ "ویسے آپ نے کس طرح تعاقب کیا تھا کہ مجھے علم ہی نہ ہو سکا۔!"

"میں ٹیکسی میں تھی.... اور برقعہ اوڑھ رکھا تھا۔!"

"اوہ.... تو اب کہاں ہے برقعہ....!"

"سیٹ کے نیچے....!"

"اب ایسا ہے کہ آپ ڈرائیو کیجئے اور میں برقعہ اوڑھ کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاتا ہوں۔!"

"اس سے کیا ہوگا۔؟"

"تعاقب کرنے والے کے پیٹ میں درد ہونے لگے گا۔!"

"تم بے تکی باتوں کے علاوہ اور بھی کچھ کر سکتے ہو۔!"

"کیوں نہیں۔ اور زیادہ بے تکی باتیں بھی کر سکتا ہوں۔ ویسے یہ کام تو ہونا ہی چاہئے۔ کیا برقعہ اسی سیٹ کے نیچے ہے جس پر آپ بیٹھی ہوئی ہیں....!"

"ہاں.... لیکن کیا یہیں۔!"

"جی ہاں.... سڑک پر سب کے سامنے برقعہ اوڑھ کر بیٹھوں گا اور آپ ڈرائیو کریں گی۔!"

"میرا دماغ خراب ہوا ہے کیا کہ تمہیں اس کی اجازت دوں گی۔!"

"یہی تو کہا تھا میں نے کہ محض قانون کی ڈگری حاصل کر لینے سے کام نہیں چلتا.... وہ پیری میسن والے ناول بھی نہیں پڑھے شائد آپ نے....!"

"پورا سیٹ میرا پڑھا ہوا ہے....!"

"آخر وہ بھی وکیل ہی تو تھا....!"

"تم کرنا کیا چاہتے ہو....!"

"تعاقب کرنے والے کو چکر میں ڈالنا چاہتا ہوں....!" عمران نے کہا اور گاڑی سڑک کے نیچے اتار کر کھڑی کر دی۔!

"کیا سچ مچ....!"

"ہاں.... ہاں.... ایڈونچر رہے گا۔ اتریئے گاڑی سے۔!"

تعاقب کرنے والی گاڑی کسی قدر آگے بڑھ کر رک گئی تھی۔ اور ڈرائیور اتر کر اس طرح بونٹ اٹھانے لگا تھا جیسے انجن میں کسی گڑبڑ کی وجہ معلوم کرنا چاہتا ہو....!

غزالہ طوعاً و کرہاً سیٹ سے اتری تھی اور بدحواسی کے عالم میں چاروں طرف دیکھے جا رہی تھی۔ اس نے اپنے ایڈونچر سے متعلق ہوائی قلعے تو بہت بنائے تھے۔ لیکن ایسی کسی سچویشن سے دوچار ہونے کا پہلا ہی اتفاق تھا۔ عمران نے پچھلی سیٹ اٹھا کر سیاہ برقعہ نکالا اور اتنے میں غزالہ

جھپٹ کر اگلی سیٹ پر جا بیٹھی۔ اب وہ کسی طرف دیکھنا ہی نہیں چاہتی تھی۔

"بس اب چل دیجئے۔!" پچھلی سیٹ سے آواز آئی۔ عقب نما آئینے پر نظر پڑی تھی۔ عمران برقعہ اوڑھے دکھائی دیا۔ نقاب ڈال لی تھی۔ غزالہ نے کنکھیوں سے ادھر اُدھر بھی دیکھا۔ لوگ چلتے چلتے رک گئے تھے۔ اور حیرت سے انہیں دیکھے جا رہے تھے۔ اس نے انجن اسٹارٹ کیا اور دیوانہ وار ڈرائیو کرنے لگی۔ عمران اچھل کر بولا۔ "ارے.... ارے.... یہ کیا کر رہی ہیں۔!"

"خاموش بیٹھے رہو.....! گھر چل کر بتاؤں گی۔!"

"اُسے بھی تو پیچھے آنے کا موقعہ دیجئے۔!"

"بکواس مت کرو۔!"

"ایکسی ڈنٹ نہ کر بیٹھئے گا۔!"

"اس وقت تو یہی دل چاہ رہا ہے کہ مر ہی جائیں۔ تماشہ بنا کر رکھ دیا۔!" وہ دانت پیس کر بولی۔

بہر حال عمران کی تدبیر کامیاب رہی تھی۔ اب غزالہ کو نہ سعدیہ کا ہوش رہا تھا اور نہ سول لائنز کا.... بھاگم بھاگ گھر پہنچنے کی ہو رہی تھی۔

"ہائے میں تو مڑ کر دیکھ بھی نہیں سکتا......!" عمران کراہا۔ "ورنہ لوگ کہیں گے کہ یہ نیک بی بی مڑ کر کسے دیکھ رہی ہے۔ ذرا عقب نما آئینے میں دیکھئے۔ وہ کالی گاڑی نظر آ رہی ہے یا نہیں۔!"

"سب جائیں جہنم میں..... تم خاموش رہو..... تمہاری آواز زہر لگ رہی ہے۔!" غزالہ نے دانت پیس کر کہا۔

"لو بھئی.....! کہاں شادی کرنے جا رہی تھیں اور کہاں دانت پیس رہی ہیں۔ آواز ہی زہر لگنے لگی۔ وہ تو کہو میں نے ہی بچالیا ورنہ کر بھی لی ہوتی شادی۔!"

"بکواس بند کرو۔!"

تھوڑی دیر بعد گاڑی بنگلے کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی۔ غزالہ جلدی سے اتری اور جھپٹ کر مالی کا بیلچہ اٹھالیا۔ عمران نے طویل سانس لی تھی اور سیٹ کی پشت گاہ سے ٹک گیا تھا۔!

"نکلو باہر.....!" وہ بیلچہ تولتی ہوئی بولی۔

"یہیں آرام سے ہوں۔!" عمران نے نقاب الٹ کر کہا۔

اتنے میں ملازم اندر سے دوڑتا ہوا آیا اور ہانپتا ہوا بولا۔

"صاحب زخمی ہو گئے ہیں۔ ہاتھ ٹوٹ گیا ہے۔!"

"کہاں ہیں۔!" غزالہ بوکھلا گئی۔ بیلچہ ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

"اپنے کمرے میں..... آپ کا پوچھ رہے ہیں.....!"

غزالہ برآمدے کی طرف دوڑ گئی۔ عمران برقعہ اتار کر اطمینان سے اترا تھا۔ اس نے ملازم سے پوچھا۔ "خود آئے تھے یا کوئی لایا تھا۔!"

"ٹیکسی پر آئے تھے۔ ڈرائیور نے سہارا دے کر اتارا تھا..... ہاتھ ٹوٹ گیا ہے۔!"

"کیسے ٹوٹا.....!"

"کہیں گر پڑے تھے۔!"

عمران نے سر کو جنبش دی۔ اور آہستہ آہستہ برآمدے کی طرف چل پڑا۔

جیلانی کی خواب گاہ کے قریب رکا تھا۔ اندر سے غزالہ کی ہچکیوں اور سسکیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس نے دروازے پر دستک دی..... اندر سے جیلانی کی آواز آئی "کون.....!"

"دھمپ.....!"

"آجاؤ.....!"

وہ دروازہ کھول کر اندر پہنچا۔ غزالہ جیلانی کے پاس سے ہٹ کر کرسی پر جا بیٹھی جیلانی آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔ اور شائد غزالہ اس کے زانو پر سر ٹکائے روتی رہی تھی۔ جیلانی کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے نمایاں ہو گئے تھے۔ اور اس کا بایاں ہاتھ پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔

عمران اندر پہنچ کر ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ جیلانی نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اور غزالہ رومال سے اپنی آنکھیں خشک کر رہی تھی۔ شائد آنسو امڈے ہی چلے آ رہے تھے۔

"بیٹھ جاؤ۔!" جیلانی نے کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ عمران بدستور کھڑا رہا۔

"تم نے سنا نہیں۔!" غزالہ نے تیز لہجے میں بولنے کی کوشش کی لیکن آواز ٹیڑھی میڑھی ہو کر روہانسی بن گئی۔

"جج..... جی ہاں.....!" عمران بوکھلا کر بولا اور سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"بالکل ویسی ہی خوشبو تھی۔ جیسی تم نے بیان کی تھی۔!" جیلانی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کب اور کہاں۔؟"

"پچھلی رات یہیں۔ اس کمرے میں۔!"

"اچھا تو پھر۔!"

"دو بجے تک نیند نہیں آئی تھی۔ پڑھتا رہا تھا۔ شائد سوا دو بجے کتاب رکھ کر روشنی بجھانے

ہی ڈالا تھا کہ کھڑکی سے اسی خوشبو کا ریلا اندر آیا تھا۔ پھر مجھے ہوش نہیں کہ کیا ہوا تھا.... دوبارہ آنکھ کھلی تو یہ کمرہ نہیں تھا.... اور وہ پانچوں.... خدا کی پناہ۔!"

"پانچ ہی تھے....!"

"ہاں پانچ نقاب پوش.... پھر انہوں نے تشدد کی حد کر دی.... بائیں بازو کی ہڈی کریک ہو گئی ہے۔!"

"میں ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!" عمران دھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"آئینے میں شکل دیکھ لو پہلے۔!" غزالہ نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"بعد میں دیکھ لوں گا۔!" عمران روا روی میں بولا۔

"بہر حال تمہیں گھر میں رکھنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔!" وہ عمران کو گھونسہ دکھا کر بولی۔

"ایسی باتیں نہ کیجئے۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "خوشبو بُری بلا ہے۔ اسی خوشبو نے مجھے تو بھرے بازار سے اٹھوا دیا تھا۔!"

"ہاں.... اس کا کوئی قصور نہیں۔!" جیلانی جلدی سے بولا۔

"قصور....!" غزالہ دانت پیس کر رہ گئی۔

"اچھا اب تم جاؤ.... میں ڈھمپ سے کچھ ضروری باتیں کروں گا۔!" جیلانی نے کہا۔

وہ عمران کو گھورتی ہوئی کمرے سے چلی گئی۔ پھر جیلانی کے کچھ کہنے سے پہلے ہی عمران سوال کر بیٹھا۔ "کیا آپ نے وہ چیز ان کے حوالے کر دی۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ چیز حوالے کرنی ہوتی تو بازو کیوں تڑوا بیٹھتا۔!"

عمران نے مطمئن انداز میں سر کو جنبش دی تھی۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا "واپسی کس طرح ہوئی آپ کی۔!"

"ایک شریف آدمی کے بستر پر ہوش آیا تھا۔ اس نے بتایا کہ مجھے ایک سڑک کے کنارے بے ہوش پڑا پایا گیا تھا۔ وہ لوگ اٹھا لائے۔ ہوش آنے پر مجھے بازو میں شدید تکلیف کا احساس ہوا تھا۔ انہوں نے ڈاکٹر بلوایا۔ تب معلوم ہوا کہ فریکچر ہے۔!"

"معلوم ہوتا ہے کہ بے چاروں کے پاس کار نہیں ہے۔!"

"کیا مطلب۔!"

"نوکر کے بیان کے مطابق آپ ٹیکسی سے واپس آئے تھے۔ اور کوئی آپ کو پہنچانے بھی نہیں آیا تھا۔!"

"میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ میری شخصیت سے واقف ہو جائیں۔ اس لئے میں نے ان سے مزید کوئی مدد لینے سے انکار کر دیا تھا۔!"

"عقل مندی کی بات ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اچھا.... انہیں بتایا کیا تھا۔!"

"یہی کہ چلتے چلتے چکر آیا تھا۔ گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔!"

"چلئے...... اچھا ہی ہوا ورنہ سچ بات پولیس تک پہنچا دیتے......!"

"بہر حال تم یہ سمجھ لو کہ جب تک وہ چیز ان کے قبضے میں نہیں آ جاتی اس وقت تک میں زندہ ہوں۔!"

"میرا بھی یہی خیال ہے کہ اس چیز کو حاصل کر لینے کے بعد وہ آپکو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔!"

"پھر بتاؤ.... اب کیا کروں۔!"

"کچھ دنوں کے لئے ملک سے باہر چلے جائیے۔!"

"میں نے بھی یہی سوچا ہے لیکن بے بی کا کیا ہو گا۔!"

"انہیں بھی ساتھ لے جائیے....!"

"میں جا ہی نہیں سکتا....!" جیلانی جھنجھلا کر بولا۔

عمران مجسم سوال بنا اسے دیکھتا رہا سیٹھ جیلانی کچھ دیر بعد بولا۔ "واپسی پر مجھے معلوم ہو گا کہ میں بالکل کنگال ہو گیا ہوں۔ میرے سارے ملازمین نمک حرام اور بے ایمان ہیں۔ میں ان پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ اگر ان کے سروں پر سوار نہ رہوں تو مہینے بھر میں دیوالیہ ہو جاؤں۔!"

"تب تو دشواری ہے....!" عمران پر تشویش لہجے میں بولا۔

"کوئی صورت اس کے علاوہ اور نہیں ہے کہ جیسے تیسے ڈٹا رہوں۔!"

"میں آپ کی ہمت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔!" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "آپ کے کسی شناسا کے پاس سیاہ رنگ کی فورڈ بھی ہے۔!"

"سیاہ رنگ کی فورڈ۔!" جیلانی چونک کر اسے گھورنے لگا۔

"ایس ڈی اے چار تین دو.... نمبر ہے....!" عمران بولا۔

"یہ کیوں پوچھ رہے ہو۔!"

"جب ہم آپ کی تلاش میں نکلے تھے تو ایک مخصوص جگہ سے کسی نے اُس گاڑی میں ہمارا تعاقب شروع کر دیا تھا۔!"

"میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔!" جیلانی بڑبڑا کر رہ گیا۔

"اور آپ نے چادر پر وہ دھبہ دیکھا۔!" عمران بستر کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "کیا یہ پہلے سے موجود تھا۔!"

"اوہ.... نہیں.... ہرگز نہیں.... خون....!"

"نہیں خون نہیں ہے۔!"

"تب پھر کیا ہے۔!"

"خدا جانے۔!"

"مجھے تو ہوش نہیں تھا.... واقعی بڑی عجیب خوشبو تھی۔ اور اتنی جلدی ذہن پر اس کا اثر ہوا تھا کہ کچھ سمجھنے کا موقع ہی نہیں مل سکا تھا۔!"

"اب میرے لئے کیا حکم ہے۔! یہ تو اچھا نہیں لگتا کہ باڈی گارڈ پڑا خراٹے لیتا رہے اور آپ فریکچر مول لیتے پھریں۔

"حد ہوگئی کہ چوکیدار بھی پچھلی رات کھڑے کھڑے سو گیا تھا۔!"

"جی ہاں....! اُسے بھی چکر آئے تھے.... ہاں تو آپ نے اس گاڑی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا....!"

"میں نہیں جانتا۔!"

"حالانکہ گاڑی کے ذکر پر آپ حیرت ظاہر کرتے ہوئے کچھ بڑبڑائے تھے۔!"

"نہیں تو....!"

"آپ نے کہا تھا کہ میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔!"

"مجھے تو یاد نہیں۔ میں ایسی بات کیوں کرتا جبکہ میں اس نمبر کی گاڑی کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا....!"

"آپ کی مرضی....!" عمران شانے سکوڑ کر بولا۔

"تمہیں یقین نہیں آیا....!" وہ عمران کو گھورے جا رہا تھا۔

"نہیں جناب.... آخر آپ کسے بچانا چاہتے ہیں....!"

"تم بہت شکی ہو۔!"

"ارے.... ایک بچہ بھی آپ کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ آپ جانتے ہیں۔ لیکن بتانا نہیں چاہتے۔ سیاہ فورڈ کے حوالے پر آپ چونکے بھی تھے اور نمبر سن کر تو آپ کا چہرہ دیکھنے کے قابل تھا جیسے سماعت پر یقین نہ آ رہا ہو۔!"

"ختم کرو اس بات کو....!"

"اس کے بعد میرا مصرف جناب عالی....!"

"کیا یہ کم ہے کہ میں تمہاری موجودگی میں ایک خاص قسم کی تقویت محسوس کرتا ہوں۔!"

"آپ کی مرضی میں تو حلال کی کھانا چاہتا ہوں۔!"

"مگر یہ تو بتاؤ کہ تم دونوں مجھے کہاں تلاش کر رہے تھے۔!"

"بس کیا بتاؤں جناب! بھٹکتے پھر رہے تھے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں بڑی مشکل سے مس صاحب کو پولیس سے رابطہ قائم کرنے سے روکا تھا۔!"

"یہ تم نے بڑا اچھا کیا۔!"

"یہی نہیں بلکہ ایک کام اور بھی کیا تھا میں نے جسے آپ یقیناً پسند فرمائیں گے۔!"

"وہ کیا۔!"

"انہیں محترمہ سعدیہ کی طرف نہیں جانے دیا۔!"

"کیا مطلب۔!" جیلانی جھٹکے کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے.... ارے.... بیٹھ جائیے کیا آپ بھول گئے کہ بازو کی ہڈی کریک ہو گئی ہے بے احتیاطی سے درد بڑھے گا۔!"

"تم کس سعدیہ کی بات کر رہے ہو۔!" جیلانی آنکھیں نکال کر بولا اور عمران بوکھلاہٹ میں اپنا سر سہلانے لگا۔

"بتاؤ.... بولتے کیوں نہیں؟"

"بہت ساری سعدیائیں ہوں تو نشان دہی بھی کروں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سوال کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔!"

"تو تم اس حد تک میری ٹوہ میں رہے ہو! لیکن اسے کیسے معلوم ہوا۔!"

"جی بس بوکھلاہٹ میں میری زبان سے نکل گیا تھا۔!"

"تم آخر ہو کیا چیز۔!"

"ناچیز کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہوں۔ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔!"

"کیا تمہیں سعدیہ کی قیام گاہ معلوم ہے....!"

"جی ہاں.... اوپیرا والی لائن میں گیارہواں بنگلہ۔!"

"تو وہ وہاں جانا چاہتی تھی۔ مگر کیوں۔؟"

"انہیں شبہ ہو گیا ہے کہ لیڈی ڈاکٹر زیبا آپ کی شادی سعدیہ سے کرانا چاہتی ہیں۔!"

"لاحول ولا قوۃ۔! آخر یہ سب کچھ ہوا کیسے۔!"

"میری ہی غلطی سمجھ لیجئے۔ بلڈ پریشر کے سلسلے میں زیبا کا نام آگیا تھا زبان پر۔!"

"دل چاہتا ہے کہ تمہیں پیٹ کر رکھ دوں۔!" جیلانی دانت پیس کر بولا۔

"واقعی پیٹ ڈالئے۔ شائد اسی طرح مجھے سکون مل سکے۔ لیکن اس سے ایک فائدہ ضرور ہوا۔ آپ سے متعلق صاحبزادی کے خیالات معلوم ہوگئے۔!"

"اب اپنی کوئی تیسری حماقت بیان کرو گے۔!" جیلانی غرایا۔

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ بھلا ان کے خیالات سے مجھے کیا سروکار۔!"

"کیا کہا تھا اس نے؟"

عمران نے مڑ کر چور نظروں سے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر آہستہ آہستہ کہنے لگا۔ "ان کا خیال ہے کہ آپ کو کوئی حادثہ پیش نہیں آیا بلکہ آپ نے غائب ہو جانے کا ڈرامہ کیا ہے۔!"

"تم ہوش میں ہو یا نہیں۔!"

"لعنت ہو جھوٹے پر.... آخر آپ مجھے سمجھتے کیا ہیں۔ ساڑھے تین سو میں بک تو نہیں گیا آپ کے ہاتھوں....!"

"خیر.... خیر اور کیا کہہ رہی تھی۔!"

"کہہ رہی تھیں کہ آپ دو دن بعد بحالت خراب واپس آکر اطلاع دیں گے کہ ان پر اسرار نقاب پوشوں نے زبردستی آپکی شادی کرادی۔ اگر آپ شادی نہ کرتے تو آپکو گولی ماردی جاتی۔!"

جیلانی کراہتا ہوا بیٹھ گیا۔

"میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ نقل و حرکت کے سلسلے میں محتاط رہئے ورنہ درد بڑھ جائے گا۔!"

"بس اب تم دفع ہو جاؤ یہاں سے۔!"

"گھر ہی سے۔!"

"نہیں.... اپنے کمرے میں جاؤ۔!" جیلانی زور سے دھاڑا۔

انہیں روزا میکسوئیل کے ساتھی کی تلاش تھی۔ اور اب یہ کام کسی قدر آسان ہو گیا تھا۔

کیونکہ روزا سے اس کی تصویر مل گئی تھی۔ نیمو اور صفدر اس مہم پر نکلے تھے۔ باہر سے آنے والوں کے ریکارڈ چیک کیے گئے لیکن نہ کہیں وہ نام دکھائی دیا اور نہ وہ تصویر نظر آئی۔ روزا کے بیان کے مطابق وہ جیکسن بارڈ نامی ایک جرمن تھا۔ پچھلے کئی ماہ کے ریکارڈ میں بھی اس کا سراغ نہ مل سکا۔!

"عقلوں پر پتھر پڑ گئے ہیں۔!" صفدر آخر کار بولا۔

"کیا ہوا....!" نیمو نے چونک کر کہا۔

"ہمیں دراصل ابتداء اس ہوٹل سے کرنی چاہئے تھی جہاں وہ ٹھہرا تھا۔!"

"یعنی انٹر نیشنل سے....!"

"بالکل سامنے کی بات تھی.... پہلے وہاں سے تصدیق ہونی چاہئے کہ وہاں اس نام کا کوئی آدمی ان تاریخوں میں مقیم بھی تھا یا نہیں۔!"

"لیکن جناب!" اسسٹنٹ منیجر نے کہا۔ "وہ کوئی سفید فام آدمی نہیں تھا۔ جمیکا سے آیا تھا اور کسی سیاہ فام نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ شائد نیگرو.... چہرے کی بناوٹ اور خط و خال سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ اُس کے اجداد نیگرو رہے ہوں گے۔!"

"بڑی عجیب بات ہے کہ آپ نے اسے اس تفصیل کے ساتھ یاد رکھا۔ جبکہ یہاں روزانہ درجنوں آتے جاتے رہتے ہوں گے۔!" صفدر بولا۔

"یاد رہ جانے کی وجہ ہے جناب! بہت اچھا سنگر تھا کبھی کبھی ریکریئشن ہال میں رقص کی موسیقی پر گانا شروع کر دیتا تھا اور اس کے گرد نوجوانوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی۔!"

"پاسپورٹ تھا اس کے پاس۔!"

"یقیناً تھا۔ ورنہ معلوم کیسے ہوتا کہ کہاں کا باشندہ ہے۔!" اسسٹنٹ منیجر نے کہہ کر میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی تھی چپراسی اندر آیا تھا۔

"باہر والوں کا رجسٹر لے آؤ۔!" اُس نے کہا۔

چپراسی چلا گیا تھا۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ اس رجسٹر پر جھکے ہوئے تھے جس میں غیر ملکی گاہکوں کا اندراج ہوتا تھا....! صفدر نے جیکسن بارڈ سے متعلق تفصیل نوٹ کی۔!

اور ایک بار پھر انہیں پولیس ہیڈ کوارٹر کی طرف جانا پڑا۔ اب تو جیکسن بارڈ کی آمد کی صحیح تاریخ بھی معلوم ہو چکی تھی۔ اس لئے کاغذات نکلوانے میں دشواری پیش نہ آئی۔ ہیڈ کوارٹر میں ایکس ٹو کے ایجنٹ نے کاغذات فوری طور پر نکلوائے اور ان کے سامنے رکھ دیئے۔ جیکسن بارڈ جمیکا ہی سے آیا تھا۔ اور واپس بھی چلا گیا تھا۔

"ہت تیری کی.....!" نیمو پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ "یہ ہوئی ہے۔!"

"اب روزا میکسوئیل کے ساتھ سختی برتنی پڑے گی۔!"

"برت چکے..... تمہیں بڑے پیار سے دیکھا کرتی ہے۔!"

"سوائے پیار کے اور کچھ نہیں پڑھ سکتے عورتوں کی آنکھوں میں۔!"

"پیار کے علاوہ وہاں اور کچھ ہوتا ہی نہیں۔!"

"اچھا پیارے خان اب واپس چلو۔ اس سے بھی دو دو باتیں ہو جائیں۔!"

"اس شرط پر کہ تم اس یتیم لیسیر سے سخت لہجے میں گفتگو نہیں کرو گے۔!"

"ضرورت پڑی تو دو چار تھپڑ بھی رسید کر دوں گا۔!"

"یار آدمیت کے جامے میں رہا کرو۔!"

"تم نے اپنے لئے یہ پیشہ غلط منتخب کیا ہے۔ بڑے اچھے میل نرس ثابت ہوتے.....!"

"سوال یہ ہے کہ تمہیں پیار سے کیوں دیکھتی ہے مجھے کیوں نہیں دیکھتی۔!"

"اسی سے پوچھ لینا۔!" صفدر بیزاری سے بولا۔

روزا میکسوئیل کو موڈل ٹاؤن کی ایک چھوٹی سی عمارت میں رکھا گیا تھا۔ اور اب تک اسے یہی باور کرانے کی کوشش کی جاتی رہی تھی کہ وہ اپنے ہی آدمیوں کے درمیان ہے۔ لیکن جیمسن بارڈ سے متعلق نئے انکشاف کی بناء پر انہیں اپنے طریق کار پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت پیش آگئی تھی۔

صفدر نے فون پر ایکس ٹو سے رابطہ قائم کر کے اسے نئی صورت حال سے آگاہ کیا اور دوسری طرف سے آواز آئی۔ "اب تمہیں اپنا رویہ بدل دینا چاہئے۔!"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا جناب۔!"

"نیمو نے اس کے کمرے میں کچھ آوازیں بھی ریکارڈ کی تھیں۔!"

"جی ہاں.....! لیکن ابھی ہم نے ان کے سلسلے میں اس سے پوچھ گچھ نہیں کی۔!"

"یہی مناسب وقت ہے کہ اسے حقیقت کا علم ہو جائے۔!"

"بہت بہتر جناب۔!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا۔ پھر وہ دونوں روزا میکسوئیل کے کمرے میں پہنچے تھے۔

نیمو نے اپنا بریف کیس میز پر رکھ دیا اور صفدر خاموشی سے روزا کی طرف دیکھتا رہا۔!

"کیا بات ہے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو۔!"

"جیکسن بارڈ تمہارے بیان کے مطابق کوئی جرمن تھا.....!"

"ہاں میں نے یہی کہا تھا۔!"

"اور سفید فام بھی۔!"

"تم تو اس طرح پوچھ رہے ہو جیسے میں نے غلط بیانی سے کام لیا ہو۔!"

"تم نے غلط بیانی ہی سے کام لیا تھا۔!"

"کیا کہہ رہے ہو۔!"

"ان دنوں انٹرنیشنل کے اس کمرے میں بلاشبہ ایک جیکسن بارڈ ٹھہرا ہوا تھا لیکن وہ کوئی سفید فام جرمن نہیں تھا۔!"

"پھر کون تھا۔!"

"ایک جمیکن نیگرو.....!"

"ناممکن.....!" وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"اور تم نے یہ بھی غلط کہا تھا کہ اس عورت کے علاوہ یہاں تمہاری اور کسی سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔!"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔!" روزا جھنجھلا گئی۔ صفدر نے نیمو کی طرف دیکھا اور وہ اپنا بریف کیس کھولنے لگا۔! اس نے اس میں ایک چھوٹا سا کیسٹ پلیئر نکالا۔ اور اس کا سوئچ آن کر دیا۔ ایک عورت اور ایک مرد کی گفتگو سنائی دینے لگی۔ زبان انگریزی تھی اور لہجہ بھی غیر ملکی تھا۔..!

"اوہ..... یہ ثبوت پیش کیا ہے تم نے.....!" روزا کہہ کر ہنس پڑی۔

"ہاں یہ آوازیں تمہارے کمرے میں سنی گئی تھیں۔!"

"ٹھہرو..... بتاتی ہوں کہ کیسے سنی گئی تھیں۔" وہ باتھ روم کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ وہاں سے اپنا سوٹ کیس اٹھا لائی تھی۔ اور پھر اس نے بھی ایک ٹیپ ریکارڈر اس میں سے نکالا۔ کیسٹ کو ریوائنڈ کیا۔ اور اس کے ٹیپ ریکارڈر سے بھی وہی آوازیں نکلنے لگیں۔

صفدر اور نیمو حیرت سے اسے دیکھے جا رہے تھے۔ بالآخر صفدر بولا۔

"اس کا مطلب۔!"

"مرد کی آواز کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ کہ وہ اسی جیکسن بارڈ کی آواز ہے۔ جس سے مجھے ملنا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ میک اپ میں ہو۔ اسلئے میں اسے آواز ہی سے پہچاننے کی کوشش کر سکوں۔!"

"اور اسے بھی وضاحت کے ساتھ علم نہ ہوگا کہ اُس سے ملنے کون آ رہا ہے۔!"

"حالات سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے.... ممکن ہے اس کے پاس میری تصویر ہو۔!"

"تو تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ وہ جرمن کسی سیاہ فام جمیکن کے میک اپ میں تھا۔!"

"میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہتی۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کوئی سفید فام کسی سیاہ فام کے میک اپ میں ہو۔ مجھے تو یہ ناممکن ہی معلوم ہوتا ہے....!"

وہ خاموش ہوگئی پھر یک بیک چونک کر بولی۔ "تم اس طرح سوالات کر رہے ہو جیسے... جیسے۔!" وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہوگئی۔

"خاموش کیوں ہوگئیں، بات پوری کرو....!"

"کچھ نہیں....!" روزا نے کہا۔ لیکن اس کے انداز سے سراسیمگی جھانک رہی تھی۔!

"غالباً تم یہ کہنا چاہتی تھیں کہ کہیں غلط ہاتھوں میں تو نہیں پڑ گئیں۔!"

"کیا ان حالات میں مجھے یہ نہ سوچنا چاہئے۔!"

"اور ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ تم بھی حقیقتاً وہی ہو یا نہیں۔!"

"کون نہیں ہوں۔!"

"روزا میکسوئیل....!"

"تم میرا پاسپورٹ دیکھ سکتے ہو....!"

"کوڈ نیم کیا ہے۔!"

"یہ کیا ہوتا ہے....!" روزا نے حیرت سے پوچھا۔

"تمہارا خیال غلط نہیں ہے کہ یہ کوئی اناڑی خاتون ہیں۔!" صفدر نے نیمو سے کہا۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کس قسم کی گفتگو ہے....!"

"کوئی بات نہیں ہے.... ہم مطمئن ہوگئے ہیں کہ تم محض ایک ڈمی ہو....!"

"کیا مطلب....!"

"سنو میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتی کہ مجھے جیکسن بارڈ سے ملنا ہے.... یہ سارے الجھاوے میری سمجھ میں نہیں آ رہے۔!"

"کوئی الجھاوا نہیں ہے۔ سیدھی سی بات ہے۔ یہاں کا محکمہ سراغ رسانی ہمارے خلاف حرکت میں آ گیا تھا۔ لیکن ہم نہیں جانتے تھے کہ اس نے ہمارے لئے کون سا طریق کار اختیار ہے۔ یہی معلوم کرنے کے لئے تم بحیثیت ڈمی یہاں بھیجی گئی ہو۔ ہم نے اندازہ لگا لیا ہے کہ محکمہ

کس زاویہ سے حملہ آور ہوگا۔!"

"کک.... کیا کہہ رہے ہو....!" وہ ایک بار پھر بوکھلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بیٹھ جاؤ....!" صفدر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "انہیں کم از کم تم جیسی سادہ لوح خاتون کو نہ بھیجنا چاہئے تھا۔!"

"خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ محکمہ سراغ رسانی کی کیا بات کر رہے تھے۔ کیا معاملہ ہے۔!"

"تم یہاں کیوں آئی تھیں۔!"

"مجھے جیکسن بارڈ کو صرف یہ اطلاع دینی تھی کہ وہ لوگ مال وصول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اُس کے بعد میری واپسی کا ذمہ دار جیکسن بارڈ ہی ہوتا۔ اس پیغام رسانی کے صلے میں انہوں نے پانچ ہزار ڈالر طہران میں میرے بینک اکاؤنٹ میں جمع کرا دیئے ہیں۔!"

"کون لوگ کیسا مال وصول کرنے کے لئے تیار ہیں۔!"

"یہ میں نہیں جانتی۔ میری ایک دوست نے طہران کے ایک تاجر سے ملایا تھا۔ اُس نے اتنے معمولی سے کام کا آفر دیا۔ معاوضہ معقول سے بھی زیادہ تھا۔ اور سفر مفت تفریح مفت، واپسی کا سفر جیکسن بارڈ کے ذمے۔ میں تیار ہوگئی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ کوئی ایسا معاملہ ہے جس کا تعلق پولیس سے بھی ہو سکتا ہے تو میں ہرگز تیار نہ ہوتی۔!"

"کیا چرس یا دوسری منشیات کی غیر قانونی تجارت کا خیال نہیں آیا تھا تمہیں۔!"

"اس کے علاوہ اور کیا سوچ سکتی تھی۔ یقیناً خیال آیا تھا۔!"

"تو پھر۔!"

"اگر منشیات کی تجارت کا معاملہ بھی تھا تو مجھے اس سے کیا سروکار۔ مجھے تو صرف ایک پیغام پہنچانا تھا۔ اور پھر واپسی....!"

"لیکن اب زحمت میں پڑ گئی ہو....!"

"اب کیا ہوگا۔! خدا کے لئے مجھے کسی طرح واپس بھجوا دو۔!"

"تمہیں واپس بھجوانا ہماری ذمہ داری نہیں ہے۔!"

"پھر میرا کیا ہوگا۔!"

"تمہارے لئے دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو تن بہ تقدیر بیٹھی رہو۔ اور دیکھو کہ حالات کونسا رخ اختیار کرتے ہیں۔ یا خود ہی پولیس کے پاس پہنچ جاؤ۔ لیکن تم کسی طرح بھی اسے ثابت نہ کر سکو گی کہ طہران کے کسی تاجر نے تمہیں یہاں بھیجا ہے کیونکہ تم خود کو سیاح ظاہر کر چکی ہو۔

کاغذات پر یہی تحریر ہے.....!"

"خداوندا میں کس مصیبت میں پھنس گئی۔!"

"میری دانست میں تمہارے لئے پہلی ہی صورت مناسب رہے گی۔!"

"تت... تو اس عورت کا تعلق پولیس سے تھا۔ جس نے میرے لئے ہمدردی ظاہر کی تھی۔!"

"اس کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے۔ اس دن کے بعد سے پھر کہیں نہیں دکھائی دی۔"

"لیکن تمہاری پولیس میں کسی غیر ملکی عورت کا کیا کام.....!"

"ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کون تھی۔!"

"کیا یہ ممکن ہے کہ وہ پیغام تم لوگ وصول کر کے میری واپسی کا انتظام کر دو۔!"

"ہمیں صرف اپنے کام سے کام ہوتا ہے طہران والے ہمیں کسی بات پر مجبور نہیں کر سکتے۔!"

"میں انسانیت کے نام پر تم سے اپیل کرتی ہوں۔ میری مدد کرو۔ ورنہ میرا پورا کیریئر تباہ ہو جائے گا۔ میں وہاں شعبہ آثار قدیمہ میں تعلیم حاصل کر رہی ہوں۔!"

"پانچ ہزار کے عوض تم نے اپنا مستقبل دوسروں کے حوالے کر دیا ہے۔!"

"بس ہو گئی حماقت.....!"

"مجھے تم پر بے تحاشہ ترس آرہا ہے۔ لیکن میں بھی کسی کو جواب دہ ہوں۔!"

"اسی کے سامنے میرا معاملہ پیش کر کے رحم کی اپیل کرو.....!"

"وہ کسی کی نہیں سنتا۔ اپنے بنائے ہوئے چند اصولوں کا اسیر ہے۔ خیر ہم دیکھیں گے کہ تمہارے لئے کیا کر سکتے ہیں۔ فی الحال تم صرف آرام کرو.....!" صفدر نے کہا اور نیمو کو واپسی کا اشارہ کرتا ہوا عمارت سے باہر نکل آیا۔

"اب ہم سائیکو مینشن کا رخ بھی نہیں کریں گے۔!" اس نے کہا۔

"کیوں.....!" نیمو نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اگر یہ واقعی ڈمی ہے تو کچھ لوگ یقینی طور پر ہماری نگرانی کر رہے ہوں گے۔!"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔!"

"حالات سے ہم پوری طرح آگاہ نہیں ہیں۔!" صفدر نے گاڑی کی اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "اس لئے بہت زیادہ محتاط رہنا پڑے گا۔!"

"اس کے باوجود بھی تم نے اُس سے بہت کچھ اگلوالیا۔!" نیمو اسٹیئرنگ سنبھالتا ہوا بولا۔

گاڑی حرکت میں آئی تھی اور نیمو نے عقب نما آئینے کے زاویے میں تبدیلی کی تھی۔! کچھ دور چلنے کے بعد اُس نے کہا۔ "عمارت کے بائیں بازو سے ایک موٹر سائیکل برآمد ہوئی ہے۔!"

"اگر وہ حقیقتاً گاڑی کا تعاقب کرتی ہے تو روزا میکسویل سے بھی زیادہ اہم ہو سکتا ہے وہ شخص کیونکہ روزا تو محض ڈمی ہے۔!"

نیمو نے ایک گلی میں گاڑی موڑ دی تھی اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد تصدیق ہو گئی تھی کہ موٹر سائیکل سوار ان کا تعاقب ہی کر رہا تھا.....!"

◇

غزالہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ اگر سعدیہ والی کہانی درست تھی تب بھی اس واقعے کے بعد وہ اپنے باپ سے تو کچھ پوچھ نہیں سکتی تھی۔ لہٰذا ایک بار پھر اُس نے ڈھمپ ہی کا گریبان پکڑنے کی کوشش کر ڈالی۔

"وہ تو میں نے ہوائی چھوڑی تھی۔!" عمران بڑی ڈھٹائی سے بولا۔

"کیا مطلب.....!"

"آپ نے جو رونا شروع کر دیا تھا تو آخر چپ کس طرح ہوتیں۔ خواتین کو روتے دیکھ کر مجھ پر بوکھلاہٹ کا دورہ پڑ جاتا ہے.....!"

"تو تم نے ڈیڈی پر جھوٹا الزام لگایا تھا۔!"

"آپ کا رونا بند کرانے کے لئے پچھلی سات پشتوں پر بھی الزام لگا سکتا تھا۔!"

"اگر میں ڈیڈی کو بتا دوں تو.....!"

"میں نے کب کہا ہے کہ نہ بتایئے۔!"

"اس کے بعد پھر نہ ٹک سکو گے یہاں.....!"

"تب تو ضرور بتایئے.....!"

"کیا مطلب۔!"

"میں خود ہی نکل بھاگنا چاہتا ہوں۔ ان واقعات کے بعد۔!"

"بھگوڑے تو ہو ہی۔ پتا نہیں کہاں سے بھاگ کر یہاں آئے ہو۔!"

"جو کچھ دل چاہے سمجھئے یہاں تو جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔!"

"بیچ سڑک پر برقعہ اوڑھنے والی حرکت بھی زندگی بھر یاد رہے گی۔!"

"یہ نہ کرتا تو سعدیہ کو کہاں سے پیدا کرتا جس کا کوئی وجود نہیں ہے۔!"

"یہ تم کہہ رہے ہو۔!"

"جی ہاں! آپ سر ہو رہی تھیں کہ آپ کو سعدیہ کے پاس لے چلوں۔ میں نے آپ کا دھیان بٹانے کے لئے آپ سے تعاقب کی تفصیل پوچھی۔ اور برقعے کا نام سنتے ہی وہ تدبیر کر ڈالی جس کی بناء پر آپ کو گھر ہی کی طرف بھاگتے بنی۔!"

"اول درجے کے فراڈ ہو....!"

"اپنی جان بچانے کے لئے سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔!"

"تو پھر یہاں سے کب بھاگ رہے ہو۔!"

"جب تک کہ خود سیٹھ صاحب کان پکڑ کر نکال باہر نہ کریں۔!"

"اور تم انہیں اُس پر مجبور کر دو گے۔!"

"شائد ایسا نہ کر سکوں۔ سیٹھ صاحب بہت شریف آدمی ہیں انہیں دھوکا نہیں دے سکتا۔!"

"مجھے بیوقوف بنا سکتے ہو۔!" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"بیوقوف نہیں بنایا تھا اپنی جان بچائی تھی۔ آخر میں آپکو سعدیہ کے نام پر کہاں لے جاتا۔!"

"اگر میں ڈیڈی سے پوچھ ہی بیٹھتی تو....!"

"میں پورا واقعہ دہرا کر ان سے معافی مانگ لیتا۔!"

"دراصل مفت خورے ہو....!"

"آپ کے ڈیڈی ایسا نہیں سمجھتے ورنہ میں یہاں ٹک نہیں سکتا تھا۔!"

"تم نے ابھی تک کیا ہی کیا ہے۔ تمہاری موجودگی میں ڈیڈی پر یہ سب گذر گئی۔!"

"اگر سیٹھ صاحب مجھے بتادیتے کہ وہ اپنے گھر میں بھی محفوظ نہیں ہیں تو میں اور کوئی تدبیر کرتا۔!"

"تم کچھ بھی نہیں کرتے.... صرف باتیں بنانے کے ماہر ہو۔!"

"کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔!"

"ہاں، میں یہی چاہتی ہوں۔!"

"بات پوری طرح سمجھ میں آگئی....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"کون سی بات سمجھ میں آگئی۔!"

"ان واقعات کے پیچھے آپ کا ہاتھ معلوم ہوتا ہے۔!"

"یہ کیا بکواس ہے....!"

"آپ جلد از جلد اپنے ڈیڈی کی دولت پر قبضہ جمالینا چاہتی ہیں۔ قتل کا الزام ان نامعلوم لوگوں کے سر جائے گا۔!"

"تمہارا قیمہ کر کے رکھ دوں گی۔!" وہ اس کی طرف جھپٹی تھی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ راہداری میں جیلانی سیٹھ سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ وہ رکا تھا لیکن عمران آگے بڑھتا چلا گیا۔ غزالہ اس کے پیچھے تھی۔!

"ٹھہرو....!" جیلانی نے گرج کر کہا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے۔!"

ساتھ ہی اس نے غزالہ کا بازو بھی پکڑ لیا تھا۔ وہ ہانپتی ہوئی بولی۔ "مجھے چھوڑ دیجئے جان سے مار دوں گی۔!"

"بات کیا ہے؟" جیلانی کو سچ مچ غصہ آگیا۔

"کہتا ہے کہ میں آپ کو مار ڈالنا چاہتی ہوں۔!"

"یہ کیا بکواس ہے....!"

"اسی سے پوچھئے.... کہتا ہے جلد از جلد آپ کی دولت پر قبضہ کر لینے کے لئے میں نے یہ چکر چلایا ہے خدانخواستہ آپ کو قتل کر دوں گی اور الزام ان نقاب پوشوں کے سر جائے گا۔!"

"اوہ.... تم بھی احمق ہو گئیں اس کے ساتھ.... بیوقوف آدمی ہے....!"

"تو پھر فوراً نکال باہر کیجئے اس بیوقوف آدمی کو....!"

دفعتاً عمران پھر راہداری کے سرے پر دکھائی دیا اور ہاتھ ہلا کر بولا۔ "ہاں ہاں نکال باہر کیجئے.... میں کب ٹکنا چاہتا ہوں یہاں۔!"

"چلو.... ادھر آؤ....!" جیلانی آنکھیں نکال کر بولا۔

"انہیں ہٹا دیجئے۔ پھر قریب آسکتا ہوں۔ میں تو ایک اچھا مشورہ دینے گیا تھا۔ انہوں نے خود ہی ادھر اُدھر کی باتیں نکالیں اور پھر مجھے جان سے مار دینے پر تل گئیں۔!"

"میں کہتا ہوں ادھر آؤ....!" جیلانی غرایا۔

عمران سہما سہما سا قریب پہنچا تھا۔ اور اس طرح غزالہ کی طرف دیکھے جارہا تھا جیسے اُس کے غافل ہوتے ہی وہ ہاتھ چھوڑ دے گی۔

"یہ تم اس سے کیا بکواس کر رہے تھے۔!" جیلانی نے قہر آلود لہجے میں پوچھا۔

"پھر کیا کرتا جب میری سیدھی سادھی باتیں لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتیں تو مجھے غصہ آجاتا ہے۔!"

"کون سی بات سمجھ میں نہیں آئی۔!"

"میں یہ کہنے گیا تھا کہ اب مسٹن صاحب وقت بے وقت گھر سے نکلنا چھوڑ دیں۔!"

"میں خود بھی یہی کہنا چاہتا تھا۔!" جیلانی بولا۔ "اگر خدانخواستہ تم پر کوئی حادثہ گذر گیا تو مجھے ان کے سامنے سر جھکا دینا ہی پڑے گا۔!"

"لیکن آپ تو گھر ہی میں تھے جب آپ پر یہ حادثہ گذرا۔!" غزالہ بول پڑی۔

"یہ بھی ٹھیک کہہ رہی ہو۔۔۔۔!" جیلانی کا لہجہ پر تشویش تھا۔

"اسکی فکر نہیں۔۔۔ اب تو کوئی یہاں قدم رکھ کر دیکھے۔ راتوں کو جاگ کر نگرانی کروں گا۔!"

"کیا وہ خوشبو فلمی گیت گاتی ہوئی آتی ہے کہ تم ہوشیار ہو جاؤ گے۔۔۔۔!" غزالہ جل کر بولی۔

"مم۔۔۔۔ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔!" عمران بوکھلا کر بولا۔

"تم اس سے باتوں میں نہیں جیت سکو گے۔!" جیلانی ہنس پڑا۔۔۔۔ پھر سسکاری لی۔ شائد اس کے بازو کو جھٹکا لگا تھا ہنسنے سے۔! عمران نے اُسے غور سے دیکھا تھا اور ٹھنڈی سانس لی تھی۔

بات وہیں ختم ہو گئی۔ جیلانی نے دونوں سے اپنے اپنے کمروں کی طرف جانے کو کہا تھا۔ پھر وہ شام کی چائے کے وقت تک کمروں سے باہر نہیں نکلے تھے۔! ڈرائنگ روم میں دونوں کی ملاقات پھر ہوئی۔ جیلانی سیٹھ اپنی خواب گاہ ہی میں تھا۔ شائد اُس کی چائے وہیں بھجوائی گئی تھی۔

عمران خاموشی سے چائے پیتا رہا۔ نظر اٹھا کر غزالہ کی طرف دیکھا تک نہیں تھا۔ لیکن غزالہ کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اُس سے کچھ کہنا چاہتی ہو۔ آخر بول ہی پڑی تھی۔ "آخر تم خود کو سمجھتے کیا ہو۔!"

"دنیا کا مظلوم ترین آدمی جس کی ہمدردی کی باتوں پر بھی لوگوں کو غصہ آجاتا ہے۔!"

"تم خود بات بڑھاتے ہو۔ تمہیں اتنی بے دردی سے اظہارِ خیال نہ کرنا چاہئے تھا۔!"

"اصل میں جاسوسی ناول پڑھ پڑھ کر میرا دماغ بہت تیز ہو گیا ہے۔ سارے امکانات کا جائزہ لینے کی عادت ہو گئی ہے۔ ویسے اگر آپ کو اس سے تکلیف پہنچی ہو تو معافی چاہتا ہوں۔!"

"پتا نہیں کیوں۔۔۔۔ تھوڑی دیر بعد تمہیں معاف کر دینے کو دل چاہتا ہے۔!"

"شکریہ۔۔۔۔!"

"سنو۔۔ ایک تدبیر میرے ذہن میں آئی ہے۔!" وہ آگے جھک کر رازدارانہ انداز میں بولی۔

"کہئے۔۔۔۔ کہئے۔۔۔۔!" عمران نے پر اشتیاق لہجے میں کہا۔

"ڈیڈی ضدی ہیں۔!"

"کھلی ہوئی بات ہے۔ بازو تڑوالیا۔ لیکن ٹس سے مس نہ ہوئے۔!"

"اور میں سوچ رہی ہوں کہ تم نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ اب وہ مجھ پر قابو پانے کی کوشش کریں گے۔!"

"میری زندگی میں تو یہ ناممکن ہے۔!" عمران نے میز پر ہاتھ مار کر غصیلے لہجے میں کہا۔

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔۔۔۔ تم نے کیا بگاڑ لیا تھا ان کا۔۔۔۔ سڑک پر سے اٹھ گئے تھے۔ ڈیڈی کو وہ گھر سے لے گئے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔!"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔۔۔۔!" عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔

"فضول باتیں کر رہے ہو۔ میری تجویز بھی تو سنو۔۔۔۔!"

"او ہاں۔۔۔۔ کہئے۔۔۔۔ کہئے۔۔۔۔!"

"کیوں نہ ہم دونوں اپنے طور پر اُس چیز کو تلاش کریں۔۔۔۔!"

"نہیں صاحب۔۔۔۔!" عمران دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "سیٹھ صاحب مجھے گولی مار دیں گے۔۔۔۔!"

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔ انہیں معلوم ہی نہ ہو سکے گا۔!"

"اس کے تصور سے میرا دم نکل رہا ہے۔!"

"تب پھر تم ہم لوگوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ تم بتاؤ انسانی زندگیاں زیادہ اہم ہیں یا وہ نامعلوم چیز۔۔۔۔!"

"انسانی زندگیاں۔۔۔!" عمران طویل سانس لے کر بولا۔

"مزاج کا ضدی پن عقلِ سلیم کو ہڑپ کر جاتا ہے۔!"

"شائد آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔!"

"اگر ایسے آدمی کی مدد نہ کی جائے تو وہ بالآخر ڈوب ہی جاتا ہے۔!"

"مدد ہی کرنے کے لئے تو میں یہاں ہوں۔! لیکن مدد کس طرح کی جائے۔!"

"خاموشی سے اس چیز کو تلاش کر کے ان لوگوں کے حوالے کر دیں۔!"

"بڑی آسانی سے یہ بات آپ کی زبان سے پھسل تو گئی ہے لیکن ہمیں تو اُس چیز کی نوعیت ہی کا علم نہیں ہے ہم کیا تلاش کریں گے۔!"

"کوئی ایسی چیز جو بہت اہم ہو۔۔۔۔!"

"ٹھہرئیے۔! عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "خدا کے لئے ٹھہر جائیے مجھے پسینے آرہے ہیں۔۔۔۔ ارے باپ رے۔۔۔۔!"

"کیا ہوا.... کیا بات ہے....!"

"ایسی ہی ایک چیز یاد آ رہی ہے.... وہ ایک دانت تھا کسی آدمی کا.... دانت میرے دادا جان کے قبضے میں تھا۔ پورا خاندان.... تباہ ہو گیا.... اور میں آخری فرد.... یعنی خاندان کا آخری چشم و چراغ اس طرح دھکے کھاتا پھر رہا ہوں۔!"

"کیا بک رہے ہو....!"

"وہ افریقہ کے ایک جادوگر کا دانت تھا جو کرنل ڈھمپ کے ہاتھوں ٹوٹا تھا۔!"

"مجھے خوف زدہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔!"

"پھر ضروری نہیں کہ وہ خطرناک چیز سیٹھ صاحب نے گھر میں رکھی ہو۔!"

"گھر کے علاوہ اور کہیں نہ ہو گی۔!"

"تب تو وہ لوگ نرے چغد معلوم ہوتے ہیں۔ نہایت آسان تدبیر تھی خوشبو کا حملہ گھر کے ہر فرد پر اثر انداز ہوتا اور نہایت اطمینان سے پورا بنگلہ الٹ پلٹ کر رکھ دیتے۔!"

"اس کے باوجود بھی وہ چیز نہ ملتی۔!"

"اوہ....!" عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ یہاں کوئی ایسی جگہ بھی ہے جس کا علم آپ دونوں کے علاوہ اور کسی کو نہیں۔!"

"آہستہ بولو۔!" اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی کی.... عمران کچھ اور آگے جھک آیا۔ وہ آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی "تہہ خانہ جس کا علم ہم دونوں کے علاوہ اور کسی کو نہیں لیکن وہاں تنہا جاتے ہوئے مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔!"

"پہلے کبھی گئی ہیں۔!"

"بچپن میں ایک بار.... خود ڈیڈی لے گئے تھے اور مجھے دیر تک سمجھاتے رہے تھے کہ میں اس کا تذکرہ کسی سے بھی نہ کروں۔!"

"تب تو ممکن ہے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"میں راستہ جانتی ہوں۔ لیکن میرے جسم میں اتنی طاقت نہیں کہ اس سلیب کو اس کی جگہ سے ہٹا سکوں۔!"

"یہ میں کر لوں گا.... آپ بے فکر رہیے۔!"

"لیکن میں کیسے یقین کر لوں کہ بات تمہاری ذات سے آگے نہیں بڑھے گی۔!"

"قطعی نہیں بڑھے گی! لیکن آپ کو یقین دلانا میرے بس سے باہر ہے۔!"

"کرائسٹ اور مقدس مریم کی قسم کھاؤ....! مجھے یقین آ جائے گا۔!"

"میں ان دونوں کو اس جھگڑے میں نہیں ڈالنا چاہتا خواہ آپ مجھ پر اعتماد کریں یا نہ کریں۔!"

"بس تو پھر رہنے دو.... وہ لوگ مجھے اٹھا لے جائیں گے۔ اور ڈیڈی کو دھمکائیں گے کہ اگر انہوں نے وہ چیز ان کے حوالہ نہ کی تو مجھے مار ڈالیں گے۔!"

"یہ کام تو انہیں بہت پہلے کر ڈالنا چاہیے تھا۔ خواہ مخواہ اتنی دیر لگائی۔"

"تم ہوش میں تو ہو....!" غزالہ بھڑک اٹھی۔

"ہوش میں ہوتا تو یہ ضرور سوچتا کہ آخر مجھ میں کون سے ایسے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں کہ میرے یہاں آتے ہی انہیں اس قسم کی تدبیریں سوجھنے لگیں۔!"

"اوہ....!" وہ آنکھیں نکال کر رہ گئی۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر سر ہلا کر بولی!

"واقعی یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب تک تم اس پلیا پر نہیں دکھائی دیئے۔ ہم نارمل قسم کی زندگی گذارتے رہے تھے۔ اور مجھے ڈیڈی کے کسی ایسے راز کا علم نہیں ہوا تھا۔!"

"سوچیے .... جائیے میں تو چلا۔!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "ملازمت بھی ملی تو مکھیاں پیدا کر کے مارنے والی۔!"

"بیٹھو....!" غزالہ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"مجھ پر رحم کیجئے۔ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔!"

عمران پھر وہاں نہیں ٹھہرا تھا۔ غزالہ دانت پیستی رہ گئی۔ اُسی کے توجہ دلانے پر اُس کا ذہن اس حقیقت کی طرف مبذول ہوا تھا کہ اس کی آمد سے قبل وہ لوگ بڑی پُر سکون زندگی گذار رہے تھے۔ اور یہ کہانی ایک حاملہ کتیا سے شروع ہوئی تھی۔ وہ سوچتی رہی اور اس کا ذہن ان معاملات میں الجھتا ہی چلا گیا۔ ڈھمپ کی آمد اور اُس کی حیثیت معمہ بن کر رہ گئی تھی۔ آخر کار وہ اٹھی اور اس ذہنی کیفیت سمیت جیلانی سیٹھ کے سامنے جا پہنچی! وہ آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔ اور نہ جانے کیوں اُس نے خواب گاہ کا دروازہ کھلا ہی رکھا تھا.... آنکھیں بند تھیں وہ قریب جا کھڑی ہوئی۔ لیکن اس نے آنکھیں نہ کھولیں۔ پھر الٹے پاؤں واپس ہی ہونے والی تھی کہ باتھ روم کا دروازہ کھلا اور عمران برآمد ہوتا نظر آیا۔

غزالہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "دروازہ بند کر دیجئے اور بیٹھ جائیے....!"

"آہستہ بولو....!" وہ جھنجھلا کر بولی۔ "جاگ پڑیں گے۔!"

"سر پر ڈھول بجانے سے بھی نہیں جاگ سکتے۔!" عمران نے بڑے اطمینان سے کہا اور آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

"کیا مطلب۔!"

"اطمینان سے بیٹھ جائیے.... ضروری مشورہ....!"

"آخر ڈیڈی....!" وہ پر تشویش نظروں سے جیلانی کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔

"بے فکر رہیئے.... صرف گہری نیند ہے کوئی خاص بات نہیں۔!"

"کیسی نیند ہے....! یہ تو پیروں کی چاپ سے بھی جاگ جاتے ہیں۔!"

"میں نے انہیں سلا دیا۔ تکلیف زیادہ تھی.... نیند کا انجکشن دیا ہے....!"

"آخر بات کیا ہے جلدی بتاؤ۔ ورنہ میرے دماغ کی کوئی رگ پھٹ جائے گی۔!"

"آپ نے ابتدا میں کہا تھا کہ آپ اپنے باپ کو کسی غیر قانونی معاملے میں ملوث دیکھنا پسند نہیں کریں گی۔!"

"اور اب بھی یہی کہتی ہوں۔!"

"تو پھر میں آپ کو اطلاع دے رہا ہوں کہ انکا وہ بازو قطعی محفوظ ہے فریکچر تو بڑی چیز ہے۔ کہیں ہلکی سی خراش بھی نہیں ہے۔ یہ تو آپ جانتی ہی ہیں جس حصے میں فریکچر ہوتا ہے اس پر ورم بھی آجاتا ہے....!"

"یقینی بات ہے۔!"

"تو پھر میں آپ کو دکھاتا ہوں۔ شانے سے لے کر انگلیوں تک کہیں معمولی سا ورم بھی نہیں ہے یہ تو بینڈیج اس طرح کی گئی ہے کہ اوپر سے صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔!"

عمران نے جیلانی کے چوٹ کھائے ہوئے بازو کو پٹیوں کی بندش سے آزاد کرنا شروع کیا تھا۔ اور پھر ذرا ہی سی دیر میں غزالہ کو اس کے بیان پر یقین کر لینا پڑا تھا۔ پورا ہاتھ بالکل ٹھیک تھا۔ اس پر کہیں ہلکی سی خراش بھی نہیں پائی جاتی تھی۔ اس کی زبان ہی گنگ ہو کر رہ گئی۔ عمران کو دوبارہ پٹی باندھتے دیکھتی رہی پہلے ہی کی سی بینڈیج کر دینے کے بعد وہ اسکی طرف مڑا۔ غزالہ سر جھکائے کھڑی تھی پھر عمران نے اُسے باہر چلنے کا اشارہ کیا تھا۔ اس نے خاموشی سے تعمیل کی عمران بھی اس کے ساتھ ہی کمرے سے نکلا تھا۔ گراؤنڈ فلور پر پہنچ کر وہ ڈرائنگ روم میں آئے۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ آخر یہ سب کچھ کیا ہے۔!" وہ بالآخر بولی تھی۔

"سمجھ میں تو ابھی میری بھی نہیں آیا۔ لیکن ہے کوئی بڑا چکر۔!"

"تم نے انہیں بے ہوش کیسے کیا تھا۔!"

"وہ سونے سے قبل نیند کا انجکشن لینے کے عادی معلوم ہوتے ہیں۔!"

"میرے لئے یہ بھی نئی اطلاع ہے۔!"

"میں بغور انہیں دیکھتا رہا ہوں۔ آج میں نے نیند والی دوا کے ایمپل کی جگہ بیہوشی طاری کرنے والی دوا کا ایمپل رکھ دیا تھا۔ لہذا انہوں نے خود ہی اپنے اوپر بیہوشی طاری کر لی۔!"

"تم نے ایسا کیوں کیا تھا۔!"

"ہاتھ کی بینڈیج کھول کر اپنے شبہے کی تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ مجھے پہلی ہی نظر میں شبہ ہو گیا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔!"

"لیکن آخر کیوں۔!"

"میرا خیال ہے کہ یہ سب کچھ انہوں نے میری اصلیت معلوم کرنے کے لئے کیا ہے۔!" عمران ہنس کر بولا۔

"میں نہیں سمجھی۔!"

"شائد وہ مجھے سی آئی ڈی سے متعلق سمجھتے ہیں۔ چونکہ وہ کتیا آپ کی قیام گاہ سے زیادہ دور نہیں تھی۔ اس لئے وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔!"

"تو کیا تم سچ مچ سی آئی ڈی کے آدمی نہیں ہو۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"تو پھر تم کون ہو۔!"

"نوبل ڈھمپ.... اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔!"

"اگر وہ سچ مچ کسی غیر قانونی معاملے میں ملوث ہوئے تو تم کیا کرو گے۔!"

"کچھ بھی نہیں.... کریں گی آپ۔!"

"مم.... میں کیا کروں گی....!"

"انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کریں گی۔!"

"میں تمہاری بے حد شکر گذار ہونگی اگر تم پولیس کو اطلاع دینے کے بجائے میری مدد کرو۔!"

"میں یہی کروں گا۔ آپ مطمئن رہیئے....!"

"تو وہ سب کچھ فراڈ تھا۔ وہ پانچوں نقاب پوش.... ڈیڈی ہی کے آدمی تھے۔!"

"میں یہ نہیں کہتا.... ہوسکتا ہے وہ سب کچھ سچ ہی ہو۔ لیکن اس چیز کے بارے میں سوچئے

جو ان کے قبضے میں ہے۔ اگر اُسے اصولاً پولیس کے قبضے میں ہونا چاہئے تو اپنے قبضے میں رکھنا غیر قانونی ہی حرکت تو ہوئی۔!"

"ہاں.... یہ درست ہے....!"

"دونوں پارٹیاں.... میرا مطلب ہے آپ کے ڈیڈی اور ان کے مخالفین دونوں ہی اس کے سلسلے میں پولیس سے رجوع کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ پولیس کی نظروں میں اس کا کسی کے قبضے میں بھی ہونا غیر قانونی امر ہو سکتا ہے۔!"

"بات سمجھ میں آنے والی ہے۔!"

"لہٰذا اب انکے ہوش میں آنے سے قبل ہی ہمیں فیصلہ کر لینا چاہئے کہ ہمارا اگلا قدم کیا ہو۔!"

"تم بتاؤ کیا کرنا چاہئے میں تو فی الحال ذہنی طور پر مفلوج ہو کر رہ گئی ہوں۔!"

"سب سے پہلے تو ہمیں ایسا بن جانا ہوگا جیسے ہم کچھ جانتے ہی نہیں۔ انہیں قطعی احساس نہ ہونے دینا چاہئے کہ ہماری دانست میں وہ زخمی ہونے کی اداکاری کر رہے ہیں۔!"

"ٹھیک ہے ایسا ہی ہوگا۔!"

"پھر میں آپکی اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کروں گا کہ اس چیز کو تلاش کیا جائے۔ پہلے ہم اُسکی نوعیت کا اندازہ لگائیں گے اور پھر اسی کی مطابقت سے طریق کار متعین کریں گے۔!"

"میں بہت پریشان ہوں ڈھمپ.... میری سمجھ میں نہیں آتا۔!"

"اب آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں.... میں سب کچھ دیکھ لوں گا۔ لیکن آپ کا تعاون شرط ہے۔!"

"میں ہر طرح تمہارا ہاتھ بٹاؤں گی۔!"

"بات بات پر الجھئے گا بھی نہیں۔!"

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ خود کو قابو میں رکھوں گی۔!"

"بس تو پھر آپ کی تجویز کے مطابق ابتدا تہہ خانہ سے کریں گے۔!"

"اب مجھے خوف معلوم ہو رہا ہے۔ پتا نہیں کیا چیز سامنے آئے۔!"

"دیکھئے یہ کام تو کرنا ہی ہے کسی نہ کسی طرح....!"

"ہاں.... میں اپنا دل مضبوط کرنے کی کوشش کروں گی۔!"

"آپ کا دل مضبوط ہے۔ آپ بہت دلیر ہیں۔!"

"لیکن اس انکشاف کے بعد سے میرے اعصاب جواب دیتے جا رہے ہیں۔!"

"اونہہ.... کوئی خاص بات نہیں آدمی ہی غلطیاں کرتا ہے اور پھر ان کی اصلاح بھی کر لیتا ہے میں ہوں یا آپ کے ڈیڈی ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بس قانون کے محافظوں کی نظر میں پڑنے سے پہلے ہی خود کو ٹھیک ٹھاک کر لیا جائے تو کوئی بات نہیں۔!"

"اور تم کبھی کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کرو گے۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح آپ کو یقین دلاؤں۔!"

"اور ہمیں بلیک میل بھی نہیں کرو گے۔!"

"کیا میں صورت سے ایسا ہی آدمی لگتا ہوں۔!"

"صورت سے تو ایسے لگتے ہو کہ اگر کسی نے زور سے ڈانٹ بھی دیا تو بھاگ کھڑے ہو گے۔ لیکن کیا حقیقت بھی یہی ہے۔!"

"اب اس کے بارے میں کیا عرض کروں کہ صورت خدا کی بنائی ہوئی ہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سلسلے میں مجھ سے کوئی غیر قانونی حرکت ہرگز سرزد نہ ہوگی۔!"

"اچھا تو پھر تہہ خانے کی رہی۔!"

"جی ہاں.... اسے بھی دیکھ لیا جائے۔!" عمران نے کہا اور کسی سوچ میں پڑ گیا۔ غزالہ تو پہلے ہی سے بے حد متفکر نظر آتی رہی تھی۔

ڈرائنگ روم کی فضا پر بوجھل سا سناٹا طاری ہو گیا تھا۔

عمران سیریز نمبر 98

باباسگ پرست

(دوسرا حصہ)

پیشرس

بھائی! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔انشاء اللہ میری نئی کتابیں پابندی سے حاضر خدمت ہوتی رہیں گی۔ اُن پر ابن صفی میگزین اثرانداز نہیں ہوگا۔ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ میرا ذریعہ معاش تو میری کتابیں ہیں۔ میگزین میری ملکیت نہیں ہے۔ میرے ایک دوست نکال رہے ہیں اور آپ کا یہ خیال بھی غلط ہے کہ کچھ دنوں کے بعد میری نئی کتابیں بھی میگزین ہی میں چھپنے لگیں گی۔ جب میگزین میری ملکیت نہیں ہے تو میں اپنا ذریعہ معاش اُس کے حوالے کیوں کرنے لگا۔ البتہ اُن لوگوں کے لئے ایک آدھ پچھلی کتاب اُس میں ضرور چھپتی رہے گی جو ناول نہیں پڑھتے۔ صرف ڈائجسٹ پڑھتے ہیں اور قسطوں کی صورت میں بے حد ضخیم ناول بھی ہضم کرتے رہتے ہیں۔ ساتھ ہی خوش بھی ہوتے رہتے ہیں کہ ناولوں کی چاٹ انہیں نہیں لگی۔! لہٰذا میں انہیں اپنے ناول کی چاٹ ضرور لگاؤں گا۔ ذرا پڑھ کر تو دیکھیں۔!

آپ کو یاد ہوگا کہ ۶۰ء میں جاسوسی دنیا کا میگزین ایڈیشن نکلا تھا اور اُس میں ایرج و عقرب (شکرال) کی داستان شروع کی تھی۔ اُس کی ایک کہانی بلدران کی ملکہ نامکمل رہ گئی تھی۔ سولہ سال بعد وہ بھی ابن صفی میگزین میں آگے بڑھی ہے۔ مطلب یہ کہ میگزین کے لئے ایرج و عقرب کی داستان چلے گی اور اس میگزین میں آپ

"تزک دو پیازی" بھی پڑھیں گے۔

(اُن حضرات کے لئے مژدہ جو ابھی تک صرف شہنشاہوں کی "تزکیں" پڑھتے رہے ہیں) یہ ایک عوامی کردار مُلّا دو پیازہ کی تزک ہے۔!

اب آیئے بابا سگ پرست کی طرف حاملہ کتیا کی کہانی اس کتاب میں بھی ختم نہیں ہو سکی۔ اگلی کتاب میں مکمل ہو گی۔ اس کے بعد انشاء اللہ پلاٹینم جوبلی نمبر پیش کروں گا اور آپ کی یہ خواہش بھی پوری ہو جائے گی کہ آپ میری کوئی کتاب چھ روپیوں کی خرید رہے ہیں۔ آئے دن لکھتے رہتے ہیں نا کہ خواہ دس روپے کی کتاب چھاپئے لیکن ضخیم ہونی چاہئے۔ اب مجھے دیکھنا ہے کہ چھ روپے والی کتاب کی بھی تعداد اشاعت برقرار رہتی ہے یا نہیں۔ اسی سے مجھے اندازہ ہو جائے گا کہ آپ اپنی "چاہت" کے دعوے میں کس حد تک سچے ہیں! خدا آپ کو ثابت قدم رکھے۔ آمین!

ایک صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ اب میگزین کی کیوں سُوجھی کیا واقعی فیکٹریاں لگانے کا ارادہ ہے؟ نہیں بھائی مجھ میں فیکٹری لگانے کی صلاحیت نہیں ہے اور نہ اپنی ضروریات سے زیادہ کمانا چاہتا ہوں۔ مجھے صرف قلم ہی کی مزدوری راس آتی ہے اور اسی میں خوش ہوں۔ شاکر ہوں....

والسلام

ابنِ صفی

۲۲ر جنوری ۱۹۷۷ء

سلیمان کی زبان کسی طرح رکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔ اور جوزف رہ رہ کر اس طرح کان جھاڑنے لگتا تھا جیسے کوئی مچھر لاگو ہو گیا ہو اور بہر حال مصر ہو کہ اس کی پوری نثری نظم سن ہی لی جائے.... قصہ دراصل یہ تھا کہ عمران نے دس بارہ دن سے شکل نہیں دکھائی تھی۔ اور کچن کے بجٹ میں اتنی رقم نہیں تھی کہ دونوں میاں بیوی روزانہ مرغ کھا سکتے اور میٹنی شو بھی دیکھ سکتے۔ لیکن جوزف کی چھ بوتلوں میں فرق نہیں آیا تھا۔

"آخر یہ سسریاں کہاں سے ٹپک پڑتی ہیں....!" سلیمان زور سے دھاڑا اور جوزف صرف مسکرا کر رہ گیا۔

"ہاں سالے مسکراؤ.... مسکراؤ.... کسی دن کوئی گھونٹ پھانسی کا پھندا ہی بن جائے گا۔!"

"ارے کیوں کوس رہا ہے اسے....!" دوسرے کمرے سے گلرخ کی آواز آئی۔

"تو چپ رہ بڑی آئی حمایتی بن کر....!"

"اُو بدمعاش.... ہمارا بہن کو ڈانٹے گا....!" جوزف گھونسہ تان کر کھڑا ہو گیا۔

سلیمان اچھل کر پیچھے ہٹا تھا اور ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ جوزف اُس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے میز کی جانب بڑھ کر ریسیور اٹھایا اور سلیمان چپ چاپ کھسک گیا۔

"کوئی خبر آئی۔!" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"نہیں مسی نہ کوئی کال آئی ہے اور نہ کوئی خط آیا ہے۔!"

"خیر.... سنو.... تم اس وقت کیا کر رہے ہو۔!"

"کچھ نہیں مسی! بیکار بیٹھا ہوا ہوں۔!"

"بات کیا ہے....!"

"یہاں میرے گھر آ جاؤ۔!"

"مسلح یا غیر مسلح....!"

"مسلح ہو تو بہتر ہے۔!"

جوزف نے پُر معنی انداز میں سر کو جنبش دی اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر ریسیور رکھ دیا۔ اس کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں تھیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ گیراج نمبر ۳ سے ایک جیپ نکال رہا تھا۔ جولیا کے بنگلے کی طرف جاتے ہوئے بھی مسلسل سوچتا رہا کہ آخر اس نے جولیا کے لہجے میں کون سا غیر معمولی عنصر محسوس کیا تھا کیا وہ خوف زدہ تھی؟ کیا تحیر تھا اس کے لہجے میں؟ کیا عمران کے متعلق کوئی بڑی خبر سنانا چاہتی تھی... اور پھر اس نے مسلح ہو کر آنے کا مشورہ کیوں دیا تھا۔ اُس نے ڈیش بورڈ کے خانے سے بوتل نکال کر دو گھونٹ لیئے.... اور گاڑی جولیا کے بنگلے کی طرف بڑھتی رہی۔

بنگلے کے کمپاؤنڈ میں تاریکی تھی۔ لیکن پھاٹک کھلا ہوا ملا۔ وہ جیپ کو اندر ہی لیتا چلا گیا۔ برآمدے میں ہیڈ لیمپس کی روشنی پڑی تھی۔ اور جوزف کو ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کوئی ایک ستون کی اوٹ سے نکل کر دوسرے ستون کی اوٹ میں چلا گیا ہو۔

اس نے انجن بند کیا.... ہیڈ لیمپ بجھائے اور بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ لیکن برآمدے کی طرف بڑھنے کی بجائے بڑی پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا تھا۔ چاروں طرف سناٹے اور اندھیرے کی حکمرانی تھی۔ بنگلے کی ایک آدھ کھڑکی کے دھندلے شیشے کسی قدر روشن نظر آ رہے تھے۔ جوزف کراٹے کی باڑھ کے متوازی رینگتا ہوا برآمدے کے بائیں بازو کی جانب بڑھتا رہا۔ اس طرف والے ستون کے پیچھے کسی کو چھپتے دیکھا تھا۔

دفعتاً تاروں بھرے آسمان کے پیش منظر میں ستون کی اوٹ سے نکلے ہوئے کسی کے سر پر نظر پڑی اور جوزف رک گیا نامعلوم آدمی نے برآمدے سے باہر قدم نکالا تھا اور جھکا جھکا اسی طرف بڑھنے لگا۔ گردن پر قیامت ٹوٹی جوزف نے ریوالور کا دستہ پوری قوت سے رسید کیا تھا۔ اُس کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی تھی۔ اور وہ پھر نہیں اٹھ سکا تھا۔ جوزف نے بڑی پھرتی سے اُس کی جامہ تلاشی لی۔ اور اعشاریہ دو پانچ کا پستول برآمد کیا۔ بے ہوش ہو جانے والے کے حلق سے نکلنے والی آواز شائد جولیا تک بھی پہنچی تھی۔ اور اس نے قریب کی کسی کھڑکی سے سر نکال کر

پوچھا تھا۔ "کون ہے.... کیا بات ہے....!"

"بات ختم ہو گئی مسی.... اب تم برآمدے میں روشنی کر سکتی ہو....!"

"شائد بلب فیوز ہو گیا ہے۔ تم کدھر ہو۔!"

"بائیں بازو کے قریب۔!" جوزف نے جواب دیا۔

"ٹھہرو.... میں آ رہی ہوں....!"

اور پھر برآمدے میں ایک ٹارچ روشن ہوئی تھی۔ اور روشنی کا دائرہ ان دونوں پر آ پڑا تھا۔

"اوہ....!" جولیا تیزی سے اُن کی طرف بڑھی۔

"ٹارچ بجھا دو مسی۔!" جوزف آہستہ سے بولا۔

"دیکھوں تو کون ہے۔!"

"اندر چل کر۔!" جوزف نے کہا۔ اور جھک کر بے ہوش آدمی کو کاندھے پر اٹھا لیا۔

جولیا انہیں اندر لائی تھی۔ جوزف نے اپنا بوجھ سٹنگ روم کے ایک صوفے پر ڈال دیا۔ یہ کوئی سفید فام غیر ملکی تھا۔ عمر تیس اور چالیس کے درمیان رہی ہو گی۔

"اس کی جیب سے برآمد ہوا ہے۔!" جوزف نے اعشاریہ دو پانچ کا پستول جولیا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

جولیا نے پُر تفکر انداز میں سر کو جنبش دی۔ لیکن پستول اُس کے ہاتھ سے نہیں لیا۔

بالآخر جوزف اسے اپنی ہی جیب میں ڈالتا ہوا بولا۔ "کیا تمہارا کوئی شناسا ہے۔!"

"نہیں....! شائد یہی آج دن بھر میرا تعاقب کرتا رہا تھا۔ اور اس وقت میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ کوئی نہ کوئی کمپاؤنڈ میں ضرور موجود ہے۔!"

"تم نے بہت اچھا کیا کہ مجھے بلا لیا۔ چوروں کی طرح برآمدے میں دبکا ہوا تھا۔!"

"گویا تم پہلے ہی سے بہت محتاط تھے۔!" جولیا نے اسے ستائش آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہونا پڑا تھا مسی۔ جب تم نے مسلح ہو کر آنے کی فرمائش کی۔!"

"تم بہت ذہین ہو جوزف۔! فضول قسم کے سوالات میں وقت ضائع کرنے کی بجائے صرف ایک ہی ایسا جامع سوال کرتے ہو کہ تمہیں مناسب جواب مل جائے۔!"

"باس کی صحبت کا اثر ہے ورنہ میں تو اول درجے کا گاؤدی تھا۔!"

"دیکھو....! شائد یہ ہوش میں آنے والا ہے.... لاؤ اب اُس کا پستول مجھے دے دو۔ اور تم اُس پردے کے پیچھے چلے جاؤ۔!" جولیا آہستہ سے بولی۔

جوزف نے بے چون و چرا مشورے پر عمل کیا تھا۔ اجنبی نے کروٹ لی۔ دو تین بار ہولے ہولے کراہا اور پھر اٹھ بیٹھا۔ جولیا پستول کا رخ اُس کی جانب کیے سامنے ہی بیٹھی نظر آئی۔ اجنبی نے جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں تھیں۔ جیسے پہلی نظر میں اسے فریب نگاہ سمجھا ہو۔

"تم خواب تو نہیں دیکھ رہے۔!" جولیا نے سخت لہجے میں کہا۔ اور اجنبی ہونٹوں پر زبان پھیر کر اپنی گردن سہلانے لگا۔

انداز ایسا ہی تھا جیسے ابھی تک وہ سچویشن اُس کی سمجھ میں نہ آئی ہو جولیا پھر بولی۔ "تم میرے مکان میں چوروں کی طرح داخل ہونے کی کوشش کیوں کر رہے تھے۔!"

"یہ سراسر الزام ہے۔!" وہ بالآخر بولا۔ "!میں تو سڑک پر چلا جا رہا تھا کسی نے عقب سے حملہ کر کے مجھے بیہوش کر دیا۔!"

"اچھی بات.... ورنہ تمہارے ہی پستول کی گولی تمہاری کھوپڑی میں پیوست ہو جائے گی۔!"

"میرا پستول.... میرا کوئی پستول نہیں ہے! میں پستول نہیں رکھتا۔!"

"یہ پستول تمہاری ہی جیب سے برآمد ہوا ہے۔!"

"بہتان ہے۔ پتا نہیں تم کون ہو اور کیا چاہتی ہو۔!"

"کیا واقعی تم تشدد کے بغیر اپنی زبان نہیں کھولو گے۔!"

"بہت خوب....!" وہ ہنس کر بولا۔ "اب عورتیں بھی تشدد کی دھمکی دینے لگیں۔!"

"تم آج دن بھر میرا تعاقب کرتے رہے ہو۔!"

"خاتون.... یقیناً تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔!"

"میں وقت ضائع کر رہی ہوں.... مجھے چاہئے کہ پولیس کو اطلاع دوں....!"

"پتا نہیں کیا کہہ رہی ہو۔!" وہ اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

"بیٹھے رہو.... ورنہ فائر کر دوں گی۔!"

"عجیب مصیبت ہے۔!"

"سچی بات۔!"

"کیسی سچی بات۔!"

"تم ان لوگوں میں سے معلوم ہوتے ہو جو اُس بے چاری کو زبردستی اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔!"

"کون کس بے چاری کو اپنے ساتھ زبردستی لے گئے ہیں۔" اُس نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"روزا میکسوئیل کو۔!"

"میں نہیں جانتا تم کس کا ذکر کر رہی ہو۔!"

"مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں میں تو صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ تم میرا تعاقب کیوں کر رہے تھے۔ اور پھر اس طرح میرے گھر میں داخل ہونے کی کوشش کیوں کی۔؟"

"میں تمہارے ہر الزام کی تردید کرتا ہوں۔!"

"اچھی بات ہے۔!" جولیا نے کہا۔ اور اونچی آواز میں بولی۔ "جوزف اب تم آکر اسے سنبھال سکتے ہو۔!"

جوزف پردے کے پیچھے سے نکلا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان دونوں کے درمیان آکھڑا ہوا اور اس کا رخ اجنبی کی طرف تھا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اجنبی کو سکتہ ہو گیا ہو۔ پلکیں جھپکائے بغیر جوزف کو دیکھے جا رہا تھا۔

"اب کیا کہتے ہو۔!" جوزف غرایا۔

"مم.... میں کچھ نہیں جانتا....!"

جوزف نے اس کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا... اجنبی کسی سحر زدہ آدمی کے سے انداز میں جوزف کو دیکھے جا رہا تھا۔ اپنا دفاع کرنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

"بتاؤ....!" جوزف گریبان کو جھٹکا دے کر بولا اجنبی صوفے سے اٹھتا چلا آیا۔

"بت.... بتاتا ہوں....!" وہ ہکلایا۔

"جلدی کرو....!"

"گریبان چھوڑ دو....!" وہ آہستہ سے بولا۔

جوزف نے اُس کا گریبان چھوڑ کر ایک طرف ہٹ گیا۔ اجنبی اب پھر جولیا کے مقابل تھا۔

"میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو روزا کو لے گئے ہیں۔!" اس نے جولیا سے کہا۔

"پھر کون ہو۔!"

"پہلے تم بتاؤ کہ روزا میکسوئیل کو کہاں لے جا رہی تھیں۔!"

"میں اسے اپنے گھر لا رہی تھی کیونکہ اُس نے خود کو یہاں بے سہارا ظاہر کیا تھا۔ اس کی مالی حالت کمزور تھی۔!"

"اپنے بارے میں اُس نے کیا بتایا تھا۔!"

"اُس کا بوائے فرینڈ یہاں ملنے والا تھا۔ لیکن نہیں ملا اُسی نے اُس کو یہاں طہران سے بلوایا تھا۔!"

"وہ لوگ کون تھے جو تمہارے ہی بیان کے مطابق اسے زبردستی کہیں لے گئے۔!"

"میں کیا جانوں.... ! لیکن ٹھہرو.... بعد میں وہ خود ہی کہنے لگی تھی کہ غلط فہمی کی بناء پر سب کچھ ہوا.... وہ لوگ دراصل اُس کے ہمدرد ہیں۔!"

"اور!...!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"اور اب تم بتاؤ گے کہ چکر کیا ہے۔!"

"مم.... میں کیا بتاؤں....!"

"روزا میکسوئیل میں اپنی دلچسپی کی وجہ۔!"

"یہ تو مجھے نہیں معلوم....!"

"جوزف....!" جولیا نے سخت لہجے میں کہا۔ "شروع کردو۔!"

دوسرے ہی لمحے میں جوزف کا بایاں ہاتھ اس کے جبڑے پر پڑا تھا۔ وہ صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔

"یہ تمہیں مار ڈالے گا اور تم یہیں دفن کر دیئے جاؤ گے۔!" جولیا نے سرد لہجے میں کہا۔

"ٹھہرو بتاتا ہوں....!" وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔

جوزف جہاں تھا وہیں رک گیا۔!

"مجھ سے کہا گیا تھا کہ اس میں دل چسپی لینے والوں پر نظر رکھوں۔!"

"کس نے کہا تھا۔!"

"میں نہیں جانتا.... مجھے ایک فون نمبر دیا گیا تھا۔ اُس سے ہدایات حاصل کرنی تھیں۔!"

"تمہارے ساتھ اور کون ہے۔!"

"کوئی بھی نہیں ہے.... میں تنہا آیا تھا۔!"

"کہاں سے آئے تھے۔!"

"ہانگ کانگ سے.... میرا تعلق پیری تانگ سے ہے۔!"

"اوہ....!" جولیا ہونٹ سکوڑ کر رہ گئی پھر بولی "تو وہ فون نمبر تمہیں کہاں سے ملا تھا۔!"

"وہ مجھے ہانگ کانگ ہی میں دیا گیا تھا۔ اور مجھے قطعی علم نہیں تھا کہ یہاں آکر کیا کرنا ہے اس کے علاوہ کہ اس فون نمبر سے ہدایت حاصل کروں۔!"

"میرے مکان میں گھسنے کی کوشش کیوں کر رہے تھے۔!"

"اسی فون نمبر سے ہدایت ملی تھی کہ تم سے معلوم کروں کہ تمہارا ان لوگوں سے کیا تعلق ہے جو روزا میکسوئیل کو لے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تم ایک سفید فام عورت ہو.... اور میری معلومات کے مطابق وہ لوگ مقامی ہی ہیں....!"

"کیا تم نے انہیں روزا کو لے جاتے دیکھا تھا۔!"

"نہیں.... میں نے نہیں دیکھا۔!"

"تم اُس وقت کہاں تھے جب روزا میرے ساتھ ہوٹل سے نکلی تھی۔!"

"میں نے تمہارا تعاقب کرنے کی کوشش کی تھی لیکن راستے میں گاڑی خراب ہو گئی اور مجھے رک جانا پڑا۔!"

"پھر تمہیں میرا سراغ کیسے ملا تھا۔!"

"اسی فون نمبر سے تمہارا پتہ مجھے بتایا گیا تھا۔!"

"فون نمبر بتاؤ۔!"

"اُس سے پہلے تم یہ بتاؤ کہ فون نمبر معلوم کر لینے کے بعد تم میرے ساتھ کیا برتاؤ کرو گی۔!"

"یہ بعد کی باتیں ہیں۔!"

"نہیں پہلے اس کا تصفیہ ہونا چاہیئے۔"

"میں تصفیہ کروں مسی....!" جوزف غرایا۔

"نہیں ٹھہرو....!" جولیا ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "میں جانتی ہوں کہ تم نے بہت دنوں سے کوئی قتل نہیں کیا۔ اس وقت تمہارے خون کی پیاس شدید ہو گئی ہو گی۔!"

"جوزف بُرا سا منہ بنائے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔ اور جولیا نے اجنبی سے کہا۔ میں صرف تمہاری زندگی کی ضمانت دے سکتی ہوں۔!"

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتی ہو۔!"

"تمہیں کچھ دنوں کی نظربندی برداشت کرنی پڑے گی۔!"

وہ سختی سے ہونٹ بھینچے اسے دیکھتا رہا۔ آنکھوں میں سراسیمگی کے آثار تھے۔

"جلدی کرو۔ وقت کم ہے۔!"

اس نے فون نمبر بتایا تھا اور جولیا اسے نوٹ کرنے لگی تھی۔ اجنبی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "اگر میں نے بارہ بجے تک رپورٹ نہ دی تو وہاں سمجھ لیا جائے گا کہ میں کسی دشواری میں پڑ گیا ہوں۔!"

"میں سمجھتی ہوں....!" جولیا نے کہا اور جوزف کو اُس پر نظر رکھنے کو کہتی ہوئی بیڈ روم میں چلی آئی۔

یہاں اُس نے فون پر ایکس ٹو کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ دوسری طرف سے جواب ملنے پر رپورٹ دی۔

"تم نے کارنامہ انجام دیا ہے جولیا۔!" ایکس ٹو کی آواز آئی۔

"شکریہ جناب۔!"

"اگر تم اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو طلب کرتیں تو یہ غیر دانشمندانہ فعل ہوتا۔ روزا میکسوئیل کے سلسلے میں صفدر اور نیمو ان لوگوں کی نظروں میں آچکے ہیں۔ بہر حال میں دیکھتا ہوں کہ کوئی اس آدمی کی دیکھ بھال تو نہیں کر رہا تھا۔ جسے تم نے قابو میں کیا ہے۔ اگر میدان صاف ہوا تو کوئی نہ کوئی اس کو سائیکو مینشن پہنچانے میں تمہاری مدد کرے گا۔ اس کے بعد تم جوزف کو اپنی قیام گاہ ہی سے رخصت کردو گی۔!"

"مگر جناب یہ فون نمبر میری سمجھ میں نہیں آیا۔ یہاں صرف چھ ہندسوں کے نمبر چل رہے ہیں.... لیکن یہ سات ہندسوں کا ہے۔!"

"مقامی نہیں ہے....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ اور سلسلہ منقطع کردیا گیا۔

غزالہ بہت زیادہ تشویش میں مبتلا ہوگئی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خود اسی سے کوئی بہت بڑا

جرم سرزد ہوگیا ہو.... سیٹھ جیلانی ابھی تک نشہ آور انجکشن کے زیرِ اثر تھا۔ اور آرام کرسی ہی پر لیٹا ہوا تھا۔

عمران بنگلے میں موجود نہیں تھا۔ اُسے بتائے بغیر کسی طرف نکل کھڑا ہوا تھا۔ وہ مسلسل انہی معاملات سے متعلق سوچے جارہی تھی۔ بار بار اوپری منزل پر جاتی اور جیلانی سیٹھ کے بیڈ روم میں جھانک کر واپس آجاتی۔ وہ پہلے ہی کی سی کیفیت میں ملتا۔

عمران قریباً نو بجے شب کو واپس آیا تھا۔ وہ ڈرائینگ روم ہی میں بیٹھی اسکا انتظار کرتی رہی تھی۔

"یہ تم نے کیا کردیا ہے۔!" اسے دیکھتے ہی بولی۔ "ڈیڈی کو تو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔!"

"اوہ.... میں تو بھول ہی گیا تھا کیا وہ اب بھی آرام کرسی ہی پر ہیں۔!"

"پھر کہاں ہوتے....!" وہ بھنا کر بولی۔

"چچ.... چلئے.... اٹھا کر بستر پر لٹادیں۔!"

"پہلے تم میری بات کا جواب دو۔! بیہوشی اتنی طویل کیوں ہوگئی۔!"

"ہوسکتا ہے اب وہ صرف گہری نیند میں تبدیل ہوگئی ہو۔!"

غزالہ اٹھ ہی رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اُس نے تیزی سے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے سیٹھ جیلانی کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی تھی۔ "مم.... میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ صرف ایک گلاس گرم دودھ کا بھجوادو۔ کھانا نہیں کھاؤں گا۔!"

"بہت اچھا ڈیڈی....!" اُس نے کہا۔ اور ریسیور کریڈل پر رکھ کر عمران کی طرف مڑی۔!

"وہ ہوش میں آگئے ہیں۔!"

"چلئے آپ کی تشویش تو رفع ہوئی۔!"

"تم یہیں بیٹھو....! میں ابھی آئی۔ ان کے لئے دودھ لے جاؤں گی۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ ڈرائینگ روم سے نکل کر کچن کی طرف آئی اور ہیٹر پر دودھ گرم ہونے کے لئے رکھ دیا.... تھوڑی دیر بعد عمران بھی دبے پاؤں کچن میں داخل ہوا تھا۔

"کیا بات ہے؟" وہ چونک پڑی۔

"انہیں پھر پہلے ہی کی طرح غافل ہوجانا چاہئے....!"

"کیا مطلب....!"

"میں یہ چاہتا ہوں کہ صبح تک ان کی آنکھ نہ کھلے تاکہ ہم اطمینان سے تہہ خانے میں داخل ہو سکیں۔!"

"تو گویا تم ایک بار پھر انہیں انجکشن دینا چاہتے ہو۔!"

"نہیں.... اب انجکشن کی ضرورت نہیں۔ کیوں نہ دودھ میں کچھ دے دیا جائے۔!"

"تمہارے پاس اس قسم کی چیزیں آئی کہاں سے۔!"

"بازار سے لایا ہوں اسی لئے گیا تھا۔!"

"اس سے ڈیڈی کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچے گا۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

غزالہ کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اس سازش میں شریک ہونے کے لئے تیار نہیں! لیکن پھر عمران نے باتوں کے جال میں الجھا کر اسے اس پر آمادہ کر لیا تھا۔ دودھ میں خواب آور دوا شامل کر دی گئی۔

پھر قریباً گیارہ بجے وہ اس کمرے میں داخل ہوئے تھے جس میں تہہ خانے کا راستہ تھا۔

"ارے...!" دفعتاً غزالہ اچھل پڑی۔

"کیا بات ہے....!" عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"یہاں تو نقشہ ہی بدل گیا ہے....!"

"کیا مطلب....!"

"فرش کی نوعیت ہی بدلی ہوئی ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یہاں کا فرش بڑے بڑے سلیبوں سے بنایا گیا تھا۔ اور انہی میں سے ایک سلیب جمایا نہیں گیا تھا اُسے اس کی جگہ سے ہٹایا بھی جا سکتا تھا۔!"

"اوہ.... لیکن....!"

"کچھ مت کہو.... میں خود دیکھ رہی ہوں کہ فرش کی بناوٹ بدل دی گئی ہے۔!"

"اور یہ بات آپ کے علم میں نہیں کہ بناوٹ کب تبدیل کی گئی۔!"

"یقین کرو.... ورنہ میں اتنی زحمت کیوں مول لیتی۔ پتا نہیں کب ایسا ہوا۔!"

"تو کیا آپ کبھی کبھی کچھ دنوں کے لئے یہاں سے چلی بھی جاتی ہیں۔!"

"کیوں نہیں پچھلے ہی سال گرمیوں کی چھٹیاں میں نے اپنے ننھیال میں گذاری تھیں۔!"

"اوہ.... تو اب تہہ خانے میں داخلے کی کوئی صورت نہیں۔!"

"اب میں کیا بتاؤں۔!"

"یہ تو ناممکن ہے کہ انہوں نے کوئی متبادل راستہ بنوائے بغیر یہاں والے راستے کو مسدود کر دیا ہو۔!"

"میری پریشانیوں میں اضافہ ہی ہوتا چلا جارہا ہے۔!" وہ ایک کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

عمران کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

"اب کیا کریں۔؟" غزالہ نے تھوڑی دیر بعد تھکی تھکی سی آواز میں سوال کیا۔

"دوسرا راستہ تلاش کریں گے....!" عمران بولا۔

"مگر کہاں....!"

"ظاہر ہے اسی عمارت کے اندر ہی کہیں ہوگا۔!"

"اتنی بڑی عمارت میں۔!"

"آپ کو تہہ خانے کا سائز یاد ہے۔!" عمران نے سوال کیا۔

"زیادہ عمر نہیں تھی میری لیکن کچھ کچھ یاد ہے! میرا خیال ہے کہ جتنے رقبے میں اوپر کی تعمیر ہے اتنے ہی رقبے میں تہہ خانہ بھی.... یا ہو سکتا ہے اُس سے کچھ چھوٹا ہو! لیکن ٹھہرو اب مجھ میں اتنی سکت بھی نہیں ہے کہ سارے کمروں کا سامان ہٹاتی پھروں گی۔!"

تلاش کی ابتداء اسی کمرے سے ہو گی۔!" عمران بولا۔

"تمہاری عقل تو نہیں ماری گئی۔ یہاں اب کیا تلاش کرو گے۔!"

"دوسرا راستہ بنانے کے لئے وہ زیادہ دور نہ گئے ہوں گے۔!"

"لیکن پہلا ہی راستہ کیوں بند کیا گیا۔!"

"اس لئے کہ انہوں نے اس کے سلسلے میں ایک رازدار بنالیا تھا۔!"

"تمہارا اشارہ میری طرف ہے۔!" وہ اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

"جی ہاں.... آپ ہی کی طرف ہے۔ جب آپ بہت چھوٹی سی تھیں تو اس تہہ خانے کا کوئی اور مصرف رہا ہوگا۔ اور اب کچھ اور ہے۔ ورنہ راستہ بدلنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

وہ پھر سوچ میں پڑ گئی۔ اور کچھ دیر بعد بولی۔ "شائد یہ بھی ٹھیک ہی کہہ رہے ہو۔!"

عمران دیواروں کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک مختلف حصوں کو ٹھونک بجا کر دیکھتا رہا پھر بولا۔ "اس کی دونوں اطراف کے کمرے بھی دیکھ لئے جائیں۔!"

"پہلے اسے درست کراؤ۔!"

"بعد میں دیکھیں گے....!"

"نہیں.... لگے ہاتھوں ہی ٹھیک رہے گا۔ ورنہ بعد میں کام زیادہ معلوم ہوگا۔!"

"آپ کی مرضی۔!" عمران نے کہا اور کمرے کی دوبارہ سیٹنگ شروع کر دی۔

اس کے بعد وہ دائیں طرف والے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ سب سے پہلے اس کے فرش کا جائزہ لیا گیا۔ لیکن بات نہیں بنی۔ عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ شائد ان کے مقدر ہی میں خرابی لکھی ہوئی ہے۔!"

"ایسی بے دردی سے اظہارِ خیال نہ کرو۔!" غزالہ نے کہا۔

"کہیں آپ نے تہہ خانے کے بارے میں خواب تو نہیں دیکھا تھا۔!"

"فضول باتیں نہ کرو۔!"

"آہا...!" دفعتاً عمران چونک پڑا۔ اور پھر غزالہ کو غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "میں نے آج تک کسی دو منزلہ عمارت میں لفٹ نہیں دیکھی۔ کم از کم ہمارے یہاں کے لوگ تو اتنے زیادہ تن آسان نہیں ہیں۔ دو منزلہ عمارت میں صرف زینوں سے کام چلاتے ہیں۔!"

"نمائشی سمجھ لو۔ استعمال نہیں کی جاتی۔!" غزالہ بولی۔

"کیا بات ہوئی۔!"

"یقین کرو.... مقفل رہتی ہے۔ استعمال میں نہیں ہے۔!"

"یہ کب لگائی گئی تھی۔!"

"تین چار سال پہلے کی بات ہے.... اوہ.... ہاں.... میں یہاں موجود نہیں تھی گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے نانہال گئی تھی۔!"

"تب تو ابھی تک میں وقت ضائع کرتا رہا ہوں۔!"

"لیکن لفٹ....!"

"اوپر بھی جا سکتی ہے اور نیچے بھی۔!"

"مگر وہ تو مقفل رہتی ہے۔ پتا نہیں چابی کہاں رکھی ہوگی۔!"

"بس تو پھر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔!"

"اور ڈیڈی یونہی خواہ مخواہ بیہوش پڑے رہیں گے۔!"

"ڈیڈی کا مقدر۔!" عمران ٹھنڈی سانس لیکر بولا۔ اس پر غزالہ نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

جب وہ اس کمرے سے نکل رہے تھے غزالہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "دوسرا کمرہ نہیں دیکھو گے۔!"

"فضول ہے.... لفٹ کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا۔!"

"لیکن چابی....!"

"اگر میں چابی کے بغیر ہی کوشش کروں گا تو آپ مجھے پیشہ ور چور سمجھنے لگیں گی....!"

"میں کچھ بھی نہیں سمجھوں گی۔!"

"چلئے ٹھیک ہے۔! والد صاحب پولیس والا سمجھتے ہیں آپ چور سمجھ لیجئے۔!"

"باتیں نہ بناؤ۔ چلو لفٹ کی طرف....!" وہ اس کا بازو پکڑ کر ایک طرف گھسیٹتی ہوئی بولی۔

ٹھیک اسی وقت ڈرائینگ روم میں فون کی گھنٹی بجی تھی۔ عمران غزالہ سے بازو چھڑا کر اسی طرف لپکا۔

"ٹھہرو.... ٹھہرو.... تم مت اٹھانا ریسیور۔!" کہتی ہوئی وہ اس کے پیچھے دوڑی تھی۔ لیکن اس سے پہلے ڈرائینگ روم میں نہ پہنچ سکی۔

عمران نے ریسیور اٹھا لیا.... اور وہ دروازے ہی میں رک کر اسے قہر آلود نظروں سے گھورتی رہی۔

"ہیلو....!" عمران ماؤتھ پیس میں بولا اور وہ بری طرح چونک پڑی کیونکہ وہ تو بالکل سیٹھ جیلانی کی سی آواز تھی.... ادھر کوئی فون پر کہہ رہا تھا۔ "ابھی تک صرف تین افراد سامنے آئے ہیں۔ لیکن عورت کے بارے میں ابھی تک یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بھی انہی میں سے ہے یا نہیں سفید فام غیر ملکی عورت ہے جولیانا فٹز واٹر نام ہے....!"

"مردوں کے نام....!" عمران نے سیٹھ جیلانی کی سی آواز میں سوال کیا۔

"ان کے نام نہیں معلوم ہو سکے لیکن وہ زیرِ نگرانی ہیں۔ تم بابا سے فوراً مل لو!"

"فوراً بہت مشکل ہے کیونکہ میں پیچش میں مبتلا ہو گیا ہوں مروڑ کے ساتھ۔!"

"صبح کو سہی.... یہ بہت ضروری ہے۔ اور وہ کیا کر رہا ہے۔!"

"بکواس کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتا۔!"

"اچھا.... اچھا شب بخیر....!"

عمران ریسیور رکھ کر غزالہ کی طرف مڑا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں اور چہرہ پسینے سے بھیگ گیا تھا۔ حالانکہ یہاں گرمی نہیں تھی۔

"کہئے کیسی رہی....!" عمران ڈھٹائی سے ہنس کر بولا۔

"آخر.... تت.... تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔!"

"پھر کیا کرتا۔ کہہ دیتا کہ وہ بے ہوش پڑے ہوئے ہیں۔ ہماری کارروائی کی بناء پر!

"کہہ دیتے.... سو رہے ہیں۔!"

"دیکھئے.... یہ ایسے ہی کسی آدمی کی کال تھی جو اچھی طرح جانتا ہے کہ سیٹھ صاحب دو بجے سے پہلے نہیں سوتے۔ اور اس کے لئے بھی انہیں خواب آور انجکشن لینا پڑتا ہے ورنہ وہ پونے بارہ بجے ان سے یہ نہ کہتا کہ بابا سے فوراً مل لو۔!"

"اوہ.... لیکن تھا کون....!"

"محترمہ! یہی معلوم کرنا مقصد ہوتا تو سیٹھ صاحب کی آواز بنا کر کیوں اسے جواب دیتا.... یہاں تو بات بنانے کی پڑی ہوئی تھی۔ لہٰذا مروڑ والی پیچش ہو گئی۔!"

"تم سچ مچ میرا دماغ خراب کر دو گے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں تو دماغ درست کر دینے کی تنخواہ لے رہا ہوں۔!"

"کیا مطلب۔!"

"یہی کہ اگر کوئی گڑبڑ ہے تو انہیں راہِ راست پر لایا جائے گا۔! ویسے کیا آپ کے دادا صاحب بابا کہلاتے ہیں۔!"

"نہیں تو.... دادا کہاں ہیں.... میری پیدائش سے بھی بہت پہلے ان کا انتقال ہو گیا تھا.... یہ بابا ایک بزرگ ہیں ڈیڈی ان کے عقیدت مندوں میں سے ہیں....!"

"اچھا.... تو اتنے عقیدت مند ہیں کہ بارہ بجے رات کو بھی دوڑتے چلے جاتے ہیں۔!"

"ہاں ایسے ہی عقیدت مند ہیں۔!"

"کہاں قیام فرماتے ہیں۔!"

جواب دینے کی بجائے وہ زور سے ہنس پڑی۔ اور عمران اُسے حیرت سے دیکھنے لگا۔!

"تمہیں تو وہ اپنے سر پر بٹھالیں گے۔!" بالآخر اس نے کہا۔

"کون بٹھالیں گے۔!"

"بابا....!"

"مجھ کر سچین کو....!"

"اوہ.... ان کے دربار میں سب کتے ہیں۔ کتے بھی اور آدمی بھی۔ میرا مطلب تھا کہ کتے کے پلوں یا ان کی والدہ محترمہ کے لئے تمہارا یہ جذبہ دیکھ کر نہال ہو جائیں گے۔!"

"میں اب تک آپ کی بات نہیں سمجھ سکا۔ بیٹھ جائیے....؟"

غزالہ بیٹھتی ہوئی بولی۔ "وہ یہاں بابا سگ پرست کہلاتے ہیں۔ کتے کو آدمی سے اونچا درجہ دیتے ہیں۔ سینکڑوں کتے ہر وقت ان کے گرد جمع رہتے ہیں۔!"

"میرا خیال ہے کہ پانچ سال پہلے تو یہاں اس قسم کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی تھی۔!"

"تمہارا خیال درست ہے.... وہ ہیں یہیں کے باشندے لیکن سگ پرستی کی عمر تین سال سے زیادہ نہیں ہے۔!"

"خواجہ سگ پرست کی نسل سے تو تعلق نہیں رکھتے۔!"

"قصے کہانیوں والی کوئی بات نہیں ہے۔! یعنی ان پر کبھی کسی کتے نے کوئی احسان نہیں کیا تھا۔ وہ خود ہی بہت بڑے محسن ہیں آوارہ کتوں کے....!"

"اور آپ کے ڈیڈی کی عقیدت مندی کا بھی یہی سبب ہے....!" عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں نہیں جانتی۔!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔! "یہاں بہتیرے ان کے عقیدت مند ہیں۔!"

"اوہ....!" عمران یک بیک چونک کر بولا۔! "کہیں میری کتیا کے پلے ان بابا ہی نے تو نہیں اٹھوالیے....!"

"ہر گز نہیں۔ اگر انہوں نے اٹھوائے ہوتے تو کتیا کو گولی نہ ماری جاتی۔ جہنم میں جائیں سب! تم یہ بتاؤ کہ اب کیا کرو گے....!"

"اب میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اپنی خواب گاہ میں جا کر استراحت فرمائیے اور پھر میں بھی سو جاؤں گا۔!"

"اور وہ تہہ خانہ۔!"

"سرے سے اُس کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔!"

"کیسی باتیں کر رہے ہو۔!"

"اب یہ ملازمت میرے بس سے باہر ہو رہی ہے۔ سیٹھ صاحب کو ضرور معلوم ہو جائے گا کہ میں نے ان کی طرف سے گفتگو کی تھی فون پر۔!"

"اس کی فکر نہ کرو۔ میں صبح انہیں بتادوں گی کہ کسی کی کال آئی تھی۔ اور صبح کو بابا سگ پرست سے ملنے کو کہا گیا تھا۔!"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے.... مس صاحب! اگر کال کرنے والے سے ملاقات ہوئی اور وہ پیچش کے بارے میں پوچھ بیٹھا تو۔!"

"تم سے پوچھیں تو کہہ دینا کہ آوازوں کی نقل اتارنے کے بھی ماہر ہو۔!"

"تب وہ سوچیں گے کہ کہیں جعلی دستاویزات بھی تو نہیں تیار کرتا۔ بہر حال نوکری جائے گی ضرور لہٰذا اس ذلت سے یہی بہتر ہوگا کہ خود ہی بھاگ کھڑا ہوں۔!"

"اور اگر میں تمہارے پیروں کی زنجیر بن جاؤں تو۔!"

"یہ ڈائیلاگ پلے نہیں پڑا۔!" عمران اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہوا بولا۔

"تم اگر اس طرح بھاگے تو پولیس تمہارے پیچھے ہوگی۔ حلیہ جاری کرادیا جائے گا اس خبر کے ساتھ کہ تم پچاس ہزار کے زیورات چُرا کر فرار ہوگئے ہو۔!"

"مار دیا....!" عمران کراہ کر رہ گیا۔

"بس اب چلو اور لفٹ کے قفل پر ہاتھ کی صفائی دکھاؤ۔!"

"پھانسی دلوائے بغیر آپ نہیں مانیں گی۔!"

"بس!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "اٹھو"!۔

اچانک فون کی گھنٹی بجی.... اور اس بار غزالہ ہی نے جھپٹ کر ریسیور اٹھالیا۔!

"ہیلو....!" وہ ماؤتھ پیس میں بولی۔

"کون ہے....!" دوسری طرف سے بھاری بھر کم آواز آئی۔

"غزالہ جیلانی۔!"

"کیا حال ہے جیلانی کا۔!"

"آپ کون ہیں....!"

"بابا۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"سامالیکم جناب....؟"

"جیتی رہو....! کیا جیلانی سو گئے۔!"

"جی ہاں....!"

"جگا دوں....!"

"ان کی خواب گاہ میں فون کی گھنٹی ضرور بجی ہوگی۔ لیکن وہ بیدار نہیں ہوئے اسی لئے مجھے ڈرائینگ روم کے انسٹرومنٹ کا ریسیور اٹھانا پڑا۔!"

"جس طرح بھی ممکن ہو جگاؤ.... اور کہو کہ مجھ سے فون پر رابطہ قائم کریں۔!"

وہ مزید کچھ کہنے والی تھی لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ اس نے ریسیور رکھ دیا اور عمران کی طرف عجیب نظروں سے دیکھنے لگی۔!

"کوئی وحشت ناک خبر....!" عمران نے سوال کیا۔

"بہت زیادہ.... وہ کہہ رہا ہے کہ ڈیڈی کو جگا دیا جائے....!"

"کون کہہ رہا ہے....!"

"بابا....!"

"بہت خوب....! بچوں کی طرح ٹریٹ کرتا ہے سیٹھ کو....!"

"کتوں کی طرح آدمیوں کو بھی ٹریٹ کرتا ہے....!"

"اوہ....!" تو کیا آپ کو اس سے عقیدت نہیں ہے۔!"

"ہر گز نہیں....! میں عقیدت وقیدت کی قائل نہیں ہوں۔ میرے ہی جیسا آدمی وہ بھی

ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ مرنے کے بعد کتوں والے بابا کے نام سے یاد رکھا جائے گا اور میں بھلا دی جاؤں گی۔!"

"وہ کیوں یاد رکھا جائے گا۔!"

"پیشگوئیاں کرتا ہے اور کبھی کبھی اس کا کہا ہوا پورا بھی ہو جاتا ہے۔!"

"اف فوہ! تو اس قسم کے بابا ہیں۔ میں سمجھا تھا شائد فرقہ کلبیہ کے کوئی فلسفی ہیں۔!"

"پتا نہیں کیا چیز ہے۔ ویسے ڈیڈی اس سے بہت ڈرتے ہیں۔!"

"فون پر ہونے والی پوری گفتگو سے آگاہ کیجئے۔!"

غزالہ نے اپنی اور اُس کی گفتگو دہرائی تھی۔ اور عمران سر کھجاتا ہوا بولا تھا۔ "جس سے میری گفتگو ہوئی تھی شائد اُس نے اُس شخص کو آگاہ کر دیا تھا جسے آپ بابا کہتی ہیں۔ لیکن آپ مجھے بتائیے کہ کیا ہوگا۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا۔۔۔!"

"بس تو پھر مجھے فرار ہو جانے دیجئے۔!"

"فضول باتیں نہ کرو۔۔۔۔ چلو تہہ خانے کا راستہ تلاش کریں۔!"

"چلئے۔۔۔!" عمران مردہ سی آواز میں بولا۔

وہ ڈرائینگ روم سے لفٹ کی طرف چل پڑے تھے۔ پھر عمران چلتے چلتے رک کر بولا۔ "قفل کھولنے کے لئے کسی نوکدار اور مضبوط تار کی ضرورت ہوگی۔!"

"وہ بھی مہیا ہوگا۔۔۔ تم یہیں ٹھہرو۔۔۔۔!" غزالہ نے کہا اور ایک طرف دوڑتی چلی گئی۔

جلد ہی واپس آئی تھی۔ اور اس کے ہاتھ میں بوریاں سینے والا سوا تھا۔

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔!" عمران اسے اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھتا ہوا بولا۔ اور وہ لفٹ کی طرف بڑھتے رہے۔!"

"ارے۔۔۔!" یک بیک غزالہ اچھل پڑی۔ وہ لفٹ کے کیج کے قریب پہنچ چکے تھے۔ اور کیج لفٹ سے خالی نظر آیا تھا۔

"لل۔۔۔ لفٹ کہاں گئی۔۔۔!" غزالہ ہکلائی۔

"چلئے جلدی کیجئے۔۔۔!" عمران نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر زینوں کی جانب کھینچتے ہوئے کہا۔ اور

پھر انہوں نے دوڑتے ہوئے زینے طے کئے تھے۔۔۔۔ لیکن اوپری منزل پر بھی لفٹ کا کیج خالی ملا۔

عمران تیزی سے خواب گاہ کی طرف بڑھا تھا۔

"آخر مجھے بتاتے کیوں نہیں کیا بات ہے۔۔۔۔!" غزالہ بھنبھنائی۔

"ذرا صبر کیجئے۔!" عمران نے کہا اور ہینڈل گھما کر جیلانی کی خواب گاہ کا دروازہ کھولا۔ گہری نیلی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور جیلانی بستر پر موجود تھا۔

"آپ باتھ روم میں چلی جایئے اور میں یہاں اس پردے کے پیچھے دبکا جاتا ہوں۔!" عمران نے غزالہ سے کہا۔

"پتا نہیں کیا کرنا چاہتے ہو۔!"

"شائد کوئی یہاں آنے والا ہے۔!"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔۔۔!"

"پھر لفٹ کہاں گئی۔ اور اسے آپریٹ کون کر رہا ہے۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ عمران نے کہا۔ "جو کچھ کہہ رہا ہوں وہی کیجئے۔ ورنہ پچھتایئے گا۔!"

"میں باتھ روم میں کیا کروں گی۔!"

"جب تک میں آواز نہ دوں باہر مت آیئے گا۔!"

"وہ باتھ روم میں چلی گئی اور عمران پردے کے پیچھے چھپ گیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازے کا ہینڈل گھوما تھا۔ اور دروازہ کھول کر دو افراد یکے بعد دیگرے دبے پاؤں اندر داخل ہوئے تھے۔ وہ جیلانی کے بستر کی جانب بڑھتے رہے اور عمران دم سادھے پردے کے پیچھے کھڑا رہا۔

ان میں سے ایک جیلانی سیٹھ کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر آوازیں دے رہا تھا۔ پھر وہ اپنے ساتھی سے بولا۔ "کچھ گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔ سونے کے لئے انجکشن ضرور لیتا ہے لیکن جو اسٹف استعمال کرتا ہے وہ اتنی گہری نیند نہیں لاتا۔ یہ تو بے ہوشی ہے۔!"

"تو پھر کیا کریں۔!" دوسرا بولا۔

"اٹھا کر لفٹ تک لے چلو۔۔۔!"

دفعتاً غزالہ باتھ روم کا دروازہ کھول کر سامنے آگئی۔ صبر نہیں ہو سکا تھا۔ وہ دونوں اچھل پڑے اور ایک نے کہا۔ "وہیں ٹھہرو۔۔۔۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔ میرے ہاتھ میں پستول ہے۔!"

غزالہ کی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ اچانک کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ ساتھ ہی عمران کی آواز گونجی۔ "تم اپنا پستول اب فرش پر ڈال سکتے ہو۔ کیونکہ میرے ہاتھ میں بھی ریوالور ہے۔!"

دونوں کی پشت عمران کی تھی۔ غزالہ چندھیائی ہوئی آنکھوں سے عمران کو دیکھے جا رہی تھی۔ فرش پر پستول گرنے کی آواز کمرے میں گونج کر رہ گئی۔

"اب ہاتھ اٹھا کر مڑ جاؤ۔!" عمران نے کہا اور ان دونوں نے چپ چاپ تعمیل کی۔ اس دوران میں غزالہ آہستہ آہستہ کھسکتی ہوئی عمران کے قریب آ کھڑی ہوئی تھی۔

"تم کیا سمجھتے ہو۔!" ان میں سے ایک آدمی ہنس کر بولا۔

"انگریزی اور اردو سب سمجھتا ہوں۔ لیکن تم فی الحال مجھے یہ سمجھانے کی کوشش کرو کہ یہاں تک کیسے پہنچے۔!"

"ہم یہیں رہتے ہیں۔ سیٹھ کے پوشیدہ محافظ.... ہمیں علم ہے کہ تمہیں بحیثیت باڈی گارڈ رکھا گیا ہے۔!"

"تم دونوں سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔ اب یہ بتاؤ کہ تمہاری کیا خاطر کروں۔ سر کی پشت پر ریوالور کا دستہ کھاؤ گے یا یونہی پُر امن طور پر اپنے ہاتھ پیر بندھوالو گے۔!"

"شائد تمہارا دماغ چل گیا ہے۔!"

"نہ چلتا تو تمہارا پستول سیٹھ کی بیٹی پر چل جاتا۔!" عمران نے بڑی سادگی سے کہا۔

"ارے.... وہ تو میں نے پہچانا نہیں تھا۔ میں سمجھا تھا شائد کوئی دشمن۔!"

"چلو مان لیا.... لیکن تم یہاں کس سوراخ میں رہتے ہو کہ دکھائی نہیں دیتے۔!"

"اپنی حد سے آگے نہ بڑھو۔!" ایک نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"مجھے بتاؤ کہ میری حد کہاں سے شروع ہوتی ہے اور کہاں ختم ہو جاتی ہے۔!"

"ہم صرف سیٹھ کو جواب دہ ہیں۔!"

لیکن ان کے بیدار نہ ہونے پر تمہیں تشویش کیوں ہو گئی ہے۔ اور تم انہیں کہاں لے جانا چاہتے ہو۔!"

"سیٹھ خطرے میں ہیں۔!"

"میری موجودگی میں یہاں کوئی بھی خطرے میں نہیں ہے۔!"

"بات نہ بڑھاؤ ورنہ پچھتاؤ گے۔!"

"بات بڑھائے بغیر بھی پچھتاتا ہی رہتا ہوں۔ تم اُس کی فکر نہ کرو۔ مس صاحب وہ نائیلون کی ڈوری لائیے۔ جو آپ نے مچھلیاں پکڑنے والے جال کے لئے منگوائی تھی۔! لیکن ٹھہریئے پہلے وُہ پستول اٹھا کر مجھے دے دیجئے۔!"

غزالہ نے پستول اٹھا کر اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا۔ "پہلے میں پولیس کو فون کر دوں گی۔ پھر ڈوری لاؤں گی۔!"

"ایسی غلط بھی نہ کیجئے گا۔!" عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔

"کیوں....!"

"سیٹھ سے ان کے بیان کی تصدیق کئے بغیر میں اس کا خطرہ نہیں مول لے سکتا۔!"

"اچھی بات ہے....!" کہتی ہوئی غزالہ باہر چلی گئی۔

"تم خواہ مخواہ اپنا اور ہمارا وقت ضائع کر رہے ہو۔!" ان میں سے ایک نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"مجبوری ہے میں یہ سب کچھ اپنی حد میں رہ کر کر رہا ہوں۔ تم دونوں اس رات بھی سیٹھ کے پوشیدہ محافظ رہے ہو گے جب وہ یہاں سے غائب ہو گئے تھے۔ اور اپنے بازو کی ہڈی تڑوا کر واپس آئے تھے۔!"

"اچھا تو تم کیا کرو گے۔!"

"تمہارے ہاتھ پیر باندھ کر یہیں ڈال دوں گا۔ تاکہ سیٹھ صاحب آنکھ کھلتے ہی تمہاری خیریت دریافت کر سکیں۔!"

"ملازمت سے الگ کر دیئے جاؤ گے۔!"

"وفاداری کا الٹا صلہ ملے گا تو یہی سہی۔!"

"بھلا تم کس طرح ہم دونوں کے ہاتھ باندھو گے۔ تنہا ہو......اور ہم تم سے کمزور بھی نہیں ہیں۔!"

"شہزوری کے توڑ کے کئی نسخوں کا موجد بھی ہوں۔ ڈور آ جانے دو۔ خود ہی دیکھ لو گے۔!"

"اب یہ حضرت سر ہی ہو رہے ہیں تو چپ چاپ بندھوالو ہاتھ پیر.... سیٹھ کے جاگنے پر دیکھا جائے گا۔!" ایک نے دوسرے سے کہا۔

"اچھی بات ہے.... تم کہتے ہو.... تو....!"

"خبر دار.... ! ہاتھ اوپر ہی اٹھائے رکھو.... ! میں مروت نہیں کروں گا۔!" عمران نے ریوالور کو جنبش دے کر کہا۔

"یار یہ شخص پاگل ہی معلوم ہوتا ہے۔!"

"معلوم نہیں ہوتا بلکہ تم ایک ٹھوس حقیقت بیان کر رہے ہو۔ پندرہ دن ہوئے پاگل خانے سے بھاگا ہوں۔ سیٹھ سے ملاقات نہ ہو گئی ہوتی تو سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیتا۔!"

"خاموش رہو.... !" دوسرے نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ دونوں کے چہروں پر ذرہ برابر بھی پریشانی کے آثار نہیں پائے جاتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جو کچھ بھی کہہ رہے ہوں۔ اُس میں جھوٹ کا شائبہ بھی نہ ہو۔

"تم لوگ کہاں چھپے رہتے ہو.... !" عمران نے سوال کیا۔

"وہ دونوں اسے گھور کر رہ گئے۔ کچھ بولے نہیں۔ اتنے میں غزالہ واپس آ گئی نائیلون کی مضبوط ڈور کا لچھا اس کے ہاتھ میں تھا۔

"مس غزالہ آپ دونوں ہی پچھتائیں گے۔!" ان میں سے ایک نے کہا۔

لیکن غزالہ کچھ کہنے کی بجائے عمران کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔ شائد اُس سے معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اُن دونوں کے ہاتھ پیر کس طرح باندھے جائیں۔

"کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہیں۔ پچھاڑیئے ایک ایک کو اور ہاتھ پیر باندھنا شروع کر دیجئے۔!" عمران بولا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا۔ میں پچھاڑوں گی۔!" وہ بھنا کر بولی۔

اُس پر وہ دونوں ہنسنے لگے تھے۔ اور عمران کڑک کر بولا تھا "اے، دانت بند کرو.... ہم مشورہ کر رہے ہیں۔!"

"پتا نہیں یہ جانور کہاں سے ہاتھ لگا ہے۔!" ایک نے دوسرے کو آنکھ مار کر کہا۔

عمران اس ریمارک کو اس طرح نظر انداز کر گیا جیسے اور کسی کی بات ہو رہی ہو۔

"کیوں دیر کر رہے ہو۔!" غزالہ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں کیا کروں! میرے دونوں ہاتھ پھنسے ہوئے ہیں۔ ایک میں ریوالور ہے اور دوسرے میں پستول.... !"

"اور پیروں میں مہندی لگی ہوئی ہے.... !" دوسرا ہنس کر بولا۔

"کہاں.... !" عمران بوکھلا کر پیروں کی طرف دیکھنے لگا۔ مقابل نے موقع غنیمت جان کر اُس کے دونوں ہاتھ پکڑ لینے کی کوشش کی تھی۔ کون جانے عمران یہی چاہتا ہو کیونکہ دوسرے ہی لمحے میں اُس نے دائیں جانب کھسک کر کچھ ایسی چھلانگ لگائی کہ جوتے کی نوک اُس کی بائیں کنپٹی پر پڑی۔ اور وہ کسی کٹے ہوئے درخت کی طرح ڈھہتا چلا گیا۔ دوسرا ابھی پس ہی میں تھا کہ ریوالور کا دستہ اس کی کنپٹی پر بیٹھا.... دونوں تلے اوپر ڈھیر ہو گئے.... !"

غزالہ کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں.... عمران احمقانہ انداز میں بولا۔ "اب تو باندھ سکتی ہیں۔ دونوں بیہوش ہو گئے ہیں۔!"

"تمہیں بیہوش کر دینے کے علاوہ بھی اور کچھ آتا ہے۔!" وہ کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولی۔

"لیکن اس میں بھی حفظِ مراتب کا خیال رکھتا ہوں۔!"

پھر دونوں نے مل کر اُن کے ہاتھ پیر باندھے تھے۔! اور عمران نے انہیں اٹھا اٹھا کر باتھ روم میں پہنچایا تھا۔!"

"یہ کیا کر رہے ہو.... ؟" غزالہ نے کہا۔

"یہ یہیں پوشیدہ رہ کر سیٹھ صاحب کی محافظت کریں گے.... ! بس اب یہاں کا کام ختم .... چلئے لفٹ کی طرف.... !"

"وہ کتنی دیر بیہوش رہیں گے.... !"

"اس کی فکر نہ کیجئے.... اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکیں گے.... !"

"اور اگر انہوں نے شور مچایا تو.... !"

"مچانے دیجئے۔! کیونکہ آوازیں باتھ روم ہی میں گھٹ کر رہ جائیں گی.... رہے سیٹھ صاحب تو وہ صبح سے پہلے بیدار نہ ہو سکیں گے.... !"

"دل نہیں چاہتا کہ انہیں ڈیڈی کے قریب چھوڑا جائے.... !"

"تو پھر.... !"

"کسی اور کمرے میں بند کر دیں.... !"

"اچھا تو پھر اٹھائیے.... میں جا کر اُس کمرے کا دروازہ کھولتا ہوں۔!"

"میں اٹھاؤں گی....!"

"تو پھر کیا میں اٹھاؤں گا.... اب وہ اتنے لاٹ صاحب بھی نہیں ہیں کہ اٹھائے اٹھائے پھروں۔ بس ایک بار کافی ہے!" عمران نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا غزالہ اُس کے پیچھے لپکی۔

پتا نہیں کیوں اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ڈھمپ بھاگ نکلنے ہی کے چکر میں ہو.... اُس نے سوچا اگر وہ دونوں لفٹ ہی کے ذریعے اوپر آئے تھے تو لفٹ اوپر ہی ہوگی.... پھر ڈھمپ نیچے کیوں جا رہا تھا۔ غزالہ نے اُسے زینوں کے قریب جا لیا اور راستہ روک کھڑی ہو گئی۔

"یہ کدھر چلے.... لفٹ اوپر ہی ہے....!"

"آپ ضرور گردن کٹوائیں گی.... میں اب یہاں نہیں ٹھہرنا چاہتا...." اُس نے کہا۔

"پہلے تہہ خانہ....!"

"اب میں اسے غیر ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ وہ دونوں تہہ خانے ہی سے آئے تھے۔!"

"اور تمہارا خیال ہے کہ وہ دونوں سچ مچ ڈیڈی کے محافظ ہیں....!"

"ہوں یا نہ ہوں مجھے اب اس معاملے سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں رہی....!"

"آخر کیوں....؟"

"آپ مجھ سے زیادہ بیوقوف نہیں ہیں اس لئے آپ کو تو معاملے کی نوعیت کا اندازہ ہو ہی جانا چاہئے تھا۔!"

"تم یہی کہنا چاہتے ہو نا کہ ڈیڈی کسی قسم کا فراڈ کر رہے ہیں۔!"

"میں کچھ نہیں کہنا چاہتا.... کیونکہ ابھی تک انہی کی چھت کے نیچے ہوں.... اور تھوڑی دیر پہلے انہی کا نمک کھا چکا ہوں۔!"

"چلو فراڈ ہی سہی.... لیکن میں اس معاملے کی تہہ تک پہنچنا چاہتی ہوں۔ میری مدد کرو۔!"

"یعنی آپ دوسری پارٹی کی حیثیت سے بات کر رہی ہیں....!"

"چلو یہی سمجھ لو....!"

"لیکن میں ابھی سیٹھ صاحب کی ملازمت میں ہوں لہذا کسی دوسری پارٹی کی طرف اپنی خدمات کیسے منتقل کر سکوں گا....!"

"تم باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو....!"

"ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ سیٹھ صاحب کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے میرا استعفٰی منظور کر سکتی ہوں تو مطلع فرمائیے....!"

"اس سے کیا ہوگا۔؟"

"استعفٰی منظور کر کے فوراً اپنی ذاتی ملازمت میں لے لیجئے گا۔!"

"اب وکالت پڑھانے بیٹھو گے....!"

"اصولی بات محترمہ....!"

"میں نے ڈیڈی کی طرف سے تمہارا استعفٰی منظور کر لیا.... اور اب تمہیں اپنی ملازمت میں لیتی ہوں.... تنخواہ کیا لو گے....!"

"تنخواہ کی فکر نہیں.... آپ اپنے ڈیڈی کی طرح مال دار نہیں ہیں۔ اس لئے جو دل چاہے دے دیجئے گا۔!"

"خاصا وقت ضائع کر چکے اب ہلو بھی اس جگہ سے....!"

"چلئے....!" عمران اس حصے کی طرف مڑتا ہوا بولا۔ جہاں لفٹ کا کیج تھا۔ لفٹ موجود تھی۔ دونوں اندر پہنچے اور عمران اُس کے سوئچ بورڈ کا جائزہ لینے لگا۔

پھر اُس نے ایک بٹن دبایا تھا.... اور لفٹ حرکت میں آگئی تھی.... لیکن وہ گراؤنڈ فلور پر رُک گئی۔

"ارے.... یہ تو یہیں رک گئی....!" غزالہ نے تردد آمیز لہجے میں کہا۔!

"لیکن یہیں رکی نہیں رہے گی.... بس دیکھتی جائیے....!"

اُس نے سوئچ بورڈ پر کسی قدر زور صرف کیا تھا اور وہ بائیں جانب کھسک گیا تھا۔ اُس کے نیچے دو بٹن اور دکھائی دیئے ایک سرخ تھا اور دوسرا سفید.... سرخ بٹن پر انگلی رکھتے ہی لفٹ نیچے کھسکنے لگی تھی۔

"پاک پروردگار....!" عمران دونوں ہاتھ جوڑ کر اوپر کی طرف دیکھتا ہوا بولا "گواہ رہیو کہ یہ خاتون برضا و رغبت تہہ خانے میں جا رہی ہیں.... میں نے انہیں نہیں ورغلایا۔ بلکہ میں نے تو اس سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔!"

غزالہ بھنا کر کچھ کہنے ہی والی تھی کہ لفٹ ایک دھچکے کے ساتھ رک گئی۔ دروازہ کھلا تھا اور

سامنے ہی تین آدمی کھڑے نظر آئے جن کے منہ حیرت سے کھل گئے تھے۔!

غزالہ سے پہلے عمران لفٹ سے نکلا.... اور پھر بڑے اطمینان سے مڑ کر بولا "آیئے.... آیئے.... شائد یہ لوگ اوپر جانا چاہتے ہیں۔!"

اُن لوگوں کو دیکھ کر غزالہ کے ہاتھ پیر پہلے ہی پھول گئے تھے۔ بوکھلاہٹ میں لفٹ سے نکل آئی۔ پھر عمران نے اس سمت آگے بڑھ جانا چاہا تھا۔ لیکن وہ تینوں راہ میں حائل ہوگئے اور ایک نے کہا۔

"کیا خیال ہے.... تم کیا کر رہے ہو....؟"

"یہاں کی صفائی کرنی ہے....!" عمران نے جواب دیا۔

اتنی دیر میں غزالہ سنبھل گئی تھی۔ اُس نے کڑے تیوروں کے ساتھ انہیں مخاطب کیا۔ "تم لوگ کون ہو اور ہمارے تہہ خانے میں کیا کر رہے ہو....؟"

دفعتاً ان میں سے ایک نے ریوالور نکال لیا۔ اور اُس کا رخ عمران کی طرف کرتا ہوا بولا۔ "اپنی جگہ سے ہلے بھی تو فائر کر دوں گا۔!"

"آپ تو کہہ رہی تھیں کہ تہہ خانہ خالی ہوگا۔" عمران نے غزالہ سے کہا۔ "لیکن یہاں تو ایک ریوالور بھی موجود ہے....!"

"کیا تم جانتے نہیں کہ میں تمہارے مالک کی بیٹی ہوں۔!" غزالہ نے جی کڑا کر کے کہا۔

"اسی لئے تو میں جاننا چاہتا ہوں کہ یہاں آپ کا کیا کام۔!" اُن میں سے ایک بولا۔

"میں اپنی مرضی کی مالک ہوں....!"

"پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا....!"

"ضرورت نہیں سمجھی تھی۔!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"لیکن اسے کیوں ساتھ لائی ہیں۔!"

"اپنے ملازم کو جہاں چاہوں گی لے جاؤں گی۔ تم دخل اندازی کرنے والے کون ہو....؟"

"فی الحال ان دونوں کو بند کر دو....!" اُس نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا۔!

"ملاحظہ فرمایا آپ نے....!" عمران نے طنزیہ لہجے میں مخاطب کیا۔!

"سن رہی ہوں.... پتا نہیں کیا چکر ہے....!"

"چلو....!" ریوالور والے نے بائیں جانب اشارہ کیا۔

"اور اگر میں انکار کر دوں تو....!" عمران نے بھی آنکھیں نکالیں۔

"زیادہ تیزی دکھانے کی ضرورت نہیں ورنہ سچ مچ گولی ماردی جائے گی۔!"

"چلئے جناب....!" عمران نے غزالہ کی طرف دیکھ کر مایوسانہ انداز میں کہا۔

غزالہ نے اُسے اشارہ کیا کہ وہ بھی ریوالور نکال لے۔ لیکن عمران ٹھنڈی سانس لے کر بہ آواز بلند بولا۔ "یہی تو حماقت سرزد ہوئی ہے کہ ریوالور اور پستول دونوں ہی اوپر چھوڑ آیا ہوں۔!"

غزالہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گئی۔

"اوہو.... تو جناب نہ صرف ریوالور بلکہ پستول بھی رکھتے ہیں!" ریوالور والے نے کہا۔

"سیٹھ صاحب کا باڈی گارڈ ہوں اس لئے توپ بھی رکھ سکتا ہوں۔!"

"اُوہ.... فضول باتوں میں وقت کیوں ضائع کر رہے ہو۔!" تیسرا بولا "ان دونوں کو واپس آجانا چاہئے تھا۔ اُن کی بجائے یہ آئے ہیں۔ پتا نہیں یہ غیر معمولی واقعہ کیونکر ہوا۔!"

"میں بتاتا ہوں....!" عمران سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔ "ہمیں علم نہیں تھا کہ تہہ خانے میں بھی کسی قسم کی آبادی پائی جاتی ہے۔ وہ دونوں چوروں کی طرح سیٹھ صاحب کی خوابگاہ میں داخل ہوئے تھے اور میں نے اُن کی اچھی خاصی پٹائی کرنیکے بعد باندھ کر باتھ روم میں ڈال دیا ہے۔!"

"میں تسلیم نہیں کر سکتا کہ سیٹھ صاحب نے تمہیں اس کی اجازت دی ہو گی۔!"

"اُن کے فرشتوں کو بھی علم نہیں.... پڑے سو رہے ہیں۔ اتنی دھینگا مشتی بھی ہوگئی لیکن اُن کی آنکھیں نہ کھلیں۔ پتا نہیں کیا کھا پی کر سوتے ہیں۔!"

"اس کے باوجود بھی اب تم دونوں کو یہیں رُکنا پڑے گا۔!"

"یقیناً تمہارا دماغ چل گیا ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تم دونوں انہیں دیکھو.... میں اوپر جارہا ہوں....!" اُس نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا اور لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"ضرور دیکھو....!" عمران نے ان دونوں سے کہا۔ "لیکن یہیں کھڑے کھڑے ہم یہاں سے ایک انچ بھی آگے نہ بڑھیں گے....!"

انہوں نے لفٹ کی طرف دیکھا جو اوپر جارہی تھی۔! دفعتاً دوسرے نے ریوالور والے سے

کہا"تم انہیں کور کئے رکھو۔۔۔۔ میں ابھی آیا۔!"

کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک دروازے سے گذر کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ادھر عمران نے غزالہ سے پوچھا"کیا خیال ہے چھین لوں ان صاحب سے ریوالور۔۔۔!"

"تم سے کچھ بھی نہیں ہو سکے گا۔۔۔۔ بڑے گاؤدی ہو۔۔۔!" غزالہ جل کر بولی۔

"اچھا بھائی۔۔۔!اب تم ریوالور میرے حوالے کردو۔۔۔۔ ورنہ میری نوکری کی خیر نہیں مس صاحب کو غصہ آگیا ہے۔!"

"اگر یہ بات ہے تو چھین لو۔۔۔۔!" وہ ہنس کر بولا۔

"ہاتھا پائی سے کیا فائدہ۔۔۔ چپ چاپ میرے حوالے کردو۔۔۔!" عمران نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ اور غزالہ اُسے اس طرح دیکھنے لگی جیسے وہ سچ مچ پاگل ہو گیا ہو۔۔۔۔!

"چلو۔۔۔!" وہ ریوالور کو جنبش دے کر بولا۔ "ورنہ بُرا حشر ہوگا۔ اب شائد سیٹھ صاحب بھی تمہارے لئے کچھ نہ کر سکیں۔!"

"کیوں؟ کیا وہ کسی کے باپ کے نوکر ہیں۔!" غزالہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"یہ بہت ہی نازک مسائل ہیں محترمہ۔۔۔۔!" ریوالور والے نے بڑے ادب سے کہا۔!

"میں نہیں سمجھی تم کیا کہنا چاہتے ہو۔۔۔۔؟"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ جو کہا جائے وہی کیجئے۔ شائد اسی طرح آپ لوگوں کے لئے بہتری کی کوئی صورت نکل آئے۔!"

"تم تو ایسی باتیں کر رہے ہو جیسے ڈیڈی تمہارے زیرِ دست ہوں۔!"

"یہاں نہ کوئی زیر دست ہے اور نہ کوئی زبردست۔۔۔!"

"اوہو۔۔۔ تو یہ جمہوری تہہ خانہ ہے۔۔۔!" عمران چہک کر بولا۔

ٹھیک اُسی وقت اُس نے دوسرے آدمی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ "ارے تم لوگ ابھی یہیں کھڑے ہو۔!"

"یہ لوگ بات بڑھا رہے ہیں۔!" ریوالور والے نے جواب دیا۔

"تمہارے بس میں ہو تو بات گھٹانا سکھا دو۔۔۔!"

دوسرا آدمی قریب آگیا جس کے ہاتھ میں عجیب وضع کا پستول تھا۔ عمران سر جھکا

بولا۔"یک نہ شُد دو شُد۔۔۔۔!"

وہ اُس عجیب وضع کے پستول کے مصرف سے بخوبی واقف تھا۔ اور اب اُسے اپنی عافیت سچ مچ خطرے میں نظر آنے لگی تھی۔ پھر قبل اس کے کہ وہ اس کے تدارک کی کوئی تدبیر سوچ سکتا۔ اُس میں سے ایک ڈارٹ نکل کر غزالہ کے شانے میں پیوست ہو گئی۔ وہ چیخی تھی اور گھٹنوں کے بل فرش پر گر پڑی تھی۔

"خبر دار۔۔۔۔ جنبش نہ کرنا۔۔۔!" ریوالور والے نے عمران کو دھمکی دی۔ لیکن عمران نے کسی جمناسٹ کے سے انداز میں الٹی جست لگائی۔ ریوالور سے فائر ہوا تھا اور گولی اُس کے بائیں کان کے قریب سے نکل گئی۔ اتنے میں ڈارٹ گن بھی دوبارہ لوڈ کر لی گئی تھی۔ ریوالور سے دوسرا فائر ہوا۔۔۔ اور عمران اس بار بھی بال بال بچا۔ لیکن بالآخر ڈارٹ گن اپنا کام کر ہی گئی۔

غزالہ پہلے ہی بیہوش ہو چکی تھی۔۔۔ اور عمران سیدھا کھڑا رہنے کی کوشش میں جھوم رہا تھا۔ اور پھر وہ بھی منہ کے بل فرش پر آرہا۔

سیٹھ جیلانی بڑے ادب سے ہاتھ باندھے اُس کے سامنے کھڑا تھا۔ لیکن یہ ادب واحترام اُسی وقت تک قائم رہا جب تک کچھ دوسرے لوگ بھی بابا سگ پرست کے "دربار" میں حاضر رہے۔ اور اُن کے جاتے ہی جیلانی نے سر اٹھایا اور قہر آلود نظروں سے بابا کو گھورنے لگا۔ عجیب دھج کا آدمی تھا یہ بابا بھی۔۔۔ سر اور ڈاڑھی کے بال بالکل سفید تھے۔ لیکن جسم جوانوں جیسا تھا۔ قد آور اور سرخ وسپید رنگت والا تھا۔ آنکھوں سے بے پناہ توانائی ظاہر ہوتی تھی۔ ایک کتا اس کی گود میں لیٹا ہوا تھا۔ دو ادھر اُدھر بیٹھے ہوئے تھے اور چوتھا عقب سے کاندھے پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میں نے آپ ہی کے کہنے پر اُسے گھر میں رکھنا گوارہ کیا تھا۔" بالآخر جیلانی سیٹھ نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"میں نے اس لئے کہا تھا کہ وہ یہی چاہتا تھا۔ اور تم بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ تمہیں کس بات پر نظر رکھنی ہے۔!"

"کیا میں اس کی طرف سے غافل تھا۔!"

"نہیں اُسکی طرف سے تو غافل نہیں تھے۔ لیکن بیٹی کیطرف سے ضرور غافل رہے ہو۔!"

"میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔!"

"تو پھر انتظار کرو کہ حقیقت سامنے آجائے....!"

"میں نے غزالہ پر کبھی کوئی پابندی نہیں لگائی.... وہ جانتی تھی کہ مجھے اس کے فیصلے سے اتفاق ہوگا.... پھر اُس نے ایسی حرکت کیوں کی۔!"

"ہوں.... تو تم اُسے کسی کرسچین سے شادی کر لینے سے نہ روکتے۔!"

"لل.... لیکن....!"

"تم کتنے ہی آزاد خیال کیوں نہ ہو۔ اس کی اجازت ہر گز نہ دیتے۔!"

جیلانی سیٹھ تھوک نگل کر رہ گیا۔!

بوڑھے نے کاندھے پر چڑھ بیٹھنے کی کوشش کرنے والے کتے کی گردن پکڑ کر اٹھایا اور اُسے بھی گود میں بٹھا لیا۔

"میں کیا کروں....؟" جیلانی سیٹھ بے بسی سے بولا۔

"انہیں تلاش کرو....!"

"کیا وہ واقعی کرسچین ہے....!"

"نہیں.... لیکن وہ تمہاری بیٹی پر ہر گز ظاہر نہیں کرے گا کہ وہ کرسچین نہیں۔ اور اگر ظاہر کر دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارے بارے میں بھی اُسے وہ سب کچھ بتا دے گا جس کا اُسے علم نہیں۔!"

"اگر ایسا ہوا ہے تو بہت بُرا ہوا ہے بابا.... وہ اب کبھی میری طرف رخ بھی نہ کرے گی۔ میں اُسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ سرے سے بھلا دے گی کہ اُس کا کوئی باپ بھی تھا۔!"

"سچا بزنس مین نہ کسی کا باپ ہوتا ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔!"

"میں سچا بزنس مین نہیں بننا چاہتا۔!"

"تب پھر تم پر باپا کا عذاب ضرور نازل ہوگا۔ اور تم بیٹی کی محبت کے جہنم میں جلتے رہو گے۔!"

"مجھ پر رحم کیجئے بابا....!"

"میں کیا کر سکتا ہوں۔!"

"مجھے میری بیٹی چاہئے۔!"

"تم سے بہتر یہ کتے ہیں کہ افزائش نسل تو کرتے ہیں لیکن باپا کا روگ نہیں پالتے.... اپنی ذات میں مگن.... اپنے وجود کی مستی سے سرشار....!"

"اس وقت میں فلسفہ پڑھنے نہیں آیا.... مجھ پر رحم کیجئے....!"

"کس طرح رحم کروں.... طریقہ بھی بتاؤ۔!"

"آپ سب کچھ جانتے ہیں۔ آپ تو اُسے بھی جانتے تھے۔! میں لاعلم تھا۔ آپ تو یہ بھی جانتے ہیں کہ اس معاملے میں مزید دو مرد اور ایک غیر ملکی سفید فام عورت بھی ملوث ہے.... اور وہ یہاں سے سینکڑوں میل دور ہیں۔!"

"لیکن میں نہیں جانتا کہ تمہاری بیٹی اُسے کہاں لے گئی ہے۔!" بابا نے کہا۔

"تمہاری پیچش کا کیا حال ہے؟"

"جی....!" وہ چونک کر بولا۔ "میں نہیں سمجھا۔!"

"پچھلی رات.... تم نے ضرغام کو بتایا تھا کہ مروڑ والی پیچش میں مبتلا ہو گئے۔!"

"مم.... مجھے تو یاد نہیں.... اور میں پیچش میں ہر گز مبتلا نہیں ہوا تھا۔!"

"تم نے یہ بھی کہا تھا کہ محض اسی تکلیف کی بناء پر فوری طور پر مجھ سے نہیں مل سکتے۔!"

"میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یہ درست نہیں۔!"

"ہو سکتا ہے نیم بیہوشی کے عالم میں اُس کی کال ریسیو کی ہو۔!"

"ہاں.... یہ ممکن ہے....!"

"اُس نے پچھلی رات کو ایک ڈرگ اسٹور سے بیہوشی طاری کرنے والے کیمیکلز خریدے تھے۔ اسی لئے مجھے تشویش تھی اور میں نے تمہیں فون کیا تھا۔!"

"وہ تو جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب میں کیا کروں۔!"

"کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ صبر کے علاوہ.... اب وہ ہاتھ نہیں آئے گا۔ شائد تمہارے سارے راز اپنے ساتھ لے گیا۔ کیا تمہاری بیٹی تہہ خانے کے بارے میں جانتی تھی۔!"

"نہیں.... وہ میرے ہر ایسے معاملے سے لاعلم تھی جس سے اُسکے ذہن پر بُرا اثر پڑ سکتا۔!"

"تب پھر اُسے تم جیسے آدمی کی بیٹی ہی نہ ہونا چاہئے تھا۔ اچھا ہی ہوا کہ تم بالکل آزاد ہو گئے۔!"

"کیا میں ہمیشہ سے ایسا ہی تھا۔!"

"نہ رہے ہو گے۔ لیکن تم میں ایسا بن جانے کے جراثیم ضرور موجود تھے۔!"

"ہاں اب تو آپ یہی کہیں گے۔!"

"جیلانی....! اپنی حد میں رہو....!"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔!"

"تو پھر فی الحال گوشہ نشین ہو جاؤ۔!"

"لیکن اگر وہ کسی طرح تہہ خانے کے راز سے واقف ہو گیا ہے تو کیا ہو گا۔!"

"تم اس کی فکر نہ کرو اسے میں دیکھوں گا.... ویسے کیا تم اس پر روشنی ڈال سکو گے کہ تمہارے ہی مکان کے قریب کیوں آ بیٹھا تھا۔ اور بہانہ بھی بنایا تو کتیا اور اُس کے بچوں کا۔!"

"میں کیا بتاؤں.... مجھے علم نہیں کہ ایسا کیوں کر ہوا۔!"

"وہ چوری چھپے لیڈی ڈاکٹر زیبا سے بھی ملتا رہا ہے۔!"

"تو اس سے کیا ہوا۔ وہ میرے بارے میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتی کہ کبھی کبھی میر بلڈ پریشر ہائی ہو جاتا ہے۔!"

"لیڈی ڈاکٹر زیبا کا ایک کزن کیپٹن فیاض مرکزی محکمہ سراغرسانی کا ایک آفیسر ہے۔!"

"ہوا کرے.... وہ میرے بزنس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔!"

"بہر حال.... میں تمہاری بیٹی کے سلسلے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔!"

"تب پھر میری زندگی ہی بیکار ہے۔!"

"تو پھر خود کشی بہترین حل ہے تمہارے مسئلے کا۔!"

"یہ آپ کہہ رہے ہیں۔!"

"میرے علاوہ اور کوئی کہہ بھی نہیں سکتا۔! کیونکہ خود کشی تمہارا مقدر ہو چکی ہے۔ تم آ شام تک خود کشی کر لو گے۔!"

"نن.... نہیں....!" جیلانی خوفزدہ لہجے میں بولا۔

"جاؤ.... میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔!"

"خود کشی کی بددعا واپس لے لیجئے۔!"

"ایک شرط پر....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تا حکم ثانی اپنے بنگلے ہی تک محدود رہو گے۔ کسی سے فون پر بھی گفتگو نہیں کرو گے۔ کہیں سے کوئی کال آئے تو خود ہرگز ریسیو نہ کرنا۔ کسی ملازم کو ہدایت کر دینا کہ وہ ہر کال کے جواب میں یہی کہتا رہے کہ تم گھر میں موجود نہیں ہو۔!"

"مم.... میں یہی کروں گا....!"

"تو جاؤ.... تم فی الحال خود کشی بھی نہیں کرو گے۔!"

"شش.... شکریہ....!"

پتا نہیں کتنی دیر بعد ہوش آیا تھا۔ عمران اندازہ نہ لگا سکا۔ کیونکہ گھڑی بھی بند ہو گئی تھی۔ لیکن وہ تہہ خانہ تو نہیں تھا۔ کیونکہ کمرے میں کھڑکی سے دھوپ آ رہی تھی۔! اُس نے بستر سے فرش پر چھلانگ لگائی اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ پھر ٹانگوں کی قوت کا اندازہ لگانے لگا تھا۔! گھٹنوں میں تھرتھری سی محسوس کی اور پھر بستر پر بیٹھ کر چاروں طرف دیکھنے لگا!

کمرے میں صرف ایک ہی بستر تھا۔ اٹھ کر دروازے کی طرف جھپٹا۔ لیکن وہ مقفل نہیں تھا۔ ہینڈل گھماتے ہی کھل گیا.... بوکھلائے ہوئے انداز میں وہ باہر نکلا.... بائیں جانب کسی دوسرے کمرے کا دروازہ نظر آیا۔ اور ہینڈل گھماتے ہی وہ بھی کھل گیا تھا۔ غزالہ سامنے ہی بستر پر سوتی دکھائی دی۔ تنہا ہی تھی۔

عمران نے چپ چاپ دروازہ بند کر دیا.... غزالہ کو جگانے سے قبل ہی پوری عمارت کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔

زیادہ بڑی عمارت نہیں تھی.... صرف چار کمروں اور ایک کچن پر مشتمل تھی۔ دو کمرے خالی ملے.... بہر حال اس وقت اس عمارت میں اُن دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اُس نے عمارت سے باہر نکلنے کی بھی کوشش کی تھی۔ لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ تھک ہار کر پھر اُسی کمرے کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ جہاں غزالہ سو رہی تھی۔ اُس نے اُسے آوازیں دیں اور وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ گویا بیہوشی کے اثرات زائل ہو چکے تھے۔ اور وہ صرف سوتی رہی تھی۔

"کک.... کیا بات ہے....!" وہ ہکلائی اور پھر بوکھلا کر چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "یہ کیا... ہم کہاں ہیں....؟"

"میں تو ابھی تک خواب دیکھ رہا ہوں۔!"

"کیا مطلب....؟"

"یہ وہ تہہ خانہ نہیں ہے۔!"

"پھر ہم کہاں ہیں....؟"

"خدا جانے.... پچھلی رات ہم دونوں بیہوش کر دینے والی ڈارٹس کا نشانہ بنے تھے۔ اُس کے بعد سے اب ہوش آیا ہے۔!"

"خدا کی پناہ....!" وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر رہ گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولی۔ "آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے....؟ کیا تہہ خانے میں ڈیڈی کے دشمن تھے۔!"

"میں ایسا نہیں سمجھتا۔!"

"تو پھر....!"

"ابھی تک اپنے اسی خیال پر جما ہوا ہوں کہ آپ کے ڈیڈی نے میرے ساتھ کسی قسم کا فراڈ کیا ہے۔!"

"اگر ایسی بات ہوتی تو میں یہاں تمہارے ساتھ نہ دکھائی دیتی۔!"

"یعنی آپ کا ذہن اس وقت بھی جاگ رہا ہے۔!" عمران اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔!

"پوری طرح....!" وہ طویل سانس لے کر بولی "یقیناً ڈیڈی کسی سازش کا شکار ہوئے ہیں۔ ورنہ کم از کم میرے ساتھ یہ برتاؤ نہ ہوتا۔!"

"ہاں... یہ بھی ایک اہم نکتہ ہے.... اس طرح یہ معمہ اور زیادہ ناقابلِ حل ہو جاتا ہے۔!"

"کیا ہم یہاں سے باہر نکل سکیں گے۔!"

عمران سر کو منفی جنبش دے کر بولا۔ "آپ کو جگانے سے قبل ہی اُس کے امکانات کا جائزہ لینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ناکام رہا۔!"

"اس کمرے سے نکل سکیں گے....!"

"ضرور ضرور.... ورنہ میں کس طرح داخل ہو سکتا۔!"

"تو تم کسی دوسرے کمرے میں تھے۔!"

"جی ہاں! اسی بناء پر آپ کے ڈیڈی کے لئے وہ ریمارک تھا۔ ورنہ اُن کے دشمنوں کو کیا پڑی تھی کہ ہمیں الگ الگ بند کرتے۔!"

غزالہ اٹھتے اٹھتے پھر بیٹھ گئی۔ اس کی سانس پھول رہی تھی اور حلق خشک ہو رہا تھا۔

"پپ.... پانی کیا یہاں کہیں پانی بھی ہے۔!" اُس نے بدقت کہا۔

"کیوں نہیں کھانا پانی سب کچھ موجود ہے.... ذرا سی محنت سے ناشتہ بھی تیار ہو جائے گا.... یہ ساری سہولتیں آپ کے ڈیڈی کے علاوہ اور کوئی نہیں فراہم کر سکتا۔!"

"مجھے تھوڑا سا پانی پلا دو....!"

"کیا اب بھی میری نوکری برقرار ہے۔!"

"میری حد تک یقیناً برقرار ہے....!"

"لیکن یہاں رہ کر آپ تنخواہ کیسے دیں گی۔!"

"پانی لانا ہے تو لاؤ.... ورنہ یہاں سے چلے جاؤ۔!"

"لا رہا ہوں محترمہ....!"

"عمران کمرے سے نکل کر کچن میں آیا تھا۔ اور یہاں سے پانی کا جگ اور گلاس اٹھا کر واپس ہوا تھا۔

غزالہ پورا گلاس چڑھا گئی۔ اور ہانپتی ہوئی بولی۔ "اب کیا کرو گے۔!"

"فی الحال تو ناشتے کی سوچ رہا ہوں۔ لیکن جیسے میں کسی مرغی کی طرح انڈے نہیں دے سکتا۔ اسی طرح ناشتہ تیار کرنا بھی میرے بس سے باہر ہے۔ لہٰذا میری نوکری صرف کچن کے باہر ہی برقرار رہ سکتی ہے۔!"

"چلو مجھے دکھاؤ کچن....!"

"پہلے باتھ روم تو دیکھ لیجئے۔ اتنی دیر تک میں صبر کر لوں گا۔!"

وہ اُسے قہر آلود نظروں سے گھورتی ہوئی اٹھ گئی تھی۔

دونوں کمرے سے باہر نکلے۔

کچن میں غزالہ وہاں رکھی ہوئی اشیاء کا جائزہ لینے لگی تھی اور عمران خاموش کھڑا طرح طرح

کے منہ بناتا رہا تھا.... دفعتاً وہ اس کی طرف مڑی۔

"یہ کیا کر رہے ہو....؟"

"حیرت ظاہر کر رہا ہوں....!"

"کوئی الٹی سیدھی بات نہ کہہ دینا۔ میرا دماغ اس وقت ٹھیک نہیں ہے۔!"

"جی بہت اچھا....!" سعادت مندانہ انداز میں کہہ کر وہ اسٹوو میں تیل چیک کرنے لگا۔!

"ہاں سب کچھ موجود ہے....!" غزالہ پُر تشویش لہجے میں بولی۔ "لیکن میری عقل کام نہیں کرتی....!"

"عقل تو آرام کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اُسے کام سے کیا سروکار.... کام تو دل کرتا ہے۔ چوبیس گھنٹے دھڑکتا رہتا ہے۔!"

اُس نے اُسے پھاڑ کھانے والے انداز میں دیکھا تھا اور کچن سے نکل گئی تھی۔! تھوڑی دیر بعد پھر آئی۔ چند لمحے اُسے گھورتی رہی اور بولی "میں دیکھ رہی ہوں کہ تمہیں کوئی فکر ہی نہیں ہے۔!"

"اگر ناشتے کی صورت نہ نکل آتی تو فکر کی بات تھی۔!"

"تو ہم یہاں اسی طرح بند رہیں گے۔!"

"باہر نکلے بھی تو جائیں گے کہاں.... جس حد تک کھڑکیوں سے باہر دیکھ سکا ہوں اُس سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ عمارت کسی جنگل میں واقع ہے۔!"

"اچھا تو پھر....!"

"جنگل میں شیر چیتے بھی ہوتے ہیں اور سانپ بچھو بھی! لہٰذا فی الحال یہ صاف ستھری جگہ بھی قیام کے لئے بُری نہیں ہے۔ اور پھر آپ کے ڈیڈی کب چاہیں گے کہ ہم جنگل میں بھٹکتے پھریں۔!"

"یہ ڈیڈی کا کام نہیں معلوم ہوتا۔!"

"آخر آپ کس بناء پر کہہ سکتی ہیں۔!"

"وہ صرف تمہارے ساتھ ایسا برتاؤ کر سکتے تھے۔ کوئی باپ اپنی بیٹی کو کسی اجنبی کے ساتھ اس طرح تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔"

"آدمی کو پرکھنے کے ماہر ہیں آپ کے ڈیڈی۔!"

"کیا مطلب....؟"

"آپ میرے ساتھ زندگی بھر تنہا ہی رہ سکتی ہیں۔! ویسے ان بحثوں میں کیا رکھا ہے.... میں نے اسٹوو جلا دیا ہے.... اب آپ اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کیجئے۔!"

"انڈے تلنا اور توسٹ پر مکھن لگانا بھی نہیں جانتے....!"

"ناشتے میں پراٹھے کھانے کا عادی ہوں۔!"

"اور میں تمہارے لئے پراٹھے پکاؤں گی۔!"

"اچھے لوگ ملازموں کو بھی اپنے ہی جیسا سمجھتے ہیں۔!"

"مجھے آٹا گوندھنا نہیں آتا۔!"

"افسوس ناک....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"ناشتہ پھر ہوتا رہے گا.... ہمیں اس صورت حال پر غور کرنا چاہئے۔!"

"کوئی فائدہ نہیں۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"اب تو آرام سے بیٹھ کر یہ دیکھنا ہے کہ آئندہ کیا ہوتا ہے۔!"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔!"

"محترمہ.... محترمہ.... آپ پھر بھول رہی ہیں کہ ہم پر وہ سب کچھ آپ کے بنگلے ہی میں گذری تھی کہیں اور نہیں۔!"

"لیکن وہ سب میرے لئے قطعی اجنبی تھے....! نہ اُن لوگوں کو پہلے کبھی دیکھا تھا جو ڈیڈی کے بیڈ روم میں آئے تھے اور نہ انہیں جن سے تہہ خانے میں ملاقات ہوئی تھی۔!"

"انہوں نے تو پہلے ہی عرض کر دیا تھا کہ وہ سیٹھ صاحب کے پوشیدہ محافظ تھے۔ اور پوشیدہ محافظوں کے لئے تہہ خانے سے زیادہ محفوظ جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔"

"اچھا تو پھر یہ بھی ناممکن ہے کہ وہ ہمیشہ تہہ خانے ہی میں بند رہتے ہوں.... باہر ضرور آتے ہوں گے.... اور ظاہر ہے کہ لفٹ گھر کے اندر ہی ہے۔ لہٰذا کبھی تو کوئی دکھائی دیا ہوتا۔!"

"ہو سکتا ہے.... لفٹ کے علاوہ کوئی اور راستہ بھی ہو....!"

"بہر حال تم ڈیڈی کو ملوث کرنے پر تل گئے ہو۔!"

"حالات مس صاحب! حالات سراسر اسی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔!"

"لیکن اس سے ڈیڈی کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔!"

"سب سے بڑا الجھاوا یہی ہے کہ آخر آپ ساتھ کیوں پائی جاتی ہیں۔ اگر میں تہہ خانے کے راز سے واقف ہو گیا تھا تو بڑی آسانی سے میرا گلا گھونٹ کر یہ شہادت ضائع کی جاسکتی تھی۔ اور آپ کو بہر حال سمجھا بجھا لیا جاتا۔ آخر وہ باپ ہیں اور آپ بیٹی....!"

"شکر ہے کہ اس بات پر تمہیں مجھ سے اتفاق ہے۔!"

"بالکل ہے.... لیکن پھر....؟ سیٹھ صاحب کا کیا رول ہے اس کہانی میں۔!"

"میں کیا جانوں....!"

"ہو سکتا ہے آپ کے ڈیڈی کسی کے مہرے ہوں۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"کوئی اور اس تہہ خانے کو استعمال کر رہا ہو۔ اور آپ کے ڈیڈی اس کے دباؤ میں ہوں.... وہ ٹھہریئے۔!"

عمران خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا "جب ہم تہہ خانے میں پہنچے تھے اس وقت وہ بیہوش ہی تھے۔!"

"اور تمہارے بیان کے مطابق وہ صبح تک ہوش میں نہ آئے ہوں گے۔!"

"نہیں! ایسی ادویات بھی موجود ہیں جن کے انجکٹ کر دینے سے بیہوشی رفع ہو جاتی ہے۔!"

"لیکن اُسی صورت میں جب ایسا ہوا ہو۔!" غزالی بولی۔

"آپ نے بالکل ٹھیک بات کہی ہے کہ بُرا سے بُرا باپ بھی اپنی بیٹی کو اس طرح کسی غیر آدمی کے حوالے نہیں کر سکتا۔ جس طرح آپ میرے سر پڑی ہیں۔!"

"گفتگو میں مناسب الفاظ استعمال کرو.... ورنہ سر توڑ دوں گی۔!"

"حیرت ہے کہ آپ ایسے حالات میں بھی مجھ سے ادب لطیف سننا چاہتی ہیں۔!"

وہ خاموش رہی.... سر جھکائے کسی سوچ میں گم ہو گئی تھی۔ عمران نے فرائینگ پین میں مکھن ڈال کر انڈے توڑنے شروع کر دیئے۔

"لیکن تمہارا اطمینان قابلِ داد ہے۔!" غزالہ نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"یا زندہ رہوں گا یا مر جاؤں گا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ لہذا خواہ مخواہ فکر مندی کا روگ پالنے سے کیا فائدہ۔ ویسے اگر آپ اسی دوران میں آٹا گوندھنے کی مشق بہم پہنچا لیں تو آئندہ زندگی میں کام آئے گی۔!"

"اب کچھ دیر کے لئے خاموش ہو جاؤ۔!"

"ہاں! میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ قبل اس کے کہ کوئی تازہ مصیبت نازل ہو جائے ہمیں ناشتہ کر لینا چاہیے۔!"

"اور پھر اُس نے سچ مچ خاموشی اختیار کر لی تھی۔ ناشتے کے دوران میں بھی نہیں بولا تھا۔ لیکن اب غزالہ کے چہرے سے صاف پڑھا جا سکتا تھا کہ اُسے اس کی خاموشی گراں گذر رہی ہے۔ بار بار اُسے غور سے دیکھنے لگتی تھی لیکن وہ سر جھکائے کافی پیتا رہا۔ آخر جب گھٹن حد سے زیادہ بڑھ گئی تو تیز لہجے میں بولی "کچھ سوچا تم نے۔"

"جی ہاں....!" وہ سر ہلا کر رہ گیا۔

"کیا سوچا....؟"

"دنیا بڑی واہیات جگہ ہے۔ اب چل کر جنت میں رہنا چاہیے۔!"

"اپنے نام ہی کی طرح بے تکے بھی ہو۔!"

"گالیاں کھانے کی تنخواہ الگ سے دینی پڑے گی۔ ورنہ محتاط رہیے....!"

"تم آخر ہو کیا بلا۔؟"

"کئی بار آپ یہ سوال کر چکی ہیں! لیکن میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔!"

"میں کہتی ہوں یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو....!"

"شائد تیسری بار یہ مشورہ بھی دے رہی ہیں۔!"

"لیکن تم اس پر عمل نہیں کرو گے۔!"

"کیوں دربدری کی سوجھی ہے۔ خدا نے چھت مہیا کر دی ہے۔ چین سے بیٹھی رہئے۔!"

"شائد اس صدمے سے سچ مچ تمہارا دماغ الٹ گیا ہے۔!"

"جو دل چاہے سمجھ لیجئے....!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"اچھا تو پھر میں ہی کوئی دروازہ توڑنے کی کوشش کرتی ہوں۔! نہ ٹوٹا تو مٹی کا تیل چھڑک

کر آگ لگادوں گی۔!"

"ارے باپ رے....!" عمران بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"تم مجھے روک نہیں سکو گے۔!"

"جو عورت گھر میں آگ لگانا چاہتی ہو اُسے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔ غالباً شیکسپیئر نے بھی یہی بات کہی تھی۔!"

"تم اسے مذاق نہ سمجھو....!"

"عورتوں کو مذاق کرنا آتا ہی نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ سنجیدگی سے کہہ رہی ہیں۔!"

"پھر مجھے اس کی پرواہ نہ ہوگی کہ اس مکان کا مالک کون ہے۔!"

"اُس نے یہاں مٹی کے تیل کا کنستر چھوڑ کر حماقت کی ہے۔!"

"آخاہ.... تو تم اُس کے حمایتی لگ رہے ہو اس وقت....!"

"یہ بات نہیں ہے.... میں جنگل میں نہیں بھٹکنا چاہتا۔ جس نے بھی ہمیں یہاں رکھا ہے۔ بے مقصد نہیں رکھا۔ ذرا اس کے مقصد کو تو سامنے آنے دیجئے۔ پھر میں دیکھ لوں گا۔!"

"ابھی تک تم نے کیا کرلیا ہے جواب کرلو گے۔!"

"کچھ سمجھ میں آئے تو کروں بھی۔ اُس حاملہ کتیا کی ہمدردی میں خواہ مخواہ مارا گیا۔!"

"تمہاری وہی حرکت کس کی سمجھ میں آئی تھی۔!"

"میرا خیال ہے کہ آپ کے ڈیڈی میری اُسی حرکت کی بناء پر کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے۔!"

"میں نہیں سمجھی۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"ہو سکتا ہے کہ میری وہ حرکت انہیں اپنے کسی ایسے معاملے سے متعلق نظر آئی ہو۔ جسے وہ منظر عام پر لانا پسند نہ کرتے ہوں۔ یا دوسرے الفاظ میں اُس کے منظر عام پر آجانے سے کسی نقصان کا خدشہ پیدا ہو سکتا ہو اس لئے انہوں نے میری اصلیت معلوم کرنے کیلئے مجھے الجھایا ہو۔!"

"میں سمجھ گئی تمہارا مطلب۔!"

عمران اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا۔ لیکن پھر وہ کچھ نہ بولی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خود بھی کسی سوچ میں پڑ گئی ہو۔!

"کسی کتیا کا اس طرح مار ڈالا جانا شاہ دارا میں پہلا واقعہ نہیں تھا۔ میں نے اُس کے بعد ہی اس سلسلے میں خاصی چھان بین کی تھی۔!"

"تو گویا معاملے کی کوئی اہمیت بھی ہے۔!"

"خدا ہی جانے....!" عمران طویل سانس لے کر بولا۔ "نوزائیدہ بچے اٹھا لئے جاتے ہیں اور کتیا کو گولی ماردی جاتی ہے۔ لیکن روز روشن میں ایسا نہیں ہوتا۔ چوری چھپے یہ کام سرانجام دیا جاتا ہے۔ یعنی ابھی تک ایک فرد بھی ایسا نہیں مل سکا جو اس حرکت کے مرتکب کی نشان دہی کر سکے۔!"

"اس لئے تم اس نتیجے پر پہنچے ہو کہ اس میں ڈیڈی کا ہاتھ ہے۔!"

"میں ابھی کسی نتیجے پر نہیں پہنچا۔!"

"بڑی مضحکہ خیز بات ہے.... چلو میں مانے لیتی ہوں کہ ڈیڈی کا دماغ الٹ گیا ہے.... لیکن کیا یہ کوئی غیر قانونی حرکت ہوئی۔ آوارہ کتوں کو مار دینے پر پولیس کیس نہیں بن سکتا۔!"

"میں بھی جانتا ہوں....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تو پھر اس بکواس کا مطلب....؟"

"بکواس کا اگر کوئی مطلب ہو تو وہ فلسفہ کہلائے گی۔ بکواس نہیں۔!"

"بس اب خاموش رہو...." وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ لہجے میں ناگواری تھی۔ دفعتاً عمران چونک پڑا۔ کسی قسم کی آواز سُنی تھی۔

"کیا بات ہے....!" غزالہ اُسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"شائد کسی گاڑی کی آواز تھی۔!"

"چلو دیکھیں....!" وہ جلدی سے اٹھ گئی۔

وہ دونوں کچن سے نکلے ہی تھے کہ کسی دروازے کے کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی لیکن وہ عمارت ہی کا کوئی دروازہ تھا۔ گاڑی کا نہیں۔

"پھر وہ صدر دروازے کی طرف بڑھ ہی رہے تھے کہ دو آدمی دکھائی دیئے۔ ایک کے ہاتھ میں اسٹین گن تھی اور دوسرا خالی ہاتھ تھا۔ انہیں دیکھ کر وہ رک گئے اور مسلح آدمی نے اسٹین گن سیدھی کرلی۔

"تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہے....!" دوسرے آدمی نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

"صرف مجھے....!" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں صرف تمہیں.... یہ یہیں رہے گی۔!"

"یہ ناممکن ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "میں انہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔!"

"زندگی عزیز ہو تو وہی کرو جو کہا جائے۔!"

"مجھے زندگی سے زیادہ ان کی قینچی کی طرح چلنے والی زبان عزیز ہے۔!"

غزالہ اُسے گھور کر رہ گئی۔ لیکن کچھ بولی نہیں۔

"چلو....!" دفعتاً وہ ڈپٹ کر بولا۔

"نہیں....!" عمران نے اُسی کے سے لہجے میں جواب دیا۔

"سینہ چھلنی ہو جائے گا۔!"

"میں جانتا ہوں کہ یہ اسٹین گن ہے! جھنجھنا نہیں ہے۔!"

"اس کے باوجود اکڑفوں دکھا رہے ہو۔!"

"میں پھر کہتا ہوں کہ مجھے کہیں چلنے سے انکار نہیں ہے! لیکن یہ بھی شریک سفر ہوں گی۔!"

"آخر تم لوگ ہو کون اور ہمیں کیوں پریشان کئے جا رہے ہو۔!" غزالہ بول پڑی۔

"میں نہیں جانتا کہ تم لوگ کیوں پریشان کئے جا رہے ہو۔ تمہیں چلنا ہے لڑکی یہیں رہے گی۔!"

"اور اگر میں انکار کر دوں تو۔!"

"یہ ایک غیر دانش مندانہ فعل ہوگا۔!" غیر مسلح آدمی نے کہا۔

"کچھ بھی ہو.... ہم دونوں جہاں بھی رہیں گے ساتھ رہیں گے۔ ورنہ دونوں ہی مرنے کو تیار ہیں۔!" غزالہ آہستہ آہستہ پُر وقار انداز میں بولی۔

ٹھیک اسی وقت عمران کی لات مسلح آدمی کے اُس ہاتھ پر پڑی تھی جس میں اسٹین گن تھی۔

اسٹین گن اچھل کر دور جا پڑی۔ دوسرے آدمی نے اُس کی طرف بڑھنا چاہا تھا۔ لیکن غزالہ نے اُس کا راستہ روک لیا۔

عمران نے اسٹین گن کے لئے چھلانگ لگائی۔ اور اسٹین گن سمیت دور تک فرش پر پھسلتا چلا گیا۔ وہ دونوں پہلے ہی دوڑ پڑے تھے۔ لیکن قریب پہنچنے سے قبل ہی عمران اٹھ گیا۔ اسٹین گن اب

اُس کے ہاتھوں میں تھی۔

"اور میں اس کے استعمال سے بھی واقف ہوں دوستو۔!" اُس نے نرم لہجے میں کہا۔

"دونوں جہاں تھے وہیں رُک گئے۔!"

"اور اب اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ....!" عقب سے غزالہ نے کہا۔ دونوں نے خاموشی سے تعمیل کی۔ غزالہ آگے بڑھ کر اُن کی جیبیں ٹٹولنے لگی۔

"یہ آپ کیا کر رہی ہیں۔!" عمران نے پوچھا۔

"گاڑی کی چابی تلاش کر رہی ہوں۔!" غزالہ نے جواب دیا۔ "انہیں یہیں بند کر کے نکل چلیں گے۔!"

دفعتاً وہ دونوں ہنس پڑے۔

"اب تم بتاؤ کہ اس میں مزاح کا پہلو کہاں سے نکلتا ہے۔!" عمران نے اُن سے پوچھا۔

"ہم تو صرف دھمکا کر لے جانا چاہتے تھے۔ لیکن باہر گولی مار دی جائے گی۔ کسی جانب سے دو فائر ہوں گے اور تمہارے ہی ساتھ گاڑی بھی ضائع ہو جائے گی۔!"

"اب کیا خیال ہے....!" عمران نے احمقانہ انداز میں غزالہ سے سوال کیا۔!

"یہ ہمیں بہکا رہے ہیں۔!"

"یقین نہ کرنے کی صورت میں وہی ہوگا جو ہم کہہ رہے تھے۔!" ان میں سے ایک بولا۔

"خواہ مخواہ بات بڑھائی ہے تم دونوں نے میں کہہ رہا تھا کہ تنہا نہ جاؤں گا۔ اور یہ ایک جیتی جاگتی خاتون ہیں۔ بم نہیں ہیں کہ راستے میں پھٹ جائیں گی۔!" عمران نے کہا۔

"ہم سے صرف تمہارے لئے کہا گیا تھا۔!"

"کس نے کہا تھا۔!"

"غیر ضروری سوال ہے۔!"

"اچھا تو اب جاؤ اور اُس تک میری پیشکش پہنچا دو.... میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس جنگل سے باہر نہیں نکل سکوں گا۔ لہٰذا عمارت سے نکل جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہ گئے۔

"مت.... تم انہیں جانے دو گے....!" غزالہ نے حیرت سے کہا۔

"ہم دونوں کی عافیت اسی میں ہے۔ انہوں نے جس خطرے کا ذکر کیا ہے اُس کا احساس مجھے پہلے ہی سے تھا۔!"

"اور میں اسے تمہاری حکمتِ عملی سمجھ لوں۔" غزالہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

"جو دل چاہے سمجھ لیجئے۔ لیکن میں کوئی غیر محتاط قدم نہیں اٹھا سکتا۔!"

"تو ہم جائیں۔!" ایک نے پوچھا۔

"ضرور..... ضرور.....!"

"لاؤ گن واپس کر دو۔!"

"ہاتھ آیا ہوا اسلحہ واپس کر دینے والے کو ڈیم فول کہتے ہیں۔ تمہیں خالی ہاتھ واپس جانا پڑے گا۔!"

غزالہ جھنجھلاہٹ میں ان کی جامہ تلاشی لینا بھول گئی تھی۔ عمران نے اسٹین گن کو جنبش دے کر کہا۔ "صدر دروازے کی طرف حضرات۔!"

وہ اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے صدر دروازے کی طرف چل پڑے تھے۔ عمران اُن کے پیچھے تھا۔ اور غزالہ جہاں تھی وہیں رک گئی تھی۔

دروازے کے قریب پہنچ کر عمران نے کہا "دروازہ کھول کر باہر نکلو۔ لیکن باہر سے دروازہ بند کرنا مت بھولنا۔ ورنہ لڑکی مجھے پھر ورغلائے گی۔!"

"میں نہیں سمجھا۔؟"

"آنکھ کھلتے ہی اُس نے دروازہ توڑ دینے کی فرمائش جڑ دی تھی۔!" عمران نے کہا۔

"اور تم نے انکار کر دیا تھا۔!"

"ظاہر ہے.... اتنا بیوقوف تو نہیں ہوں.... اپنے باس کو سمجھا دینا کہ اُسے یہاں تنہا چھوڑنا مناسب نہ ہوگا۔ دروازوں پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا دے گی۔ کہہ رہی تھی۔!"

"اوہ.... اچھا.... اچھا.... لیکن اگر گن لئے بغیر واپس گئے تو ہماری خیر نہیں۔!"

"تم سفارت پر تو آئے نہیں تھے۔ گن سمیت واپس گئے۔ تو زیادہ تھڑی تھڑی ہوگی کہ مسلح ہونے کے باوجود بھی مجھے نہ لے جاسکے.... اب تم بہانہ کر سکو گے کہ گن کے زور پر میں نے تمہیں واپس کر دیا۔!"

"یہ بات تو ٹھیک کہہ رہا ہے!" دوسرا جلدی سے بولا۔ اور پہلا بھی اُس سے متفق ہو گیا۔

پھر وہ باہر چلے گئے تھے۔! اور دروازہ بند ہو جانے کے بعد ہی عمران غزالہ کی طرف پلٹا تھا۔!

"تم سچ مچ پاگل ہو گئے ہو۔!" وہ اُسے دیکھ کر غرائی تھی۔!

* * *

سارجنٹ نیمو نے اُسے تاک لیا تھا۔ پستہ قد اور گٹھیلے جسم کا آدمی تھا۔ گھنی اور ڈھلکی ہوئی مونچھوں کے اوپر چھوٹی چھوٹی چمک دار آنکھیں کچھ اچھا تاثر نہیں رکھتی تھیں۔! اول درجے کا چالاک اور پھرتیلا آدمی معلوم ہوتا تھا۔

دو دنوں سے مسلسل وہی نیمو اور صفدر کا تعاقب کرتا رہا تھا۔ اس وقت ان کے ساتھ روزا میکسوئیل بھی تھی۔ نیمو کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اور وہ اُس کے ساتھ اگلی ہی سیٹ پر بیٹھی تھی۔ صفدر پچھلی سیٹ پر تھا۔ نیمو نے عقب نما آئینے کا زاویہ متعاقب کی گاڑی پر نظر رکھنے کے لئے بدلتے ہوئے کہا۔ "مس میکسوئیل اگر تمہیں یہاں کی عدالت سے سزا مل جائے تو تمہارا کیا حشر ہوگا۔!"

"تباہی اور بربادی کے علاوہ اور کیا ہوگا۔!"

"ہمیں افسوس ہے کہ تمہارے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔!"

"اگر کچھ نہیں کر سکتے تو پھر اُسی عورت کے ساتھ کیوں نہیں جانے دیا تھا! مجھے اپنے ساتھ کیوں لائے تھے۔!"

"بس ہو گئی حماقت.... اب اُسے کہاں تلاش کرتے پھریں۔!"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ جب تمہی لوگ صاحب معاملہ ہو تو مجھے واپس کیوں نہیں بھجوا سکتے۔!"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہ ہمارے فرائض میں شامل نہیں۔!" صفدر بولا "طہران والے جانیں۔ ہم نے تو بس اندازہ لگا لیا ہے کہ یہاں کی پولیس کس زاویئے سے ہم پر حملہ کر سکتی ہے۔!"

"خداوندا میرا کیا ہوگا۔!" روزا گلوگیر آواز میں بولی۔

"تم صبر سے کام کیوں نہیں لیتیں.... ہو سکتا ہے اسی دوران میں طہران سے تمہارے لئے کوئی ہدایت آجائے۔!" نیمو نے کہا۔

"اور اگر نہ آئی تو.....!"

"اب اس کے لئے ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔! ویسے تمہیں ہمارے ساتھ کیا تکلیف ہے۔!"

"کچھ بھی نہیں۔!"

"کبھی ہمارا رویہ تمہارے ساتھ نامناسب رہا ہے۔!"

"ہرگز نہیں.... تم دونوں بے حد شریف النفس ہو۔!"

"بس تو پھر صبر کرو.... اور دیکھو کہ پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔!"

"تم دونوں کہاں رہتے ہو۔!"

"ہمارا کوئی خاص ٹھکانا نہیں ہے۔!"

"مجھے تنہا کیوں ڈال دیا ہے۔ رات کو بہت ڈر معلوم ہوتا ہے۔!"

"سوال یہ ہے کہ تم اسے پسند بھی کرو گی یا نہیں۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"یہی کہ اگر ہم بھی تمہارے ساتھ اُسی عمارت میں رہیں۔!"

"میں پسند کیوں نہیں کروں گی۔ تم لوگ عجیب قسم کی باتیں کرتے ہو۔!"

"بات دراصل یہ ہے کہ تمہاری وجہ سے ہم بھی پولیس کی نظروں میں آگئے ہیں۔!اس لئے آج کل ہمارا کوئی مستقل ٹھکانا نہیں ہے۔ اپنے آدمیوں میں واپس جاکر انہیں بھی دشواری میں نہیں ڈال سکتے۔!"

"تب تو اور بھی اچھا ہوگا کہ میرے ہی ساتھ رہو۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ پولیس مجھے یا تم لوگوں کو پکڑ کیوں نہیں لیتی۔!"

"وہ ہماری صحیح تعداد کا اندازہ لگانے کے بعد ہی ہم پر ہاتھ ڈالے گی۔ ابھی تو صرف ہم دو ہی اس کی نظروں میں آئے ہیں۔!"

"میں سمجھ گئی....!تم لوگ بہت محتاط ہو۔!"

پچھلی گاڑی بدستور تعاقب کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد روزا نے کہا۔

"بہرحال!اب تم طہران والوں کو مطلع کرو گے کہ یہاں سچ مچ پولیس حرکت میں آگئی ہے۔!"

"ظاہر ہے....!"

"تو پھر اُن سے یہ بھی معلوم کر سکو گے کہ اب میرا کیا بنے گا۔!"

"تمہارے سلسلے میں ہم کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ تم ہمارے پروگرام میں شامل

نہیں ہو....!ویسے ہمیں تم سے ہمدردی ضرور ہو گئی ہے۔ انہوں نے تمہیں پانچ ہزار ڈالر اس لئے نہیں دیئے تھے کہ تمہیں اپنا دردِ سر بھی بنالیں.... اگر اس جنجال سے نکل سکتی ہو تو نکل جاؤ.... وہ تمہارے لئے کچھ نہیں کریں گے.... تم محض ایک مہرہ ہو.... اہمیت کھیل کی ہوتی ہے مہروں کی نہیں۔ اگر شطرنج کی بساط سے کوئی مہرہ گم ہو جائے تو اس کی جگہ مٹی کی ڈلی رکھ لیتے ہیں اور کھیل جاری رہتا ہے۔!"

"تو پھر کیا مجھے خودکشی کر لینی چاہئے۔!"

"لیکن پھر اُن پانچ ہزار ڈالروں کا کیا ہوگا جو طہران میں تمہارے بینک اکاؤنٹ میں جمع کرائے گئے ہیں۔!"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔!"

"جب کچھ سمجھ میں نہ آئے تو دوسروں کے مشورے پر عمل کرنا چاہئے۔" نیمو بولا۔

"ارے تو اور میں کیا کہہ رہی ہوں۔!"

"تم صرف مایوسی کی باتیں کر رہی ہو۔!"

"پھر میں کیا کروں.... اپنی لاش پر بیٹھ کر گیت نہیں گا سکتی۔!"

"شاعری کی بھی ضرورت نہیں۔ ایک معمولی سا کام ہے۔ شائد بہتری کی کوئی صورت نکل آئے۔!"

"کچھ بتاؤ بھی تو....!"

"جس وقت سے ہم باہر نکلے ہیں ایک آدمی ہمارا تعاقب کئے جارہا ہے۔ اب ہمیں دیکھنا ہے کہ کوئی اس کی بھی تو دیکھ بھال نہیں کر رہا۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"ممکن ہے کہ کوئی اُس کی بھی نگرانی کر رہا ہو کہ اگر اُس پر کوئی اُفتاد پڑے تو وہ اُس کی مدد کر سکے۔!"

"چلو ٹھیک ہے.... میں سمجھ گئی۔!"

"اب ہم ایک ویرانے کی طرف گاڑی موڑتے ہیں۔!اگر پچھلی گاڑی بھی تعاقب میں آئی تو ہم گاڑی روک دیں گے۔ اور تم گاڑی سے اُتر کر بچاؤ بچاؤ چیختی ہوئی اس گاڑی کی طرف دوڑ پڑنا۔!"

"اس سے کیا ہو گا....؟"

"بس دیکھ لینا.... تمہیں صرف اتنا ہی کرنا ہے اور نتیجے کی ذمہ داری تم پر نہ ہو گی۔ فی الحال تمہارا تحفظ ہم نے اپنے ذمے لیا ہے۔!"

"اچھی بات ہے.... لیکن اندھیرے میں ٹھوکر کھا کر گر بھی سکتی ہوں۔!"

"اُس کی گاڑی کے ہیڈ لیمپس کی روشنی ہی میں رہنے کی کوشش کرنا۔ ہم ایسی ہی جگہ گاڑی موڑیں گے جہاں تیز رفتاری ممکن نہ ہو گی۔ اسے بھی رفتار کم کرنی پڑے گی۔!"

"پتا نہیں کیا کرنا چاہتے ہو....!" وہ آہستہ سے بڑبڑا کر رہ گئی۔

وہ شہری آبادی سے دور نکل آئے تھے۔ آسمان ابر آلود ہونے کی بناء پر یہاں تاریکی کچھ زیاد ہی لگ رہی تھی۔

نیمو نے اپنی گاڑی کچے میں موڑ دی.... صفدر نے مڑ کر دیکھا۔ پچھلی گاڑی سڑک ہی پر رُک گئی۔ غالباً تعاقب کرنے والا فوری طور پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔

"وہ سڑک ہی پر رُک گیا ہے۔!" صفدر نے کہا "اب تم گاڑی روک ہی دو....!"

"مم.... میں کیا.... کک کروں۔؟" روزا ایک بیک نروس ہو گئی۔!

"اتر کر اُس کی طرف دوڑ لگاؤ۔!" نیمو نے گاڑی روکتے ہوئے کہا۔!

"کک.... کیسے....؟"

"اُوہ.... جلدی کرو.... ورنہ کھیل بگڑ جائے گا۔ وہ خود ہی بھاگ کھڑا ہو گا۔!" نیمو نے اس کا شانہ پکڑ کر دھکیلتے ہوئے کہا۔

وہ اتری تھی اور "بچاؤ بچاؤ" چیختی ہوئی دوسری گاڑی کی طرف دوڑ پڑی تھی۔!

"کون ہے.... کیا ہے....!" سڑک پر سے آواز آئی.... "خبر دار....! فائر کر دوں گا ریوالور ہے میرے پاس....!"

"بچاؤ.... بچاؤ....!" وہ برابر چیخے جا رہی تھی۔ ایک جگہ ٹھوکر کھا کر گری بھی تھی۔ پھر اٹھی اور گاڑی کی طرف دوڑتی رہی۔ گاڑی سے کوئی اتر کر آواز کی سمت بڑھا تھا۔! اُس نے اپنی گاڑی کا انجن بند نہیں کیا تھا۔ اور ہیڈ لیمپ بھی روشن ہی رکھے تھے۔ لیکن ادھر تو اندھیرا ہی تھا۔ اس کے باوجود بھی وہ روزا تک پہنچ گیا تھا۔ ویسے یہ اور بات ہے اُس کی کوئی "مدد" کرنے سے قبل

خود ہی بے بس ہو گیا ہو۔ کوئی وزنی چیز اس کے سر کے پچھلے حصے پر پوری قوت سے پڑی تھی اور وہ پہلے تو ششدر رہ گیا تھا اور پھر چپ چاپ ڈھیر ہو گیا تھا۔

"کیسی رہی....؟" روزا نے قریب ہی نیمو کی آواز سنی۔

"ٹھیک ہے....! تم روزا کو لے جاؤ اور میں اس کو اسی کی گاڑی میں لے جاؤں گا۔" یہ صفدر کی آواز تھی۔!

نیمو نے روزا کا ہاتھ پکڑا اور اُسے اپنی گاڑی کی طرف لے چلا۔!

"یہ سب کیا ہو رہا ہے۔!" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"سب تمہاری وجہ سے ہو رہا ہے۔ اس لئے فی الحال خاموش رہو۔!"

روزا کے قدم لڑکھڑا رہے تھے کسی نہ کسی طرح وہ گاڑی تک پہنچی۔ نیمو نے اُسے بیٹھنے میں مدد دی تھی۔ وہ سیٹ پر بیٹھی ہانپتی رہی۔

"تم عجیب ہو....!" نیمو کچھ دیر بعد بولا۔ "مغربی ممالک کی لڑکیاں تو بڑی اسمارٹ اور ایڈونچر کی شائق ہوتی ہیں۔!"

"میں پڑھنے لکھنے والی لڑکی ہوں۔ ان فضولیات میں کبھی نہیں پڑی۔!" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"خیر.... خیر.... قصہ ختم ہو گیا۔! اب تمہیں کچھ نہیں کرنا" نیمو اُس کا شانہ تھپک کر بولا۔!

ادھر تعاقب کرنے والے کی گاڑی شہری آبادی کی طرف مڑ رہی تھی۔!

روزا نے مڑ کر دیکھا۔ اور بولی "وہ اُسے کہاں لے جائے گا۔؟"

"ان باتوں میں سر نہ کھپاؤ.... یہ بتاؤ تمہاری طبیعت کچھ سنبھلی یا نہیں۔!"

"ہاں.... اب بہتر ہوں۔!"

نیمو نے انجن اسٹارٹ کیا! گاڑی ریورس گیئر میں ڈالی اور پھر اُسے سڑک پر لے گیا۔

"یہ تجربات زندگی بھر یاد رہیں گے! کیا تم لوگوں نے اُسے مار ڈالا۔" روزا منمنائی تھی۔

"ہم قاتل نہیں ہیں۔!" نیمو نے ہنس کر کہا۔ "صرف بیہوش کیا ہے۔!"

"قاتل نہ سہی خطرناک تو ہو۔ ایک پولیس والے پر حملہ کر دیا۔!"

"یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے.... کبھی ہم اُن کے قابو میں اور کبھی وہ ہمارے شکنجے میں۔!"

"اب تم لوگ بھی نہیں بچ سکو گے۔!"

"ہماری فکر نہ کرو۔!"

"پھر میرا کیا ہوگا۔!"

نیمو کچھ نہ بولا۔ اُس کی گاڑی بھی اب شہری آبادی کی طرف جا رہی تھی۔ اسکیم کے مطابق اب اُس عمارت کی طرف نہیں جانا تھا۔ جہاں روزا مقیم تھی۔

"آخر وہ اُسے کہاں لے گیا ہوگا۔؟" روزا نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔!

"جہاں مناسب سمجھے گا لے جائے گا۔!"

"تمہارے یہاں کی چرس ساری دنیا میں مقبول ہے۔!"

"ہم بہت پیار سے تیار کرتے ہیں۔!"

"ادھر پولیس بھی بہت تیز ہے۔!"

"ہوا کرے۔ چرس باہر جا کر رہتی ہے۔!"

"ہمارے یہاں کے لوگ پولیس سے بھڑنے کی کوشش نہیں کرتے۔!"

"ہم لاجواب ہیں۔!"

"ارے۔۔۔ ارے۔۔۔۔ اب کہاں لے آئے ہو۔۔۔۔!" روزا چونک کر بولی۔ کیونکہ گاڑی رانا پیلس کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔

"دوسری جگہ۔۔۔۔ اس طرح پولیس نے ہمارا سراغ گم کردیا۔!"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ صرف وہی ہماری نگرانی کر رہا تھا۔!"

"قطعی! کیونکہ واپسی کے سفر میں مجھے کوئی اور نہیں دکھائی دیا۔ اب وہ عمارت تو ضرور اُن کی نظر میں رہے گی جس میں تم مقیم تھیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی سراغ نہیں۔!"

"تو اب مجھے اپنے بارے میں پُر امید رہنا چاہئے۔!"

"باضابطہ طور پر تمہاری واپسی ناممکن ہے۔!"

نیمو نے اندر پہنچ کر گاڑی روک دی تھی اور اُس سے اترنے کو کہا تھا۔

"اُوہ۔۔۔۔ یہ تو کوئی بہت بڑی عمارت ہے۔ کیا یہاں تمہارا باس رہتا ہے۔!"

"باس کہیں نہیں رہتا اور ہر جگہ رہتا ہے۔!"

"میرا خیال ہے کہ اب میں یہاں قیدیوں کی طرح رہوں گی۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔ اگر باہر نکلیں تو سیدھی جیل جاؤ گی۔ کیونکہ تمہارے ہی سلسلے میں فورس کا ایک آدمی غائب ہوگیا ہے۔!"

"میں سمجھتی ہوں۔۔۔۔! تم مطمئن رہو۔۔۔۔ میں باہر نکلنے کی کوشش نہیں کروں گی۔!"

صفدر برآمدے میں کھڑا ملا تھا۔

"اُوہ۔۔۔۔ تو وہ بھی یہیں لایا گیا ہے۔!" روزا چونک کر بولی۔

"اُسے بھول جاؤ۔!" صفدر بولا "اور صرف اپنے بارے میں سوچو۔!"

وہ کچھ نہ بولی صفدر نے اسے ایک کمرے میں پہنچایا تھا۔ اور پھر برآمدے میں واپس آگیا تھا۔۔۔۔ نیمو یہیں اُس کا منتظر تھا۔

"کیا ہوش میں آگیا۔۔۔!" نیمو نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔ تم نے شائد زور سے ہاتھ جھاڑ دیا تھا۔ سر پھٹ گیا ہے۔!"

"خیر۔۔۔۔ یہ مرحلہ بھی طے ہوا۔۔۔۔ وہ وہاں سے ہٹا دی گئی۔۔۔۔ لیکن ہم بدستور اُسی عمارت میں رہیں گے یا ہمیں بھی اُس جگہ سے ہٹنا ہے۔!"

"اگر ہم وہاں سے ہٹ گئے تو مزید افراد کس طرح ہمارے علم میں آئیں گے۔!"

"مطلب یہ کہ ہمیں بھی اسی کے لئے تیار رہنا چاہئے۔!"

"کس لئے۔!"

"جس طرح ہم نے اُنکے ایک آدمی کو قابو کیا ہے۔ اسی طرح وہ بھی ہم پر ہاتھ ڈال سکتے ہیں۔!"

"کیوں نہیں۔۔۔۔؟ ظاہر ہے کہ وہ بھی جاننا چاہیں گے کہ اُن کا آدمی کہاں غائب ہوگیا۔! لیکن اگر ہم میں سے کوئی غائب ہوا تو ہمارے آدمیوں کو علم ہوگا کہ اُسے کہاں لے جایا گیا ہے۔!"

"مطلب یہ کہ ہم خود بھی اپنے آدمیوں کے زیرِ نگرانی ہیں۔!"

"ظاہر ہے۔۔۔۔!"

"لیکن یہ چکر ابھی تک سمجھ میں نہ آیا۔!"

"چکر سمجھانے والا یہاں موجود نہیں ہے! ورنہ چکر بھی سمجھ میں آجاتا۔!"

"کیا ابھی تک شاہ دارا ہی میں ہیں۔!"

"میں نہیں جانتا! تمہارے بیان کے مطابق اگر وہ تار شاہ دارا سے آیا تھا تو وہیں ہوں گے۔!"

"وہ میسج ذہن سے چپک کر رہ گیا ہے۔ کتنا بچے دینے والی ہے۔! لیکن میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہ ان کے لئے خوش خبری تھی یا کوئی بُری اطلاع تھی۔!"

"تھکاتے رہو ذہن کو....!"

"اب ہمیں کیا کرنا ہے؟"

"اپنے ٹھکانے پر واپس چلیں گے۔!"

ٹھیک اُسی وقت بلیک زیرو برآمدے میں آیا تھا۔ جسے وہ طاہر کے نام سے جانتے تھے اور اُن کی دانست میں وہ رانا پیلس کا منتظم تھا۔

"وہ ہوش میں آگیا ہے؟" اُس نے اطلاع دی۔

"تو پھر ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں۔ ہم سے صرف اتنا ہی کہا گیا تھا کہ اُسے قابو میں کر کے یہاں پہنچادیں۔!" صفدر بولا۔

"اب اُس کے بارے میں جو ہدایت ملے اُس سے مجھے مطلع کر دیجئے گا۔!" اس نے بڑے ادب سے کہا۔

"اچھی بات ہے....!" صفدر نے کہا اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔! اُس بیچارے کو کیا علم تھا کہ ہدایت بھی اُسی سے ملیں گی اور اُسی کو پہنچائی بھی جائیں گی۔ کیونکہ عمران کی عدم موجودگی میں بلیک زیرو ہی ایکس ٹو کا رول ادا کرتا تھا۔!

دن ختم ہو گیا.... لیکن وہ دونوں واپس نہ آئے.... اور اب تو شام بھی آہستہ آہستہ تاریکیوں میں ڈوبی جا رہی تھی.... ساتھ ہی غزالہ بھی آپے سے باہر ہو رہی تھی۔

"تم سے زیادہ بیوقوف آدمی آج تک میری نظر سے نہیں گذرا۔" پھاڑ کھانے والے لہجے میں عمران سے کہا۔

"اب تو گذر گیا....!" عمران لاپرواہی سے بولا۔

"یہاں سے نکل جانے کا بہترین موقع ضائع کر دیا۔!"

"اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔!"

"رات یہیں گذرانی پڑے گی۔!"

"آرام سے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "پچھلی رات بیہوشی میں گذری تھی۔ اب ذرا ایک عدد ہوش والی بھی گذار لیں۔ ارے ہاں.... رات کے کھانے میں کیا ہوگا۔"

"میں نہیں جانتی۔!"

"ظاہر ہے کہ انڈوں کے علاوہ اور کیا ہے یہاں... لیکن آخر یہ انڈے آتے کہاں سے ہیں۔؟"

"خاموش رہو....!"

"ہنسی خوشی گذاری جائے تو آسان ہو جاتی ہے۔!"

وہ چند لمحے اُسے قہر آلود نظروں سے گھورتی ہوئی پھر بولی۔ "اب تو تم بھی مجھے اسی سازش کی ایک کڑی معلوم ہونے لگے ہو۔!"

"کڑی نہیں کڑا.... مذکر ہوں۔!"

"شٹ اپ....!"

"جیسی آپ کی مرضی! میں تو دل بہلانے کی کوشش کر رہا تھا۔!"

"میں کچھ نہیں سننا چاہتی۔!"

"کیا یہ بھی نہیں کہ اُس اسٹین گن کا میگزین بالکل خالی تھا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"مطلب یہ کہ اسٹین گن صرف دھمکانے کے لئے تھی۔ یعنی وہ نہیں چاہتے تھے کہ سہواً بھی کوئی گولی چل جائے۔!"

"اب شائد میں تمہاری ہی طرح پاگل ہو جاؤں گی۔!"

"اس سے بہتر کوئی بات نہ ہوگی۔ ویسے اس میں پاگل کر دینے والی کوئی بات نہیں....!"

"تم چونکہ پوری طرح پاگل ہو چکے ہو اس لئے تمہیں کسی بات کا احساس ہی نہیں ہو سکتا۔!"

"میں آپ کو سمجھا سکتا ہوں کہ یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں! انہیں آپ کے بارے میں غلط فہمی ہو گئی ہے۔!"

"کن کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔!"

"وہی جن کے مہرے ہیں آپ کے والد صاحب۔!"

"تم خواہ مخواہ الزام تراشیاں کئے جاؤ گے۔!"

"اگر مہرے نہیں ہیں تو اُن کی پوزیشن اور زیادہ خراب ہو جاتی ہے۔!"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو۔؟"

"وہ سمجھے ہیں کہ شائد میں آپ ہی کے اشارے پر ادھر متوجہ ہوا ہوں۔!"

"اچھا تو پھر۔۔۔!"

"اب وہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ ان معاملات سے کس حد تک واقف ہیں اور مجھے کتنا بتایا ہے۔!"

"اگر یہ بات ہے تو ڈیڈی بھی خطرے میں ہوں گے۔!"

"ہو سکتا ہے۔!"

"اور تم یہاں بیٹھے باتیں بناتے رہو گے۔!"

"وہ ہمیں قتل کر دیتے اگر یہ نہ معلوم کرنا ہوتا کہ کوئی بات ہم سے آگے تو نہیں بڑھی۔!"

"اب خوف زدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔!"

"حقیقت عرض کر رہا ہوں میں نے تو بھاگنے کی کوشش کی تھی لیکن آپ نے نہیں بھاگنے دیا۔۔۔ تہہ خانے میں نہیں جانا چاہتا تھا۔!"

"لیکن تم نے اس وقت اُسے اتنی زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔!"

"اہمیت نہ دیتا تو بھاگنے کی کوشش کیوں کرتا۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا اور پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئیں آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔!

عمران ہاتھ اٹھا کر بولا "اب میرا مشورہ سنئے۔ ادھر دیکھئے! وہ ہم سے الگ الگ پوچھ گچھ کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے صرف مجھے لے جانا چاہا تھا۔ بہر حال آپ انہیں ہرگز یہ نہ بتایئے گا کہ آپ مجھے بابا سگ پرست اور اپنے ڈیڈی کے تعلقات کے بارے میں کچھ بتا چکی ہیں۔۔۔ بلکہ سرے سے اُس بابا کا ذکر ہی نہ آنے پائے۔!"

"میں نہیں سمجھی۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ آخر بابا سگ پرست کا یہاں کیا ذکر۔۔۔!"

"میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ آپ کے ڈیڈی اُسی کا مہرہ ہیں۔!"

"اپنے بیان کے مطابق تو تم نے پہلے کبھی اُن کا نام تک نہیں سُنا۔۔۔!"

"اب سن لیا ہے نام لیکن شکل آج تک نہیں دیکھی۔!"

"پھر خواہ مخواہ حکم کیوں لگا بیٹھے ہو۔۔۔ اُن کا شمار شہر کے معززین میں ہوتا ہے۔!"

"بڑے بڑے جرائم کے مرتکب معززین ہی ہوتے ہیں۔ چھوٹے موٹے لوگ نہیں۔!"

"کم از کم میں تسلیم نہیں کر سکتی۔ بلاشبہ مجھے ایسے لوگ پسند نہیں لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ میں کوئی بڑا جرم اُن سے منسوب کر سکوں۔!"

"اگر آپ نے میرے مشورے پر عمل نہ کیا تو خود ہی آنجہانی ہوں گی اور میرے لئے خلد آشیانی ہو جانے کا موقع فراہم کر دیں گی۔!"

"یعنی اگر میں نے بابا سگ پرست کا حوالہ بھی دیا تو ہم مار ڈالے جائیں گے۔!"

"فی الحال عقل یہی کہہ رہی ہے۔!"

"مسٹر ڈھمپ یہ جیتی جاگتی دنیا کی باتیں ہیں۔ اور بابا سگ پرست کسی پُر اسرار ناول کا کردار نہیں ہے۔! جیتی جاگتی دنیا کے مجرم کم سے کم لوگوں کی نظروں میں آنا چاہتے ہیں اور ذاتی پبلسٹی سے دور بھاگتے ہیں۔ خود کو سگ پرست کہلوا کر اپنی شہرت کو چار چاند نہیں لگاتے۔!"

"کچھ لوگ بعض نفسیاتی کمزوریوں کے بھی شکار ہوتے ہیں۔ جرائم کرتے ہیں اور بار بار دوسروں کے سامنے آتے ہیں۔ محض اس لئے کہ زیادہ سے زیادہ خود اعتمادی پیدا کر سکیں۔ بابا ایسے ہی لوگوں میں سے معلوم ہوتا ہے۔!"

"ختم بھی کرو۔۔۔۔۔!" وہ اکتا کر بولی "میں احتیاط رکھوں گی اس سلسلے میں۔!"

"اور رات کے کھانے کا کیا ہوگا۔۔۔!"

"ڈبل روٹی ختم ہو گئی۔۔۔ آٹا گوندھنا نہیں آتا۔۔۔ روٹیاں کبھی نہیں پکائیں۔۔۔!"

"تو وہ دال اور چاول ملا کر جو اُبال لیتے ہیں۔۔۔ کیا کہتے ہیں اُسے لیکن دال مونگ کی نہ ہو۔!"

"کھچڑی کھچڑی۔۔۔!" عمران سر ہلا کر بولا "لیکن مونگ کی دال۔۔۔!"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔!"

"بہتر ہے! میں پتھر چبا کر گزارہ کر لوں گا۔ لیکن اب کیروسین لیمپ تو روشن کر دیجئے اندھیرا پھیل گیا ہے۔!"

دفعتاً عجیب سا شور فضا میں گونجنے لگا۔۔۔ پہلے تو دونوں ہی بوکھلا گئے تھے۔ لیکن پھر جلد ہی سمجھ گئے۔ بینڈ باجے کی آواز تھی۔ ایسا ہی لگتا تھا جیسے دروازے پر کوئی برات آٹھہری ہو۔

عمران نے ہونقوں کی طرح غزالہ کی طرف دیکھا اور پھر صدر دروازے کی جانب آنکھیں

پھاڑنے لگا۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے دروازہ بھی پیٹا جا رہا ہو۔ غزالہ جلدی سے کچن کی طرف دوڑ گئی اور لیمپ روشن کر لائی۔

دروازہ اب بھی پیٹا جا رہا تھا۔ اُس نے عمران سے کہا "دروازہ ہرگز مت کھولنا۔!"

"لیکن بینڈ باجا لے کر کیوں آئے ہیں۔!"

"میں کیا جانوں۔!"

"میں تو ادھر کے رواج سے واقف نہیں ہوں۔ ہو سکتا ہے ایسے مواقع پر بینڈ باجا بھی لاتے ہوں۔!"

"کیسے مواقع پر....!" غزالہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"مطلب یہ کہ....!"

وہ کچھ اور نہ کہہ سکا کیونکہ اس کا ذہن اچانک طاری ہو جانے والے سناٹے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ باجوں کی آوازیں تھم گئی تھیں اور دروازہ بھی نہیں پیٹا جا رہا تھا۔!

یہ دونوں بدستور راہداری میں کھڑے تھے۔ اور غزالہ نے دونوں ہاتھوں سے کیروسین لیمپ پکڑ رکھا تھا۔!

یک بیک باہر سے آواز آئی۔ "دروازہ کھولئے یور ہائی نس، آپ نواب آف جھاپک ٹولا.... کے مہمان ہیں.... حضور نواب صاحب نے خاصہ بھجوایا ہے۔!"

عمران نے اُلوؤں کی طرح دیدے نچائے کیونکہ خود بھی کسی زمانے میں پرنس آف ڈھمپ رہ چکا تھا۔!

"دروازہ کھولئے جناب....!" آواز پھر آئی۔

"یہاں کوئی ہز ہائی نس نہیں رہتا۔!"

"دروازہ کھولئے یور ہائی نس.... حضور نواب صاحب نے فرمایا ہے کہ آپ کے دشمن پسپا کر دیئے گئے ہیں۔!"

"اُوہ.... بڑی اچھی خبر لائے ہو تم.... ہم خوش ہوئے۔!" عمران بولا.... اور غزالہ حیرت سے اُسے دیکھنے لگی.... عجیب سا لہجہ لگا تھا۔ بالکل شہزادوں ہی کے سے انداز میں بولا تھا۔

"خاصہ بھیجا ہے نواب صاحب نے....!" باہر سے آواز آئی۔

"ارے اس کی زحمت کیوں فرمائی.... ہم کھچڑی پکوانے جا رہے تھے۔!"

"خاموش رہو....!" غزالہ بھنا کر بولی۔

"یہ مذاق نہیں ہے محترمہ! ہم حقیقتاً پرنس آف ڈھمپ ہیں۔!"

"اس بار ضرور جان سے جاؤ گے....!" وہ دانت پیس کر بولی۔

"آپ یہ کیوں نہیں دیکھتیں کہ باجے گاجے کے ساتھ آئے ہیں ضرور خاصہ لائے ہوں گے۔!"

"خاصہ کیا....؟"

"تناول فرمانے کی چیز ہے لیکن ایک بہت بڑے نقاد اور شاعر نوش بھی فرماتے ہیں! اور خاص طور پر ڈراموں میں۔!"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔!"

"اُردو ادب کی تاریخ مرتب کر رہا ہوں۔!"

"یہاں اُردو ادب مرتب ہو رہا ہے۔!" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"اُوہو.... یہ تو بھول ہی گیا تھا.... کہ.... پرنس آف ڈھمپ کے لئے خاصہ آیا ہے! بہرحال دروازہ کھولنا ہی پڑے گا۔!"

"تم نہیں مانو گے....!"

"ذرا عقل استعمال کیجئے۔!" عمران آہستہ سے بولا "کئی آدمی معلوم ہوتے ہیں.... دروازہ توڑ دیں گے۔!"

"اچھا تو میں کمرے میں بند ہوئی جاتی ہوں۔!"

"آپ کی مرضی لیکن.... لیمپ یہیں چھوڑ جایئے گا۔ ورنہ خاصے کا جائزہ کیسے لوں گا۔!"

وہ اُسے لیمپ تھما کر خود کمرے میں چلی گئی اور دروازہ بند کر کے بولٹ کر دیا عمران لیمپ کو ایک اسٹول پر رکھ کر صدر دروازے کی طرف بڑھا۔

"دروازہ کھولئے جناب....!" باہر سے پھر آواز آئی۔

عمران نے دروازہ کھول دیا۔ ایک آدمی باہر کھڑا ہوا نظر آیا۔ اور اُس کے دونوں ہاتھ خالی نہیں تھے۔

"آداب بجا لاتا ہوں یور ہائی نس....!"

"ضرور بجاؤ... بلکہ اندر آکر بجاؤ...!"

وہ روشنی میں آگیا... اُس کے ایک ہاتھ میں ناشتہ دان تھا اور دوسرے میں کیسٹ پلیئر۔

"کوئی اور بھی ہے۔!"

"نہیں جناب...!"

"تو پھر میں دروازہ بند کردوں۔!"

"ضرور جناب... اور بند ہی رکھئے گا۔! ان اطراف میں بھیڑیئے بکثرت ہیں۔!"

"اور وہ بینڈ باجے والے کہاں ہیں۔؟"

"اُوہ... جناب... وہ تو میں کیسٹ چلا رہا تھا۔ اَب اس طرح کام چلتا ہے تقریبات پر... نام کے نواب رہ گئے ہیں۔ اختیارات گئے۔ زمینیں گئیں۔ وضع داری نبھانے کے لئے نواب صاحب نے فرمایا تھا کہ کیسٹ پلیئر لے جاؤ۔!"

"خوب... خوب... اور خاصے میں کیا ہے۔!"

"اس کا تو مجھے علم نہیں...!" اُس نے ناشتہ دان عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "نواب صاحب نے فرمایا تھا کہ اپنی موجودگی میں... میرا مطلب ہے کہ اگر آپ میری موجودگی ہی میں تناول فرمالیں تو بہتر ہے۔!"

"ناشتہ دان واپس لے جاؤ گے۔!"

"یہی حکم ملا ہے۔!"

"تو کیا ہم نواب جھاپک ٹولا کا ناشتہ دان لے کر بھاگ جائیں گے... یاد رہے کہ ابھی ہم با اختیار ہیں اور ہماری ساری زمینوں پر بفضلہٖ تعالیٰ کدو کی کاشت ہو رہی ہے۔!"

"ضرور ضرور... یور ہائی نس...!"

"نواب صاحب نے فرمایا تھا کہ آپ کے ساتھ آپ کی سیکریٹری بھی ہوں گی۔!"

"نواب صاحب سے کہہ دینا کہ سیکریٹری خیریت سے ہے۔!"

"آپ خاصہ تناول فرمالیں...!"

"اچھی بات ہے... تم یہاں اس کمرے میں بیٹھو...! اب ہم اتنے بد تہذیب تو ہیں نہیں کہ ناشتہ دان ہی میں کھانا شروع کردیں گے۔!"

"آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں میں کچن سے برتن لا رہا ہوں۔!"

"نہیں... تم یہیں بیٹھو...!"

عمران نے اُسے کمرے میں دھکیلتے ہوئے کہا۔ ناشتہ دان پہلے ہی اُسکے ہاتھ سے لے چکا تھا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ اجنبی لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اتنے میں عمران نے دروازہ بند کرکے باہر سے بولٹ کردیا۔

"یور ہائی نس... یور ہائی نس...!" اندر سے آواز آئی۔

"ہمیں کسی کے سامنے کھانا کھاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اس لئے تمہیں تھوڑی دیر تک بند رہنا پڑے گا۔ ہم نواب صاحب سے معذرت کرلیں گے اس کے لئے۔!"

پھر وہ ناشتہ دان لئے ہوئے اُس کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ جس میں غزالہ بند تھی۔ "اب باہر آجایئے...!" اُس نے دروازہ بجا کر کہا۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔

دوسری بار ذرا زور سے دروازہ پیٹا تھا۔ لیکن دوسری طرف بدستور خاموشی چھائی رہی۔!

"دروازہ کھولئے...! وہ میرے قابو میں ہے۔ ایک ہی تھا۔!" عمران نے کسی قدر اونچی آواز میں کہا۔ لیکن اندر سے غزالہ کی آواز نہ آئی۔

اُس نے ناشتہ دان فرش پر رکھ دیا اور لیمپ اٹھا کر وہ دونوں کمرے بھی دیکھے جو خالی تھے۔ پھر اُس کمرے کی طرف پلٹا جس میں نووارد کو بند کیا تھا۔ بولٹ کھسکا کر دروازوں کو دھکا دیا... دروازے تو کھل گئے لیکن نووارد کا کہیں پتا نہیں تھا۔

عمران نے دروازہ باہر سے بولٹ کیا تھا۔ اور کھڑکیاں بھی سلاخوں دار تھیں تو پھر کیا وہ ہوا میں تحلیل ہو کر باہر نکل گیا۔ اس کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔

کہیں غزالہ بھی نہ اسی طرح غائب ہو گئی ہو...! وہ کمرے سے نکلا اور اُس کا دروازہ بند کرکے دوبارہ باہر سے بولٹ کردیا۔

پھر غزالہ والے کمرے کے سامنے پہنچ کر رکا تھا۔ لیمپ فرش پر رکھ دیا... احتیاطاً ایک بار پھر دستک دی۔ اور کوئی جواب نہ ملنے پر دروازہ ہی توڑ دینے کی تیاری کرنے لگا۔ لیکن پھر دوسرے کمروں کا خیال آیا کیوں نہ اُن کے دروازے بھی باہر سے بولٹ کردیئے جائیں۔ اس خیال کے تحت پلٹنے ہی والا تھا کہ آنکھوں میں تارے ناچ گئے... کسی نے گردن پر کراٹے کا بھرپور ہاتھ

اور پھر وہ سچ مچ متحیر رہ گیا کیونکہ اُس کمرے میں داخل ہونے والی غزالہ نہیں بلکہ جولیانا فٹز واٹر تھی۔!

اُس کا منہ بھی حیرت سے کھلا تھا۔ اور پھر اُس نے سختی سے جبڑے بھینچ لئے تھے۔!

"کیا تم اسے پہچانتے ہو۔!" عمران سے سوال کیا گیا۔

"صورت تو کچھ جانی پہچانی سے لگتی ہے.... کہیں دیکھا ضرور ہے۔!"

"تم جھوٹے ہو.... یہ تمہارے ہی گروپ سے تعلق رکھتی ہے۔!"

"میرا گروپ....!" عمران نے حیرت سے کہا۔ "میرا کوئی گروپ نہیں ہے! ڈھول بجانا تک تو آتا نہیں مجھے.... تم گروپ کی بات کر رہے ہو۔!"

"ہم میں سے ایک تمہیں اس کے ساتھ بھی دیکھ چکا ہے۔!"

"اُس نے اُس وقت زیادہ پی رکھی ہو گی۔!"

"خاموش رہو....!"

"تم ہی مضحکہ خیز باتیں کر کے مجھے بولنے پر مجبور کر دیتے ہو۔!"

دفعتاً ایک نقاب پوش نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر جولیا سے پوچھا "یہ کون ہے....؟"

"میں نہیں جانتی....!" اُس نے کڑے تیوروں سے جواب دیا.... اُس نقاب پوش کو گھورتی رہی اور پھر بولی "مجھے میرے گھر سے اٹھا کر نہ جانے کہاں لایا گیا ہے.... اور کیوں لایا گیا ہے۔!"

"کیا اب بھی یہ بتانا پڑے گا کہ یہ سب کچھ روزا میکسویل کی وجہ سے ہوا ہے....!" نقاب پوش نے کہا۔

"اُوہ.... وہ لڑکی....!"

"اُن لوگوں سے تمہارا کیا تعلق ہے جو اُس لڑکی کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔!"

"میرا اُن سے کوئی تعلق نہیں ہے میں نے تو ترس کھا کر اُسے اپنے ساتھ رکھنے کی پیش کش کی تھی۔ کیونکہ اُس کے پاس طہران کا واپسی کا ٹکٹ نہیں تھا۔ اور نہ اتنی رقم ہی تھی کہ وہ ٹکٹ خرید سکتی.... دو دن گذار لینے کے بعد ہوٹل کے اخراجات بھی برداشت نہ کر سکتی۔!"

"ایک بات اور بھی ہے.... روزا میکسویل کی وجہ سے ہمارا ایک آدمی تمہاری نگرانی کر رہا تھا۔ وہ اچانک غائب ہو گیا۔!"

"میں نہیں جانتی کوئی میری نگرانی بھی کر رہا تھا.... آخر مجھ سے کون سی غلطی سرزد ہوئی تھی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ وہ لڑکی میرے لئے ایسی پریشانیوں کا سبب بن جائے گی۔!"

"تمہیں بتانا پڑے گا...... کہ وہ آدمی کہاں ہے جو تمہاری نگرانی کر رہا تھا۔!"

"میں نہیں جانتی۔ پتہ نہیں تم لوگ کون ہو اور تمہیں اس کی جرأت کیونکر ہوئی آخر میں اپنے گھر سے کس طرح ہٹائی گئی کہ مجھے علم ہی نہ ہو سکا....!"

"تم بیہوش کر دی گئی تھیں۔!"

"تو گویا تم لوگ ڈاکو ہو۔!"

"غیر ضروری باتیں نہیں.... یہاں تمہاری موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔!"

"خواہ مخواہ....!"

"بس....!" نقاب پوش ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تمہیں صرف بارہ گھنٹے اور دیئے جا سکتے ہیں۔ اپنے ساتھیوں کے نام اور پتے بتا دو۔!"

پھر اُس نے مسلح آدمیوں کو اُسے لے جانے کا اشارہ کیا تھا۔ اس دوران میں عمران ہونقوں کی طرح کبھی جولیا کی طرف دیکھنے لگتا تھا اور کبھی بولنے والے نقاب پوش کی طرف۔

ایک مسلح آدمی جولیا کو وہاں سے لے گیا.... نقاب پوش پھر عمران کی طرف دیکھ کر بولا۔

"شائد اب تمہاری موت ہی آگئی ہے۔!"

"اگر ایسا ہے تو بندہ لاچار ہے.... مر جائے گا....! لیکن تمہیں ایسی بد دعا دے جائے گا کہ کبھی پنپ نہ سکو گے....!"

"تم محکمہ خارجہ کے لئے کام کرتے ہو۔!"

"بہت زیادہ باخبر معلوم ہوتے ہو تم لوگ.... ہاں یہ درست ہے۔!"

"عہدہ کیا ہے۔!"

"نوکری نہیں کرتا....!" عمران منہ بنا کر بولا "فری لانسر ہوں.... مختلف کاموں کے مختلف معاوضے وصول کر لیتا ہوں۔!"

"سر سلطان نے جو سیکرٹ سروس ترتیب دی ہے اُس کا سربراہ کون ہے۔!"

"اب پھر تم نے ایسا ہی سوال کیا ہے جس کا جواب مجھے نہیں آتا.... ذرا آسان سوال پوچھو

رسید کر دیا تھا.... دانت بج کر رہ گئے.... اور وہ منہ کے بل فرش پر چلا آیا۔ ایسا ہی جچا تلا ہاتھ تھا کہ پھر نہ اٹھ سکا۔

پھر آنکھ کھلی تھی تیز قسم کی روشنی میں اور وہ الوؤں کی طرح دیدے پھرانے لگا تھا!

"تم ہوش میں آچکے ہو اس لئے سیدھے کھڑے ہو جاؤ....!" ایک گونجیلی آواز سنائی دی۔

وہ فرش پر چت پڑا ہوا تھا۔ اور چھت بھی کچھ جانی پہچانی سی لگ رہی تھی غالباً یہ آواز بھی پہلے کہیں سن چکا تھا!

بڑی پھرتی سے اٹھ بیٹھا اور پھر فوراً ہی پوری بات سمجھ میں آئی.... وہی پانچوں نقاب پوش کرسیوں پر بتوں کی طرح بیٹھے نظر آئے۔ جن سے ایک بار پہلے بھی ملاقات ہو چکی تھی۔! اُس نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے اُن کی طرف دیکھا اور سہم جانے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔!

"حس.... سس:... ساما لیکم۔!" وہ ہکلایا اور پھر روانی سے بولنے لگا۔! سیٹھ صاحب مر جائیں گے لیکن وہ چیز آپ لوگوں کے حوالے نہیں کریں گے۔ آپ نے اُن کا بازو توڑ کر بھی دیکھ لیا۔ اگر لڑکی کا اغواء ہو گیا ہے تو انہیں اس کی بھی پرواہ نہ ہوگی۔ میں تو خیر کسی شمار قطار میں نہیں ہوں۔!"

"علی عمران.... بکواس بند کرو....!" ایک نقاب پوش غرایا جس کے ہاتھ میں چمڑے کا لمبا سا چابک بھی تھا۔

"اوہ.... تو یہ بات ہے....!" عمران طویل سانس لے کر رہ گیا۔

"ہم احمق تو نہیں ہیں۔!"

"شکلیں دیکھے بغیر اس کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔!"

"میں کہتا ہوں بکواس بند کرو....!"

"میں نے تمہارے ایک بیان کو مشروط کیا تھا اور تو کچھ نہیں بولا۔!"

"تم یہاں کیوں آئے ہو۔!"

"بڑی غلطی ہوئی کہ آپ لوگوں سے اس کی اجازت طلب نہیں کی تھی۔!"

"ہم واقعی سختی کریں گے۔ اگر تم نے سنجیدگی سے ہمارے سوالات کے جواب نہ دیئے۔!"

"پوچھو کیا پوچھنا ہے۔!"

"تم یہاں کیوں آئے ہو....؟"

"سیٹھ کی لڑکی کو رحیم آباد میں دیکھا تھا۔ بس پاگل ہو گیا۔ تعاقب کرتا ہوا شادارا تک آیا اور کتیا کے بہانے بنگلے کے قریب والی پلیا پر ڈیرہ ڈال دیا۔!"

"ناقابلِ یقین.... تم لڑکیوں کے پیچھے نہیں بھاگتے....!"

"زندگی میں کبھی نہ کبھی یہ حادثہ بھی ضرور ہو جاتا ہے۔!"

"اُس سے کہیں زیادہ خوبصورت لڑکیوں نے تمہیں چاہا ہے لیکن تم نے انہیں لفٹ نہیں دی۔!"

"اُن مواقع پر میرا معدہ ٹھیک نہ رہا ہوگا۔!"

"بات نہ بڑھاؤ۔!" ایک اور نقاب پوش بولا۔ لیکن تخاطب چابک والے نقاب پوش سے تھا۔ اُس نے پھر کہا۔ "اُس عورت کو یہاں بلواؤ۔!"

چابک والے نے دروازے کی طرف دیکھا جہاں دو مسلح آدمی اپنی اسٹین گنیں سنبھالے کھڑے تھے!

"اُس عورت کو لاؤ....!" نقاب پوش نے کہا۔ اور اُن میں سے ایک باہر چلا گیا۔

"لیکن!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا "میں نے اُسے ابھی تک اطلاع نہیں دی کہ مجھے اس سے وہ ہو گئی ہے۔!"

"تمہیں کبھی کسی سے وہ نہیں ہوئی.... خاموش کھڑے رہو۔!"

"ہمیشہ خاموش ہی ہوئی ہے! بولتی ہوئی کبھی نہیں ہوئی۔ خاموش محبت میں جو لذت ہے وہ اظہار میں نہیں ملتی۔!"

"تم ہمیں بیوقوف نہیں بنا سکتے۔! پرنس آف ڈھمپ! ہم میں سے ایک تمہیں انگلینڈ کے ونڈ لیئر کیسل میں دیکھ چکا ہے۔ ڈچز آف ونڈ لیئر تو تمہیں یاد ہو گی۔!"

"اچھی طرح یاد ہے.... دراصل بے خودی میں کبھی کبھی میں اپنے قد سے بھی اونچا چلا جاتا ہوں.... لیکن پہلی ہی محبت میں ساری چوکڑیاں بھول گیا ہوں.... ویسے تم لوگوں نے ظلم کیا کہ اس طرح ملا کر جدا کر دیا۔ اس حرکت کو اُردو ادب میں کیا کہتے ہیں، مجھے معلوم نہیں۔!"

اتنے میں زنانہ جوتوں کی کھٹ کھٹ سنائی دی تھی اور عمران سوچنے لگا کہ غزالہ تو چپلیں پہنے ہوئی تھی یہ ٹاپ ہیل والے کہاں سے نصیب ہو گئے۔

کہ میں جلدی سے اُس پری چہرہ کو دوبارہ دیکھ سکوں جس کی وجہ سے اس حال کو پہنچا ہوں۔!"

"تم نے پھر غیر متعلق باتیں شروع کر دیں۔!"

"بھائی صاحب....! سر سلطان نے مجھے کبھی نہیں بتایا کہ انہوں نے کوئی سیکرٹ سروس ترتیب دے رکھی ہے۔ پھر مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ اُس کا سربراہ کون ہے۔؟ مجھے تو براہِ راست سر سلطان سے کیس ملتے ہیں.... کیس کیا.... کیس کا ایک آدھ حصہ....!"

"وضاحت کرو....!"

"مطلب یہ کہ کبھی کبھار اُن کے لئے معلومات فراہم کر دیتا ہوں۔ چونکہ شہر بھر کے بدمعاش مجھ پر ترس کھاتے ہیں۔ اس لئے اُن کے توسط سے میرا پیٹ بھی پلتا رہتا ہے۔!"

"تو یہاں تمہیں سر سلطان نے بھیجا تھا۔!"

"قسم کھا سکتا ہوں کہ انہوں نے کبھی مجھے عاشق ہو جانے کا مشورہ نہیں دیا۔ اس معاملے میں بالکل ٹھس آدمی ہیں....!"

"تم غلط کہہ رہے ہو کہ تمہیں یہاں سر سلطان نے نہیں بھیجا۔!"

"اگر تم یقین کرنے پر تیار نہیں تو میں تمہیں کسی طرح بھی یقین نہ دلا سکوں گا۔ عجیب اتفاق ہے کہ میں باقاعدہ طور پر جیلانی سیٹھ کے ہتھے چڑھ گیا۔ آخر اُس تہہ خانے میں ہوتا کیا ہے جس کا علم ان کی صاحب زادی کو بھی نہیں۔!"

"تم دراصل یہی معلوم کرنا چاہتے تھے۔!"

"میں نہیں معلوم کرنا چاہتا۔ بلکہ ان کی صاحب زادی اُس چیز کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی تھیں۔ جس کی وجہ سے سیٹھ جیلانی پر ایسے مظالم ہو رہے تھے۔ ایک بازو ہی توڑ کر رکھ دیا۔"

"کیوں بکواس کر رہے ہو.... تم نے اُسے خواب آور دوا دے کر معلوم کر لیا تھا۔ کہ بازو صحیح و سلامت ہے۔!"

"کیا کرتا.... اُن کی شکل ہی سے نہیں معلوم ہوتا تھا کہ بازو ٹوٹ گیا ہے۔! ظاہر ہے اصلیت معلوم ہو جانے کے بعد مجھے تشویش ہوئی ہوگی کہ آخر اس فراڈ کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ سیٹھ صاحب صرف میری اصلیت معلوم کرنا چاہتے تھے۔ حالانکہ یہ بھی حماقت تھی جبکہ تم لوگ مجھے اچھی طرح جانتے تھے۔!"

"ہم تو یہاں تمہاری موجودگی کی وجہ جاننا چاہتے ہیں۔!"

"کہو تو اب دو چار عشقیہ اشعار بھی سنا دوں۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"علی عمران.... شاہ دارا میں تمہاری دھجیاں اڑ جائیں گی۔ یہ تمہارا شہر نہیں ہے.... ہم تمہارے باپ یا سر سلطان کی پہنچ سے باہر ہیں۔!"

"اسی لئے اس قدر پریشان نظر آتے ہو۔!"

"ہم قطعی پریشان نہیں ہیں۔!"

"پھر یہاں میری موجودگی کی وجہ جاننے کے لئے اتنے پاپڑ کیوں بیل رہے ہو۔!"

"اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے۔!"

"خاصا اضافہ کر دیا ہے میں نے تمہاری معلومات میں۔!"

"ہمیں وہ معلوم ہونا چاہئے جو ہم جاننا چاہتے ہیں۔!"

"تم تو خواہ مخواہ اجنبی لوگوں کو سامنے لا کر اُن سے میری جان پہچان ثابت کرنے کی بھی کوشش کرتے ہو....!"

"تو تم اُس عورت جولیانا فٹز واٹر کو نہیں جانتے۔!"

"نہیں میں نہیں جانتا... پتا نہیں تم لوگ کس قسم کے بخار میں مبتلا ہو گئے ہو۔ میں فی الحال صرف مریض عشق ہوں۔!"

"صرف بارہ گھنٹے.... تمہیں بھی صرف بارہ گھنٹے دیئے جاتے ہیں۔!"

"کس بات کے....!"

"محکمہ خارجہ کی خصوصی سیکرٹ سروس کے سربراہ کے بارے میں....!"

"بس....!" عمران اُس کی بات کاٹ کر بولا۔ "نہ بارہ گھنٹے نہ بارہ دن.... جس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا کیا بتا سکوں گا۔ میرا خیال ہے اس کے لئے تمہیں سر سلطان ہی کو پکڑ بلوانا پڑے گا.... ویسے تم لوگوں کی کوئی بات میرے پلے نہیں پڑ رہی۔ کبھی یہاں میری موجودگی کا اصل مقصد معلوم کرنا چاہتے ہو اور کبھی سیکرٹ سروس کے سربراہ کی بات کرنے لگتے ہو۔!"

"ہمارا خیال ہے کہ اُس کے سربراہ تم ہی ہو....!"

"اس پر عمران نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور دیر تک ہنستا رہا پھر بولا "مسخرہ پن کی حد ہوئی۔

میں اور کسی ادارے کا سر براہ... کیا بات کہی ہے تم نے.... سر براہ دھکے کھانے کے لئے نہیں ہوتے.... وہ صرف نقشے مرتب کیا کرتے ہیں۔ فیلڈ ورکرز کے لئے۔!"

"تو تمہیں اُسی سے ہدایات ملتی ہیں۔!"

"ہر گز نہیں....! سر سلطان سے براہِ راست میرا رابطہ رہتا ہے۔!"

"اور تم آج کل اُن کے لئے اُس لڑکی کے بارے میں معلومات فراہم کر رہے ہو جو طہران سے آئی ہے۔!"

"ایسا کوئی کام میرے سپرد نہیں کیا گیا۔!" کچھ دیر کے لئے سناٹا چھا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ اب اُن سے کیا پوچھیں۔ دفعتاً عمران بولا۔!

"اب تم بھی میرے ایک سوال کا جواب دے کر میری الجھن رفع کر دو۔!"

"پوچھو....!" نقاب پوش چونک کر بولا۔

"غزالہ اور تمہارا وہ آدمی کمروں سے کیسے غائب ہو گئے تھے۔!"

"اُس عمارت میں بھی تہہ خانہ موجود ہے اور چاروں کمروں میں اُسکے راستے موجود ہیں۔!"

"ایک بڑی الجھن رفع کر دی تم نے.... میں سمجھا تھا شائد کچھ جادو وادو کی کہانی سناؤ گے۔! بس اب جلدی سے مجھے اُس سے ملا دو....!"

"تم اب اُس سے نہیں مل سکتے۔!"

"بڑا دھوکا کھایا....!" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"کیا مطلب....؟"

"خواہ مخواہ تمہارے سوالات کے جواب دیتا رہا۔ میں تو سمجھا تھا کہ اس کے بعد تم مجھے اُس کے پاس پہنچا دو گے۔!"

"تم نے ابھی تک ہمیں صرف وہی بتایا ہے جو ہم پہلے ہی سے جانتے ہیں۔!"

"یا پھر وہ پوچھا ہے جس کا علم مجھے نہیں ہے۔!"

"صرف بارہ گھنٹے علی عمران! اُس کے بعد قتل کر دیئے جاؤ گے۔!"

"تمہاری وجہ سے قتل ہو جانے کا بھی تجربہ ہو جائے گا۔ بہت شکریہ۔! لیکن یہ تم ہاتھ میں چابک کیوں لئے بیٹھے رہتے ہو۔ دوسرے تو خالی ہاتھ ہیں۔!"

"شکر کرو کہ تمہیں اس چابک کا تجربہ نہیں ہوا۔!"

"چلو یہ بھی ہو جائے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔!"

"یہ بات ہے....؟"

"ہاں.... ہاں.... آجاؤ میدان میں۔!" عمران نے ہاتھ ہلا کر اُسے للکارا تھا۔

نقاب پوش آہستہ آہستہ کرسی سے اٹھا تھا۔ اور بڑی متانت سے چلتا ہوا کمرے کے وسط میں آ گیا۔ پھر اچانک چابک کی "شائیں" کمرے میں گونجی.... اور عمران چھلانگ لگا کر ایک طرف ہٹ گیا۔ وار خالی گیا تھا۔

نقاب پوش نے پھر بڑی پھرتی سے چابک گھمایا۔ لیکن عمران نے اس بار بچنے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ سیدھا نقاب پوش کی طرف دوڑ گیا تھا۔ اس طرح چابک اُس کے جسم سے لپٹتا چلا گیا۔ نقاب پوش کو سنبھلنے کا بھی موقع نہ مل سکا۔ اور عمران پوری قوت سے اس سے جا ٹکرایا۔ دونوں فرش پر گرے تھے۔ پھر قبل اس کے نقاب پوش اپنی کوشش سے اٹھ سکتا! عمران اُسے بھی سمیٹتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس طرح وہ اُسے ڈھال بنا کر اسٹین گن والے کی طرف مڑتا ہوا بولا۔!"اب یوں فائر کرو کہ گولی اس کے جسم کو چھیدتی ہوئی میرے جسم میں پیوست ہو جائے۔!" اسٹین گن والے کے ہاتھ کانپ کر رہ گئے۔

نقاب پوش اُس کی گرفت سے نکل جانے کے لئے پورا زور صرف کر رہا تھا۔ لیکن کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔

"اگر کوئی بھی قریب آیا تو اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ اگر تم لوگ واقعی مجھ سے واقف ہو تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ میں جھوٹ نہیں بول رہا۔" عمران نے کہا۔

جو جہاں تھا وہیں کھڑا رہا.... پھر عمران اسٹین گن والے سے بولا "پہلے تم اسٹین گن فرش پر ڈال دو.... پھر دروازہ بولٹ کر دو.... چلو جلدی کرو.... ورنہ یہ مرا میرے ہاتھوں۔!"

دوسرا مسلح آدمی ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ عقب سے ایک نقاب پوش بولا۔

"جو کہہ رہا ہے.... وہی کرو.... اس کے باوجود بھی یہ یہاں سے نکل نہیں سکے گا.... اسٹین گن فرش پر ڈال دو....!"

مسلح آدمی نے خاموشی سے تعمیل کی تھی....! جب وہ دروازہ بند کر چکا تو عمران نے اُس

سے کہا "اب اسٹین گن کو ٹھوکر مار کر میری طرف روانہ کر دو۔!"

"یہ نہیں ہو سکتا....!" عقب سے ایک نقاب پوش بولا۔

"خاموش بیٹھے رہو.....!" عمران غرایا۔ "ابھی تک مجھے غصہ نہیں آیا تھا۔ اب آ گیا ہے۔ چلو کھسکاؤ ادھر اسٹین گن ورنہ یہ مرا.....!"

اس کی گرفت میں آیا ہوا نقاب پوش گلو خلاصی کے لئے خاموشی سے جدوجہد کئے جا رہا تھا۔

"تو کیا مار ہی ڈالوں۔!" عمران دھاڑا۔

اسٹین گن فرش پر پھسلتی ہوئی اُس کے پیروں کے قریب آ رکی۔ عمران نے گرفت میں آئے ہوئے نقاب پوش کو دھکا دیا اور وہ کسی قدر فاصلے پر جا پڑا۔ پھر عمران نے بڑی پھرتی سے اسٹین گن اٹھائی تھی۔

"اب کیا خیال ہے دوستو۔!" اُس نے انہیں للکارا۔

نقاب پوش ہتھیلیاں ٹیک کر فرش سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب اس کے جسم میں اس کی بھی سکت نہ رہی ہو۔!

"اب تم سب یہاں ایک قطار میں کھڑے ہو جاؤ۔!" عمران نے اسٹین گن کو جنبش دے کر کہا۔ اتنی دیر میں گرا ہوا نقاب پوش پھر اٹھ کھڑا ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"لائن میں.... دوسری طرف مڑ کر کھڑے ہو جاؤ۔!"

"تم یہاں سے نکل نہیں سکو گے....!" چوٹ کھانے والا نقاب پوش کراہ کر بولا۔

"یہ میرا مسئلہ ہے تمہارا نہیں۔!" عمران نے کہا اور اسٹین گن والے سے بولا "تم بھی ادھر ہی آؤ.... چلو.... ہاں ٹھیک ہے.... یہیں کھڑے ہو جاؤ....!"

اس نے انہیں ایسی جگہ کھڑا کیا تھا کہ دروازہ کھلنے پر دوسری طرف والوں کو نظر نہ آ سکیں.... اور وہ خود ان کے عقب میں تھا۔!

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی.... عمران انہیں کور کئے ہوئے تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ پھر اُس نے دروازہ اس طرح کھولا تھا کہ خود اوٹ میں ہو گیا.... جولیا کو ساتھ لے جانے والا مسلح آدمی کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اُس کی نظر نقاب پوشوں اور اپنے ساتھی پر پڑی۔ اور وہ متحیرانہ انداز میں پوری طرح اُن کی طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ عمران والی گن اس کی

کنپٹی سے جا لگی۔

"اپنی گن فرش پر ڈال دو....!" عمران آہستہ سے بولا۔

اُس نے کنکھیوں سے عمران کی طرف دیکھنے کی کوشش کی تھی اور گن ہاتھ سے چھوڑ دی تھی۔!

"تم بھی اُسی طرح کھڑے ہو جاؤ۔!" عمران نے کہا۔

اور وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے قریب جا کھڑا ہوا.... عمران نے دروازہ بند کر کے بولٹ کیا اور کسی قدر فاصلے سے اُن کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"خواتین و حضرات۔!" اُس نے انہیں مخاطب کیا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب میں آپ کا اچار ڈالوں یا تل کر کھاؤں....! ویسے میرے طرزِ مخاطب پر بُرا نہ مانئے گا۔ خواتین اس لئے کہا ہے کہ میں نے آپ پانچوں میں سے تین کی آواز تک نہیں سنی اسی لئے شبہ ہوتا ہے کہ آپ میں کوئی خاتون بھی ہو سکتی ہیں۔!"

وہ کچھ نہ بولے.... عمران نے کہا "آپ نے میرے پہلے عشق میں کھنڈت ڈالی ہے اس لئے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اردو شاعری کے اعتبار سے آپ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے۔ رقیبوں کے متحدہ محاذ کی مثال اردو شاعری کی تاریخ میں تو نہیں ملتی۔ پتا نہیں یہ طریق کار آپ نے کہاں سے اخذ فرمایا ہے۔!"

"میں پھر کہتا ہوں کہ تم یہاں سے نکل نہیں سکو گے....!" وہی نقاب پوش بولا جس نے شیخی میں آکر عمران پر چابک برسانے کی کوشش کی تھی۔

"میرے نکل جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جہاں وہ غزال حسن وہاں میں۔!"

"وہ یہاں نہیں ہے۔!"

"پھر کہاں ہے۔!" مجھے اُس کا پتہ بتاؤ.... وعدہ کرتا ہوں کہ تم میں سے کسی کو قتل نہیں کروں گا....!"

"اپنی خیر مناؤ....!" نقاب پوش مضحکانہ انداز میں ہنس کر بولا۔

"میں کہتا ہوں خواہ مخواہ بات نہ بڑھاؤ.... لڑکی میری ذمہ داری تھی....! اُسے میرے حوالے کر دو۔ میں اُسے گھر تک پہنچا دوں۔ پھر تم لوگ تو ہو ہی زبردست.... دوبارہ اٹھا لانا۔!"

"اور تمہیں کس خوشی میں چھوڑ دیا جائے۔!"

"اس خوشی میں کہ تم لوگ میرے لئے قطعی اجنبی ہو۔ بس اتفاقاً مڈ بھیڑ ہو گئی جن معاملات کا میری ذات سے تعلق نہ ہو اُن میں دخل اندازی نہیں کرتا۔!"

"ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ تم نے دخل انداز ہونے کی کوشش کی ہے۔!"

"محض غلط فہمی.... میں صرف لڑکی میں دلچسپی لے رہا تھا۔ تم لوگ تو خواہ مخواہ نازل ہو گئے۔!"

دفعتاً اُن دونوں نے کھانسنا شروع کر دیا جو نقاب پوش نہیں تھے۔! عمران کے کان کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ اُس نے بھی کسی قسم کی گیس کی بو محسوس کر لی تھی.... سانس روکے کھڑا رہا....

پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اُن لوگوں کے عقب میں چلا گیا۔!

وہ دونوں بُری طرح کھانستے ہوئے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے تھے! لیکن نقاب پوش پہلے ہی کی طرح پُر سکون کھڑے رہے....! پھر عمران کو اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگی تھی کہ وہ بظاہر معمولی نقاب محسوس ہوتے تھے لیکن حقیقتاً گیس ماسک تھے۔!

اُس نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی اور بولٹ گرا کر پھرتی سے دروازہ کھولا۔ دوسری اسٹین گن ابھی تک دروازے کے قریب ہی پڑی ہوئی تھی اُسے ٹھوکر مار کر راہداری میں کھسکاتا ہوا خود بھی نکل آیا۔ نقاب پوش اپنی جگہوں سے ہلے بھی نہیں تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے ان کی قوتِ فیصلہ جواب دے گئی ہو۔!

عمران نے دروازہ بند کر دیا۔ خوش قسمتی سے وہ اس طرف سے بھی بولٹ کیا جا سکتا تھا۔ اور نکاسی کا صرف یہی ایک دروازہ تھا۔ عمران نے اُسے بولٹ کرتے ہوئے دو تین لمبی لمبی سانسیں لیں.... اس دوران سانس روکے ہی رہا تھا۔ پھر بھی گیس اس حد تک تو اثر انداز ہو ہی چکی تھی کہ ناک کے بانسے میں سوزش محسوس ہونے لگی تھی۔

وہ ایک جانب چل پڑا.... کچھ ایسی زیادہ احتیاط بھی نہیں برت رہا تھا۔ جلد سے جلد اُس جگہ تک پہنچ جانا چاہتا تھا جہاں جولیانا فٹز واٹر کو رکھا گیا تھا۔ اور غزالہ کے بارے میں یقین نہیں تھا کہ وہ بھی یہیں ہو گی۔!

اس راہداری میں مختلف جگہوں پر تین مزید دروازے نظر آئے تھے۔ وہ انہیں بے دھڑک کھولتا چلا گیا تھا۔ لیکن وہ تینوں ہی کمرے خالی ملے۔

دوسری راہداری میں مڑنے سے قبل اُس نے دونوں اسٹین گنوں کے میگزین چیک کئے تھے۔ دونوں ہی بھرے ہوئے تھے۔ ایک گن کاندھے سے لٹکائی اور دوسری ہاتھ میں لئے ہوئے دوسری راہداری میں مڑ گیا۔

وہ راہداری پہلی کی نسبت مختصر تھی۔ اور یہاں ایک جانب صرف ایک ہی دروازہ نظر آیا تھا۔ اُسے بھی جلدی سے کھول کر بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "نکلو جلدی سے.... یہ اکڑوں کیوں بیٹھی ہوئی ہو۔!"

جولیانا اچھل پڑی۔ کیونکہ اُس کا رخ دروازے کی طرف نہیں تھا۔

"کک.... کیا ہوا....؟" وہ لڑکھڑاتی ہوئی اُس کی طرف بڑھی۔ لیکن عمران نے کچھ کہے بغیر اُس کا ہاتھ پکڑا اور تیزی سے راہداری کے سرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ یہاں سے بائیں جانب ایک دو ڈھائی فٹ چوڑا راستہ تھا جو خاصا طویل ثابت ہوا۔ اور پھر اُس کے اختتام پر تو عمران بھی اچھل پڑا تھا۔ یہ تو وہی جگہ تھی جہاں وہ اور غزالہ بیہوشی طاری کرنے والی ڈارٹوں کا نشانہ بنے تھے۔

یعنی غزالہ کے بنگلے والا تہہ خانہ تھا۔ سامنے ہی لفٹ کیج نظر آیا۔ لیکن لفٹ موجود نہیں تھی۔

"یہ ایک اسٹین گن تم سنبھالو...." عمران نے جولیا سے کہا۔ "اور اس راستے پر نظر رکھو اگر مخالف سمت سے کوئی آتا دکھائی دے تو بے دریغ فائر کر دینا۔!"

"وہ لوگ کہاں ہیں۔!" جولیا نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"میں انہیں اُسی کمرے میں بند کر آیا ہوں۔ ہو سکتا ہے وہ کسی طرح نکل آئیں اُس صورت میں ادھر ہی آئیں گے۔!"

جولیا وہاں سے ہٹ کر بتائی ہوئی جگہ پر جا پہنچی۔ اسٹین گن اُس کے ہاتھوں میں تھی۔

عمران لفٹ کیج کی طرف آیا.... اور سوئچ بورڈ کے اُس بٹن پر انگلی رکھ دی جس سے لفٹ نیچے آتی۔

ذرا ہی سی دیر میں لفٹ نیچے آئی تھی اور کیج کا دروازہ کھل گیا تھا۔

"چلو.... جلدی کرو.... واپس آؤ....!" اُس نے جولیا کو آواز دی۔

وہ دوڑتی ہوئی اُس کے قریب آئی تھی۔ اور دونوں لفٹ میں داخل ہو گئے تھے۔

"ہم اوپر جائیں گے یا نیچے۔!" جولیا ہانپتی ہوئی بولی۔

"اوپر.... پوری طرح ہوشیار رہنا....!"

عمران نے سوئچ بورڈ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

لفٹ حرکت میں آئی تھی۔ اور جولیا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے عمران کو پُر تشویش نظروں سے دیکھتی رہی تھی۔!

لفٹ کو بنگلے کے گراؤنڈ فلور ہی پر روک دیا گیا.... دونوں باہر نکلے۔

"اور اب تم اُس جگہ کھڑی ہو کر چوکس رہو۔ میں ذرا اس لفٹ کو ناقابلِ استعمال بنا دوں۔!"

جولیا سٹین گن سنبھال کر اُس جگہ کھڑی ہو گئی جہاں سے دوسری طرف نظر رکھ سکتی۔!

عمران نے نچلے سوئچ بورڈ کو بڑی تیزی سے ناکارہ بنانے کی کوشش کی تھی اور اس میں کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ یعنی اب لفٹ تہہ خانے تک پہنچنے کے قابل نہیں رہ گئی تھی۔!

بنگلے میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ وہ جولیا کو وہیں روک کر کچن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ لیکن وہاں کوئی بھی نہ ملا۔ ویسے کم از کم ایک آدھ ملازم وہاں ہر وقت ہی موجود رہتا تھا۔ پھر اُس نے پوری نچلی منزل دیکھ ڈالی تھی لیکن ایک متنفس بھی نہیں نظر آیا تھا۔!

"آخر ہم کہاں ہیں۔ اور تم کسے تلاش کر رہے ہو۔!" جولیا نے الجھ کر پوچھا۔

"یہ ایک ایسے شخص کا بنگلہ ہے جس کا میں ملازم تھا۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"اطمینان سے بتاؤں گا۔ لمبی کہانی ہے....!" عمران نے کہا اور اوپری منزل کے زینوں کی طرف بڑھ گیا۔ اس سے پہلے وہ یہ دیکھنا نہیں بھولا تھا کہ نچلی منزل کا کوئی دروازہ کھلا ہوا تو نہیں ہے۔ سب سے پہلے وہ غزالہ کی خواب گاہ میں داخل ہوا تھا۔ لیکن وہ خالی ہی ملی پھر جیلانی سیٹھ کی خواب گاہ کا رخ کیا۔

ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا.... اور اُس کے ہونٹ سیٹی بجانے کے سے انداز میں سکڑ گئے۔

جیلانی سیٹھ بستر پر چت پڑا ہوا نظر آیا تھا۔ قریب پہنچنے سے قبل ہی عمران نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس میں زندگی کے آثار نہیں پائے جاتے۔

سرہانے ایک لفافہ رکھا نظر آیا جس پر غزالہ کا نام تحریر تھا۔ لیکن لفافے کو بند نہیں کیا گیا تھا۔ اُس میں سے ایک تہہ کیا ہوا پرچہ برآمد ہوا۔ یہ غزالہ ہی کے نام ایک خط تھا۔!

"غزالہ! تم نے مجھے سخت مایوس کیا ہے.... میں نے ماں بن کر تمہاری پرورش کی تھی اور اپنی تربیت دینے کے انداز پر نازاں تھا۔ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ تم اُس کم بخت ملازم کے ساتھ فرار ہو جاؤ گی.... میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ اس لئے زہر پی رہا ہوں.... اگر تم میں ذرہ برابر بھی غیرت باقی ہے تو تم بھی زندہ نہ رہنا اگر دوسروں کی نظروں میں ہلکی ہو کر بھی جینا پسند کرو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں تو دنیا سے جا رہا ہوں۔ محض شرمندگی سے بچنے کے لئے.... خدا مجھے معاف کرے.... اگر تم سے یہ گناہ سرزد نہ ہوا ہوتا تو مجھ سے بھی یہ گناہ سرزد نہ ہوتا۔!"

تحریر کے اختتام پر اُس نے اپنا نام لکھا تھا۔ عمران نے طویل سانس لی اور جولیا سے بولا۔

"جتنی جلدی ممکن ہو نکل چلو.... ہو سکتا ہے پولیس پہنچ ہی رہی ہو۔!"

"آخر قصہ کیا ہے.... یہ تو مردہ معلوم ہوتا ہے.... کون ہے....؟"

"وہی.... جس کا میں ملازم تھا۔!" عمران نے لفافہ اپنی جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ اور میز پر رکھے ہوئے گلاس کو بغور دیکھتا ہوا خواب گاہ سے نکل آیا۔ جولیا اُس کے پیچھے تھی۔ وہ صدر دروازے کی بجائے عمارت کے عقبی دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ سڑک پر نہیں نکلنا چاہتا تھا۔ کیونکہ سامنے والی زیر تعمیر بستی کے بہتیرے لوگ اسے جانتے تھے۔!

اُس نے دروازہ کھولا تھا.... اور دونوں بنگلے سے نکل آئے تھے.... اس طرف ویرانہ ہی تھا۔ سڑک کے کنارے ہی کنارے بنگلے تھے اور ان کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک خشک نالے میں اُتر گئے۔!

"آخر ہم جا کہاں رہے ہیں۔!" جولیا تھوڑی دیر بعد کراہ کر بولی۔ دفعتاً اُس کا بایاں پنجہ مڑ گیا تھا اور وہ گرتے گرتے بچی تھی۔!

"کیا تم اپنے گھر میں ان جوتوں سمیت سوئی تھیں۔!"

"قطعی نہیں.... آرام سے بستر پر سوئی تھی۔ لیکن یہ کم بخت میرے جوتے ساتھ لانا نہیں بھولے تھے۔!"

"خوش ذوق لوگ معلوم ہوتے ہیں۔!"

"کہیں بیٹھنے کا ٹھکانا بھی ہے یا یونہی بھٹکتے پھریں گے۔!"

"ہے کیوں نہیں۔ اصل قیام تو پیلس ہوٹل میں تھا جو پولیس ہیڈ کوارٹر کے سامنے واقع ہے۔!"

"کتیا نے بچے جن دیئے یا نہیں....!"

عمران چلتے چلتے رک کر اُسے گھورنے لگا۔

"چلتے رہو.....!" وہ رواروی سے بولی "یہ بات تو سبھی جانتے ہیں کہ تم شاہ دارا کی کسی حاملہ کتیا کے لئے تشویش میں مبتلا ہو کر گھر سے بھاگے تھے۔!"

"اوہ.... تو شائد وہ ٹیلی گرام میز پر ہی رہ گیا تھا۔!"

"اور اس وقت نیو بھی وہیں موجود تھا۔!" جولیا نے کہا۔

"خیر دیکھوں گا اُسے بھی۔!"

"کیا قصہ تھا۔!"

"نیچے دیکھ کر چلو ورنہ یہ ٹاپ ہیل جوتے میرے کاندھے پر سوار ہو جائیں گے۔!"

"کتنا اور چلنا پڑے گا۔!"

"میں نہیں جانتا کہ یہ خشک نالہ کہاں لے جائے گا۔!"

"بس تو پھر فی الحال یہیں بیٹھ جاؤ.... بائیں ٹخنے میں تکلیف بڑھتی جارہی ہے.... کہیں موچ نہ آگئی ہو....!"

"بھوک کے مارے بُرا حال ہے۔ پتا نہیں کب سے کھانا نصیب نہ ہوا ہو۔ آج کون سی تاریخ ہے....!"

"بارہ فروری.... کیوں....!"

"اُوہ.... تو اس حال میں تین دن گذرے ہیں.... گویا.... ڈیڑھ دن سے میں نے کچھ نہیں کھایا....!" عمران کراہ کر بولا۔ "بس بیٹھ ہی جاؤ.... ناحق تاریخ بتائی تھی تم نے۔ اب تو مجھ سے بھی نہیں چلا جائے گا۔!" جولیا ایک پتھر پر بیٹھ کر اپنے جوتے اتارنے لگی۔

عمران اپنے پیٹ کی قراقر سُن سُن کر منہ بنا رہا تھا۔ جولیا جوتے اتار چکی تھی۔ بایاں ٹخنہ ٹٹولتی ہوئی بولی "سخت تکلیف ہو گئی ہے۔!"

"بتاؤ.... میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔!"

"جھک مارتے رہو....!"

"یہ ناممکن ہے کہ اپنے آدمیوں میں سے کسی نے تمہارے اغواہ کنندگان کا تعاقب نہ کیا ہو۔!" عمران نے پُر تشویش لہجے میں کہا "کیونکہ نقشہ کچھ اسی طور پر ترتیب دیا گیا تھا۔!"

جولیا نے اپنا اور جوزف کا کارنامہ بیان کرتے ہوئے کہا "وہ ہانگ کانگ سے آیا تھا۔ تعلق پیری ٹانگ سے بتاتا ہے.... اس کا یہ مطلب ہوا کہ منشیات کی اسمگلنگ کا چکر معلوم ہوتا ہے۔!"

"اُس سے اور کیا معلومات حاصل ہوئیں.... لیکن ٹھہرو.... ہم شائد کسی نالے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔!" عمران نے کہا اور اٹھ ہی رہا تھا کہ منہ کے بل نیچے چلا گیا۔! جولیا خود اُس پر آگری تھی.... ایسا ہی زبردست دھماکہ تھا۔ زمین ہل کر رہ گئی تھی.... دھماکہ زیادہ دور نہیں ہوا تھا.... وہ اٹھنے کی کوشش کر ہی رہے تھے کہ تھوڑے ہی فاصلے پر اینٹوں اور پتھروں کی بارش ہونے لگی۔

"بھاگو....!" عمران اُسے کھینچ کر اٹھاتا ہوا بولا "شائد میرے فرار نے انہیں اس حرکت پر مجبور کر دیا....!"

تھوڑی دیر بعد وہ ہائی وے کی طرف آنکلے تھے.... اور جولیا بُری طرح ہانپ رہی تھی۔ پتا نہیں کس طرح گرتی پڑتی یہاں تک پہنچی تھی۔ بائیں پیر کی تکلیف بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔!

"اب تو نہیں چلا جاتا....!" جولیا کراہتی ہوئی بولی۔

"پھر بیٹھ جاؤ....!" عمران بے بسی سے بولا۔ "اگر سڑک پر تمہیں کاندھے پر بٹھاؤں گا تو دوسرے بھی ہاتھ بٹانے کے لئے دوڑ پڑیں گے۔!"

"کمینے ہو....!" کہتی ہوئی وہ سڑک کے کنارے بیٹھ گئی۔

"شائد اب پولیس کو وہاں ملبے کے ڈھیر کے علاوہ اور کچھ نہ مل سکے۔!" عمران نے کہا

"میں کچھ نہیں سُن رہی! ابھی الفاظ نہ ضائع کرو....! سوال تو یہ ہے کہ ہم اُس ہوٹل تک کیسے پہنچیں گے جہاں تمہارا قیام ہے۔!"

"شائد کسی سے لفٹ مل جائے۔!"

"لیکن ہم لفٹ دینے والے کو کیا بتائیں گے....!"

"تم اس کی فکر نہ کرو....!"

تھوڑی دیر بعد عمران نے ایک گاڑی رکوائی۔ اور گاڑی والے کو ایک دکھ بھری داستان

سنانے کے لئے اسٹارٹ لیتا ہوا بولا۔

"اور پھر اُن دونوں نے ریوالور نکال لئے۔ ہمیں گاڑی سے اتار کر سڑک کے کنارے کھڑا کردیا اور خود ہماری گاڑی لے کر چمپت ہوگئے۔!"

"کدھر گئے ہیں۔!" گاڑی والے نے پوچھا۔

عمران نے مخالف سمت میں ہاتھ اٹھادیا۔

"چلئے دیکھتے ہیں۔!"

"جی نہیں! وہ دونوں مسلح ہیں۔! بس آپ از راہِ کرم ہمیں پولیس ہیڈ کوارٹر کے سامنے اُتار دیجئے گا.... ہم رپورٹ درج کرادیں گے....!"

"اس سے کچھ بھی نہیں ہوگا۔" گاڑی والے نے کہا۔ "یہاں اپنے معاملات خود ہی نپٹانے پڑتے ہیں۔ پولیس ہمارے باپ کی نوکر نہیں ہے۔!"

"دیکھا جائے گا جناب.... میں اُن کے پیچھے جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ ایک غیر ملکی خاتون ہیں.... بغرض سیاحت ہمارے ملک میں تشریف لائی ہیں... اور اس خوفناک تجربے کی یادیں لے کر واپس جائیں گی۔!"

"آپ کی مرضی... بیٹھ جائیے پچھلی سیٹ پر....!"

اس طرح وہ پولیس کے ہیڈ کوارٹر تک پہنچے.... پیلس ہوٹل اُس کے سامنے ہی تھا۔

"میرے لائق اور کوئی خدمت....!" گاڑی والے نے پوچھا۔

"جی نہیں شکریہ! ہم پیلس ہوٹل میں مقیم ہیں۔ رپورٹ درج کرا کے وہیں چلے جائیں گے۔!"

پھر آدھے گھنٹے کے اندر اندر عمران کو معلوم ہوگیا تھا کہ سیٹھ جیلانی کا بنگلہ ایک دھماکے کے بعد ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہوگیا!

"دراصل ہماری وجہ سے یہ سب کچھ ہوا۔!" عمران نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔!

"اب تم اپنی کہانی سنا سکتے ہو۔!" جولیا بولی "آخر تم ان سات آدمیوں کو کس طرح ڈوج دے سکے تھے....!"

"انہوں نے خود ہی اپنے لئے گڑھا کھودا تھا۔!" عمران نے کہا اور اس کمرے کی روداد سناتا ہوا بولا۔ "میں نے انہیں قابو میں کرلینے کے بعد نکل جانا چاہا تھا۔ لیکن ٹھیک اُسی وقت کمرے کے

کسی حصے سے گیس خارج ہونے لگی۔ وہ پانچوں نقاب پوش دراصل گیس ماسک پہنے ہوئے تھے۔ اس لئے اُن پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ لیکن وہ دونوں مسلح آدمی جو بے نقاب تھے۔ کھانستے کھانستے بیہوش ہوگئے تھے....!"

"تم تو گیس ماسک نہیں پہنے ہوئے تھے۔! پھر کیسے بچ نکلے۔!"

"حبسِ دم کی مشق نے سہارا دیا تھا۔!"

"وہ کس کی لاش تھی جو ہم نے اُس بنگلے کے بیڈ روم میں دیکھی تھی۔!"

عمران جیلانی سیٹھ کے بارے میں بتانے لگا۔

"اوہ.... تو کوئی لڑکی بھی تھی تمہارے ساتھ۔" جولیا آنکھیں نکال کر بولی۔

"تھی تو لیکن اب نہ جانے کہاں اور کس حال میں ہوگی۔!"

"تو اس کے باپ نے خودکشی کرلی....!"

"مجھے اس پر شبہہ ہے۔!" عمران طویل سانس لے کر بولا۔ "اُسے زہر پینے پر مجبور کیا گیا ہوگا۔ غالباً اُن کی اسکیم یہ تھی کہ پولیس کو اُس لاش کے بارے میں اطلاع دے دیتے۔! اور سرہانے پایا جانے والا خط ہم دونوں کو اس کا ذمہ قرار دیتا اور پولیس ہماری تلاش میں نکل کھڑی ہوتی۔ لیکن میرے فرار نے اُن کا کھیل بگاڑ دیا۔ پھر انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ لاش کو پولیس کے ہاتھ نہ لگنے دیں۔ اب اگر ملبے سے لاش برآمد بھی ہوئی تو زہر کے بارے میں نہیں سوچا جائے گا۔ پولیس دھماکے کے اسباب کا پتا لگانے میں مشغول ہوجائے گی۔

"خواہ مخواہ انہوں نے اتنا گھماؤ پھراؤ اختیار کیا۔ اُس کے باپ سے تمہارے خلاف بیٹی کے اغواہ کی رپورٹ کرادیتے۔!"

"اور پھر میں پولیس کے ہتھے چڑھ کر اسے اُس تہہ خانے کی موجودگی کی اطلاع دے دیتا جس میں انہوں نے کسی قسم کی مشین لگا رکھی تھیں۔ ویسے میں اتنی جلدی میں تھا کہ اُن مشینوں کے بارے میں چھان بین نہ کرسکا۔!"

"تو کیا وہ سب ختم ہوگئے ہوں گے۔!"

"مجھے اس میں بھی شبہہ ہے۔! میری دانست میں عمارت انہی لوگوں نے تباہ کردی۔ اگر میں فرار نہ ہوگیا ہوتا تو عمارت بھی برقرار رہتی۔!"

"لیکن آخر انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو مار کیوں ڈالا۔!"

"اس لئے کہ میری اصلیت سے واقف ہو گئے تھے۔ سیٹھ جیلانی بودا آدمی تھا۔ ان کی دانست میں وہ مجھے سب کچھ بتا دیتا۔!"

"اس لئے انہوں نے اُسے ختم ہی کر دیا۔!" جولیا نے جملہ پورا کر دیا۔ لہجہ ایسا ہی تھا جیسے عمران کے بیان کو محض بکواس سمجھ رہی ہو۔

عمران نے لاپرواہی ظاہر کرنے کیلئے شانے سکوڑے تھے اور دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا۔ "ابھی تک تم نے مجھے وہ فون نمبر نہیں بتایا جس پر وہ آدمی کسی سے رابطہ قائم کر کے احکام لیا کرتا تھا۔!"

"ایکس ٹو نے بتایا تھا کہ نمبر مقامی نہیں ہے۔ سات اعداد کا تھا۔!"

"اور تم نے اپنے طور پر معلوم کرنے کی بھی کوشش کی تھی کہ نمبر کہاں کا ہے۔!"

"نہیں.... میں صرف اُسی میں سر کھپاتی ہوں جو میرے ذمے ڈال دیا جاتا ہے۔!"

"مجھے بتاؤ اگر یاد ہو۔!"

"سات ایک تین دو پانچ آٹھ تین....!"

"اگر تمہاری یادداشت دھوکا نہیں دیتی تو سات ایک ڈائریکٹ ڈائیلنگ سسٹم میں شاہ دارا کا نمبر ہے....!"

"نہیں....!" جولیا چونک پڑی۔

"اب یہ دیکھنا ہے کہ یہاں تین دو پانچ آٹھ تین کس کا نمبر ہے۔!" عمران نے کہا اور فون کا ریسیور اٹھا کر روم سروس والوں سے ایک ٹیلی فون ڈائریکٹری طلب کر لی۔

"مجھے نیند آ رہی ہے....!" جولیا بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"جا کر سو جاؤ۔!" عمران نے دوسرے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔!

یہ تین کمروں والا سوٹ تھا۔

"نہیں ابھی نہیں....!" جولیا سر ہلا کر بولی "حاملہ کتیا والی بات تو رہ ہی گئی۔!"

"اُس نے بچے جن دیئے تھے۔!"

[illegible]

"کوڈ میں نہیں تھا حقیقت تھی۔!"

اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی تھی اور اجازت مل جانے پر دروازہ کھول کر اندر آیا تھا۔ روم سروس کا ویٹر ٹیلی فون ڈائرکٹری لایا تھا۔! اُس کے چلے جانے پر جولیا بولی "کیا وہ تمہاری کوئی رشتے دار تھی۔!"

"بہر حال سوئیس نہیں تھی....!" عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔

"سوئیس کتیائیں نہیں ہوتیں۔!"

"لیکن بھونکتی بھی ہیں اور کاٹتی بھی ہیں۔!"

"تو پھر میں دانت ہی تیز کر رکھوں۔" جولیا اٹھتی ہوئی بولی تھی۔ اور دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔ عمران ڈائرکٹری کے ورق الٹتا رہا۔

اور پھر کچھ دیر بعد وہ اُس نمبر کو تلاش کر لینے میں کامیاب ہو گیا تھا.... کسی خان ضرغام کی اقامت گاہ کا نمبر تھا۔ عمارت کا نام تھا خان ولا۔

✪

کیپٹن خاور اور لیفٹیننٹ چوہان شاہ دارا میں بھٹکتے پھر رہے تھے۔ کیونکہ انہوں نے آخر کار جولیانا فٹز واٹر کا سراغ کھو دیا تھا۔ اغواء کنندگان کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں پہنچے تھے۔ محض اتفاق تھا کہ شاہ دارا کی ایک سڑک پر اُن کی گاڑی کا انجن اچانک بند ہو گیا.... اور اغواء کنندگان کی گاڑی آگے نکلی چلی گئی....! پھر وہ آدھے گھنٹے سے قبل انجن کو دوبارہ کار آمد نہیں بنا سکے تھے۔ رات کا بقیہ حصہ ایک ہوٹل میں گذار کر پھر نکل کھڑے ہوئے۔ لیکن بس یونہی بھٹکتے پھر رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ گاڑی کی نمبر پلیٹ جعلی تھی۔ اس یقین کی تصدیق یوں ہو گئی کہ رجسٹریشن آفس میں اُس نمبر کی گاڑی کا اندراج نہیں تھا۔!

"اب کیا کریں؟" خاور ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"صبر کے علاوہ اور کیا چارہ ہے۔!" چوہان فی الحال اور کیا کہہ سکتا تھا۔

"عمران بھی تو یہیں ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق....!"

"ہاں.... اگر شاہ دارا ہی کا کوئی قصہ تھا تو یہیں ہونا چاہئے....!"

"تو پھر اُسی کی تلاش کریں۔!"

"اس سے کیا ہوگا....؟" چوہان پُر تفکر لہجے میں بولا۔

"اگر وہ بھی اس کیس سے متعلق یہاں کچھ کر رہا ہے تو کچھ لوگ یقینی طور پر اُس کی نظر میں ہوں گے! اُن کے ٹھکانوں سے واقف ہوگا.... ہو سکتا ہے جولیا وہیں کہیں لے جائی گئی ہو۔!"

"بات تو ٹھیک ہے.... لیکن عمران ہی کو کہاں تلاش کریں۔!"

"اُس کے سلسلے میں یہاں کی کسی لیڈی ڈاکٹر زیبا کا نام سنا گیا تھا۔ مطلب یہ کہ وہ میسج کسی لیڈی ڈاکٹر زیبا ہی کی طرف سے تھا۔!"

"لیکن سوال تو یہ ہے کہ ہم براہِ راست اُس سے پوچھ گچھ کر بھی سکیں گے یا نہیں پہلی ہی حماقت پچھتاوا بنی ہوئی ہے۔ ہمیں اُن کا تعاقب کرنے کی بجائے مداخلت کرنی چاہئے تھی۔ پتا نہیں بیچاری کا کیا حشر ہوا ہو۔!"

سہ پہر تک وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکے تھے کہ انہیں اب کیا کرنا چاہئے۔

پھر انہوں نے شاہ دارا میں ایک زبردست دھماکے کی گونج سُنی تھی اور سارے شہر میں زلزلہ سا آ گیا تھا۔ لوگ گھبرا کر چھتوں کے نیچے سے کھلی فضاء میں نکل آئے تھے۔ عجیب سی بد حواسی طاری ہو گئی تھی پورے شہر پر.... کوئی کہتا ہوائی جہاز گرا ہے۔ کوئی فوج کے اسلحے کے ذخیرے کی تباہی کی کہانی سناتا۔ کہیں غیر قانونی طور پر بنائے جانے والے بموں کی بات چھڑی ہوئی تھی۔ اصل واقعہ دو گھنٹے کے بعد معلوم ہو سکا تھا۔ شہر کے ایک متمول فرد جیلانی سیٹھ کا بنگلہ دھماکے سے اڑ گیا تھا اور نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کتنے افراد ملبے میں دب کر مر گئے ہوں۔!

"کہیں یہ بھی اُسی سلسلے کی کوئی کڑی نہ ہو....!" خاور نے کہا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں....!" چوہان بولا۔ "اُس سر پھرے کا معاملہ ہے۔!"

"لیکن ایکس ٹو نے اُس کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا تھا۔!"

"وہ بیچارہ.... مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے وہ بھی عمران کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا ہو۔!"

خلقت کے ہجوم میں مل کر وہ دونوں بھی ادھر جا نکلے تھے جہاں حادثہ ہوا تھا۔ وہ بنگلہ تو ڈھیر ہو ہی گیا تھا لیکن آس پاس کی چند اور عمارتیں بھی اُس دھماکے سے متاثر ہوئی تھیں.... پولیس نے ابھی تک اُس علاقے کی حد بندی نہیں کی تھی.... اس لئے فائر بریگیڈ کے عملے کو اپنے کام میں دشواری پیش آ رہی تھی.... ویسے پولیس کوشش کر رہی تھی کہ لوگ ملبے کے قریب نہ

پہنچنے پائیں۔"

"اوہ.... یہ یہاں کیا کر رہی ہے۔!" دفعتاً خاور چونک کر بولا۔

"کون....؟" چوہان اُس کی طرف متوجہ ہوا۔

"ڈاکٹر زیبا.... اور کچھ پریشان سی بھی لگ رہی ہے۔!"

اس حادثے سے قبل ہی وہ زیبا کو تلاش کر کے اُس کے مکان اور مطب دیکھ چکے تھے اور دور سے خود اُسے بھی دیکھا تھا....!

"ہاں ہے تو وہی...." چوہان نے کہا! اور غیر معمولی طور پر مضطرب نظر آتی ہے.... میرا خیال ہے کہ اب ہمیں اس سے بات کرنی ہی چاہئے۔!"

"لیکن پھر سوال پیدا ہوتا ہے....!"

"کچھ نہیں.... دیکھا جائے گا!" چوہان نے کہا اور آگے بڑھ کر زیبا کے قریب جا کھڑا ہوا۔!"

"ڈاکٹر زیبا.... پلیز....!" وہ آہستہ سے بولا۔ اور زیبا اچھل پڑی۔

"ف ف.... فرمائیے....!"

"ایک بے حد اہم مسئلے پر آپ سے بات کرنی تھی....!"

"یہاں.... اس وقت....!"

"جی ہاں.... اور وہ مسئلہ ہے علی عمران....!"

"اُوہ....!" زیبا کی آواز کانپ گئی۔ "آپ کون ہیں۔؟"

"اُسی کا ایک ساتھی....!"

"یعنی کہ....!"

"آپ یقین کیجئے میں وہ میسج بھی دہرا سکتا ہوں جو آپ نے ٹیلی گرام سے اُسے بھجوائی تھی۔!"

"چ چ.... چلئے.... میری گاڑی کی طرف.... یہاں اس بھیڑ میں بات نہیں کر سکتی یہ کیا ہوا.... اور کیسے ہوا....!"

خاور اور چوہان اُس کے ساتھ گاڑی تک آئے تھے۔

"وہ یہیں تھے.... اسی عمارت میں۔!" زیبا ہانپتی ہوئی بولی۔

"عمران! یہاں تھا....!"

"جی ہاں....!"

"وہ کس طرح....!"

"جب آپ یہی نہیں جانتے تو آپ کو ان کی تلاش مجھ تک کیسے لے آئی ہے۔!"

خاصا اندھیرا پھیل گیا تھا۔ وہ لوگ بھیڑ سے الگ تھلگ گاڑی کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔!

"یہ بتانا بہت مشکل ہے ڈاکٹر۔!"

"تب پھر آپ ان کے ایسے ساتھیوں میں سے نہیں ہو سکتے جو انہیں تلاش کرتے ہوئے یہاں تک چلے آئیں۔!"

"یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں ڈاکٹر۔!" گاڑی کے عقب سے آواز آئی۔

"یہ کون تھا....!" زیبا اچھل پڑی۔

"وہی.... جس کی ہمیں تلاش تھی۔!" خاور عمران کی آواز پہچان کر بولا۔

"لیکن ڈاکٹر میں فی الحال تمہیں اپنی شکل نہیں دکھا سکتا۔!" آواز پھر آئی۔ اور اس بار زیبا کو بھی یقین آ گیا کہ وہ عمران ہی کی آواز ہو سکتی ہے۔

اس جگہ خاصا اندھیرا تھا کیونکہ زیبا نے اپنی گاڑی زیر تعمیر بستی کے ایک حصے میں کھڑی کی تھی۔

"اور ڈاکٹر.... یہاں تمہاری موجودگی مناسب نہیں ہے! ان دونوں کو یہیں چھوڑ دو.... اور خود یہاں سے فوراً روانہ ہو جاؤ۔"

ڈاکٹر زیبا نے چپ چاپ تعمیل کی تھی۔ دونوں گاڑی سے الگ ہٹ کر کھڑے ہو گئے اور وہ نکلی چلی گئی۔ وہ دونوں تاریکی میں آنکھیں پھاڑنے لگے۔

"تم کہاں ہو....!" بالآخر خاور نے اُسے آواز دی۔

"ادھر.... میرے پیچھے چلے آؤ....!" عمران کی آواز آئی اور ایک دیوار کی اوٹ سے ایک سایہ نکل کر بائیں جانب بڑھا۔! خاور نے چوہان کو ٹھوکا دیا تھا اور وہ اُس کے پیچھے چل پڑے تھے۔!

کچھ دور چلنے کے بعد سایہ رک گیا اور ان کی طرف مڑ کر بولا۔ "میں ایک دشواری میں پڑ گیا ہوں۔ اس لئے میک اپ میں ہوں۔!"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" چوہان بولا۔ "ہم تمہیں آواز سے بھی پہچان سکتے ہیں.... اور ہم بھی ایک دشواری میں پڑ گئے ہیں۔!"

"تمہاری دشواری پیلس ہوٹل کے کمرہ نمبر ستائیس میں اس وقت غالباً گہری نیند سو رہی ہو گی۔!"

"کک.... کیا مطلب....؟"

"جولیا....!"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم لوگوں نے آخر اس طویل سفر کی زحمت کیوں مول لی۔ جیسے ہی احساس ہوا تھا کہ وہ اُسے شہر سے باہر لے جا رہے ہیں۔ اُسی وقت مداخلت کی ہوتی۔!"

"ہمیں اپنی غلطی کا اعتراف ہے! یہیں پہنچ کر اچانک ایک جگہ ہماری گاڑی کا انجن بند ہو گیا اور وہ نکل گئے۔!"

"محض اتفاق تھا کہ میں بھی اُسی جگہ جا پھنسا جہاں وہ پہلے ہی سے موجود تھی ورنہ شائد وہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو چکی ہوتی۔!"

"تو پھر اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔!"

"ایک عمارت میں چوروں کی طرح داخل ہونا ہے۔!"

"آخر تم کرتے کیا پھر رہے ہو۔؟" خاور بھنا کر بولا۔

"کوئی سر پیر بھی ہے اس کہانی کا....؟"

"یہاں کھڑے رہ کر گفتگو کرنا مناسب نہیں ہے۔!" عمران نے کہا "تمہاری گاڑی کہاں ہے؟"

"ادھر سڑک پر....!"

وہاں صرف انہی کی گاڑی پارک نہیں تھی۔ درجنوں گاڑیاں تھیں۔ جیلانی گمنام آدمی نہیں تھا۔ بہتیرے ذی حیثیت لوگ جن سے اُس کے تعلقات تھے دریافت حال کے لئے آئے تھے۔ خاور کی گاڑی اُن کے درمیان اس طرح پھنس کر رہ گئی تھی کہ کئی گاڑیوں کو ہٹائے بغیر وہاں سے ہل بھی نہیں سکتی تھی۔

زیبا اس دشواری سے واقف تھی اس لئے اپنی گاڑی بستی کے اندر کھڑی کی تھی۔!" عمران نے کہا "لیکن تم پھنس گئے ہو ایسے مواقع پر جہاں کوئی گاڑی کھڑی دیکھو وہاں ہرگز اپنی گاڑی پارک نہ کرو.... تھوڑی دیر بعد واپس آؤ گے تو اسی صورت حال سے دوچار ہو جاؤ گے۔!"

"اچھا والد صاحب....!" خاور بھنا کر بولا۔ "آج تمہیں موقع مل گیا ہے کیئے جاؤ نصیحتیں۔!"

"دوسری بات....!" عمران نے نرم لہجے میں کہا۔ "یہاں ساری کی ساری شہر ہی کی گاڑیاں ہوں گی۔ آپ کی گاڑی پر دوسرے شہر کی نمبر پلیٹ موجود ہے۔ اگر کسی باریک بین پولیس والے کی نظر پڑ جاتی تو اُس وقت تک گاڑی کی چھت پر چڑھا بیٹھا رہتا جب تک آپ حضرات سے ملاقات نہ ہو جاتی۔!"

"اب بس بھی کرو....!" چوہان ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "غلطیوں کا بھی سیزن ہوتا ہے! اور پھر حالات سے بے خبری بھی پٹوا دیتی ہے۔!"

وہ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ دوسری گاڑیوں میں بھی کچھ لوگ بیٹھے ہوئے اونچی آوازوں میں حادثے سے متعلق باتیں کیئے جا رہے تھے۔

"ہاں تو تم بے خبری میں پٹ جانے کی بات کر رہے تھے۔!" عمران بولا۔

"یقیناً تم ہم سے زیادہ باخبر رہتے ہو۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو یہاں ہمیں موجود کیوں ملتے۔!" چوہان نے کہا اور خاور بولا۔

"اور اب بتاؤ کہ کتیا کے بچوں اور روزا میکسوئیل کے درمیان کیا تعلق ہے....؟"

"ہمارے ایک بیرونی ایجنٹ نے آگاہ کیا تھا کہ روزا میکسوئیل نامی لڑکی طہران سے پہنچ رہی ہے.... مشن نامعلوم! جولیا کے بیان سے معلوم ہوا کہ مشن اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ ہماری ٹیم کو مع سربراہ روشنی میں لایا جائے۔ اور اس سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ ہمارا وہ ایجنٹ بھی ان لوگوں کے علم میں ہے۔ اور انہوں نے اُسے خصوصیت سے اپنی طرف متوجہ کر کے نہ صرف روزا کو یہاں بھجوایا تھا بلکہ یہ تاثر بھی دینے کی کوشش کی تھی کہ وہ کسی نامعلوم مشن پر جا رہی ہے۔!"

"اچھا تو پھر....؟"

"جولیا نے جس غیر ملکی کو پکڑا تھا۔ وہ پیری تانگ کا آدمی ہے........!"

"ہم جانتے ہیں....!"

"لیکن جولیا ہی کے بیان کے مطابق وہ یہاں کے کسی فرد کی نشان دہی نہیں کر سکا البتہ ایک فون نمبر بتایا تھا جس پر وہ کسی کو اپنی رپورٹ دیتا رہتا تھا۔!"

"ہمیں فون نمبر کے بارے میں کچھ نہیں معلوم....!"

"وہ فون نمبر شاہ دارا کی ایک عمارت کا ہے....! ڈائرکٹ ڈائیلنگ۔!"

"اور کتیا نے اُسی عمارت میں بچے دیئے ہیں۔!" خاور نے ٹکڑا لگایا۔

"فی الحال کتیا کو الگ رکھو....!"

"تم تو اسی میسیج پر یہاں آئے تھے۔!"

"وہ دوسرا معاملہ ہے اُس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں بتا سکتا۔! بہر حال ہمیں آج رات کو اُس عمارت میں....!"

"پہلے کتیا کے بچے....!" خاور بات کاٹ کر بولا۔

"جب تک کوئی معاملہ خود میرے ذہن میں صاف نہیں ہو جاتا اُس وقت تک میں اُسے زبان پر نہیں لاتا.... وہ تو نیمو کے بچے نے رُسوا کر دیا ورنہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی.... بہر حال رات اُس عمارت میں....!"

"ہمیں اس کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں ملی کہ تمہاری کسی تجویز پر عمل کریں۔!" خاور نے سرد لہجے میں کہا۔

"شب بخیر....!" عمران نے کہا۔ اور گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

"ارے ارے سنو تو سہی!" خاور نے بوکھلا کر کہا۔ لیکن اُس نے مڑ کر دیکھا تک نہیں تھا۔!

"تم نے اچھا نہیں کیا....!" چوہان بولا.... پھر وہ بھی گاڑی سے اترا تھا۔ لیکن عمران کہیں نہ دکھائی دیا۔

✡

کتوں کے شور سے پورا ہال گونج رہا تھا۔! لیکن وہ شخص جو بابا سگ پرست کہلاتا تھا اس غل غپاڑے میں اتنا مطمئن اور پُر سکون دکھائی دیتا تھا جیسے اُس کے آس پاس آرکسٹرا کی موسیقی اٹکھیلیاں کرتی پھر رہی ہو۔

دفعتاً ایک جانب سے گھنٹی کی آواز آئی تھی۔ اور وہ اُسی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ عجیب طرح کی مسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی اور وہ اُسی جانب کے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ دروازے سے گذر کر دوسرے کمرے میں داخل ہوا تھا.... یہاں دو آدمی پہلے سے موجود تھے۔ اُسے دیکھ کر احتراماً کھڑے ہو گئے۔

"بیٹھو.... بیٹھو....!" وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔!" مجھے علم ہے کہ تم اپنی دانست میں کوئی بُری خبر لائے ہو....!"

"آپ روشن ضمیر ہیں....!" اُن میں سے ایک بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"لیکن میں تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں....!"

"وہ نکل گیا.... اور اُس عورت کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔!"

"میں جانتا تھا کہ یہی ہوگا۔ لیکن میں تمہاری صلاحیتوں کو بھی آزمانا چاہتا تھا۔!"

"اُس کے بعد ہم نے ڈائنا مائیٹ کا ٹائیم سوئچ آن کیا۔ اور سرنگ نمبر تین سے باہر نکل آئے۔!"

"یہاں تم نے اپنے باصلاحیت ہونے کا ثبوت دیا ہے....! دھماکا سنا تھا میں نے....!" وہ مسکرا کر بولا۔

وہ دونوں حیرت سے اُسے دیکھنے لگے۔ اور وہ ہنس کر بولا۔"اس طرح نہ دیکھو میں دنیا میں اس لئے نہیں آیا کہ ملامت اور سرزنش کرتا پھروں.... تم خود غور کرو کہ تم سے کہاں غلطی ہوئی تھی خان ضرغام....!"

"مجھے احساس ہے بابا.... میں خود کو ملامت کر رہا ہوں۔ شیخی میں آکر میں اُس پر اپنی چابک اندازی کی دھاک بٹھانا چاہتا تھا۔!"

"چلو خیر.... کوئی بات نہیں۔ وہ بھی فتنہ ہے۔!"

خان ضرغام نے پورا واقعہ دہرایا۔ اور پھر اپنے ساتھی کی طرف دیکھ کر بولا۔"ان کی حاضر دماغی کی وجہ سے اُسے بھاگنا پڑا ورنہ وہ تو ہمیں قابو میں کر ہی چکا تھا۔ انہوں نے کرسی سے اٹھتے وقت گیس اسٹور تیج کا لیور دبا دیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد گیس کا اخراج شروع ہو گیا۔!"

"لڑکی کہاں ہے۔!"

"جنگل والی عمارت کے تہہ خانے میں.... اُسے وہاں سے نہیں ہٹایا گیا تھا۔!"

"کیا اُسے علم ہے کہ وہ کہاں اور کن لوگوں میں ہے۔!"

"جی نہیں۔!"

"خیر.... اب جو کچھ کہہ رہا ہوں اُسے غور سے سنو....! ہانگ کانگ سے آنے والا بھی اُن

کے قبضے میں آگیا ہے.... اُسے خان ولا ہی کا نمبر دیا گیا تھا.... ظاہر ہے کہ انہوں نے اُس سے اگلوالیا ہوگا۔!"

"جی ہاں.... لیکن ابھی تک خان ولا کے آس پاس کوئی مشتبہ آدمی نہیں دیکھا گیا۔!"

"فی الحال عمران یہاں تنہا ہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن آئندہ شائد تنہا نہ ہو۔ اس معاملے میں وہ لوگ مقامی پولیس سے مدد نہیں طلب کریں گے۔ کیونکہ پولیس کو ریفر کرنے کا مطلب ہوتا ہے پبلسٹی اور اگر وہ سچ مچ کتیوں کے بچوں ہی کے لئے یہاں آیا تھا تو اس معاملے کی پبلسٹی محکمہ خارجہ کو ہرگز منظور نہ ہوگی۔ لہذا مقامی پولیس کو سرے سے خارج از امکان سمجھو.... ویسے بھی اگر پولیس سے مدد لی گئی ہوتی تو مجھے اس کا علم ہو جاتا....!"

"میں سمجھ رہا ہوں....!" خان ضرغام سر ہلا کر بولا۔

"لہذا میدان میں عمران اور اُس کے ساتھیوں کے علاوہ اور کوئی نہ ہوگا۔ اَب یہ تمہاری صلاحیتوں پر منحصر ہے کہ اُن کا خاتمہ کس طرح کرتے ہو....!"

"آپ کی ہدایات کے بغیر ہماری صلاحیتیں کسی کام کی نہیں۔!"

"اچھا تو سنو.... غزالہ کو خان ولا میں لے آؤ۔ طریقہ یہ ہوگا کہ تم جنگل والی عمارت پر ریڈ کرو گے اور اُسے باور کرانے کی کوشش کرو گے کہ میرے حکم سے تم اُسے تلاش کر رہے تھے۔ جب وہ اپنی کہانی سنائے تو عمران ہی کو اصل مجرم قرار دینا۔ اور خان ولا میں لانے کے بعد اُسے بتانا کہ عمران ہی کے ہاتھوں اس کے باپ پر کیا گذری۔!"

"اور اس کے بنگلے والے تہہ خانے کے بارے میں کیا بتاؤں گا۔!"

"کہہ دینا کہ اُس کا باپ سونے کی اسمگلنگ کرتا تھا اور تہہ خانے میں ذخیرہ کرتا تھا۔!"

"ہاں یہ مناسب ہوگا۔!"

"خان ولا میں اُس پر اس کے علاوہ اور کوئی پابندی نہ ہونی چاہئے کہ وہ عمارت کی حدود سے باہر قدم نہ نکالے البتہ کھڑکیوں کے قریب کھڑی ہو کر باہر کا نظارہ کر سکتی ہے.... بہر حال اس کا مقصد یہی ہے کہ کسی طرح عمران کی نظر اس پر پڑ جائے اور پھر وہ تنہا یا اپنے ساتھیوں سمیت خان ولا میں گھسنے کی کوشش کرے۔!"

"میں سمجھ گیا.... آپ خان ولا کو جال اور غزالہ کو چارہ بنانا چاہتے ہیں۔!"

"ٹھیک سمجھے !اسی طرح تم اُس پر قابو پاسکو گے۔!"

"لیکن پولیس کو بھی بحیثیت ڈھمپ اُس کی تلاش ہو گی۔!"

"میک اپ کا ماہر ہے۔ پولیس اُس پر ہاتھ نہ ڈال سکے گی۔ البتہ اس کا اہتمام رکھنا کہ پولیس کی نظر غزالہ پر نہ پڑنے پائے۔ کیونکہ اسکیم کے مطابق تو جیلانی کی طرف سے دونوں کے فرار ہو جانے کی رپورٹ درج کرادی گئی تھی۔!"

"اب ہم خاصے محتاط رہیں گے۔!"

"بس اب جاؤ...!" وہ اٹھتا ہوا بولا تھا۔

وہ دونوں عمارت سے نکلے اور رات کی بیکراں تاریکی میں گم ہو گئے۔!

بابا اُس کمرے سے ہال میں دوبارہ واپس آگیا تھا۔! چند لمحے کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر ایک اور دروازے سے گذرتا ہوا برآمدے میں نکل آیا۔

برآمدہ پوری طرح روشن تھا اور وہاں ایک لڑکی آرام کرسی پر نیم دراز برآمدے کے باہر پھیلے ہوئے اندھیرے میں گھورے جارہی تھی لیکن آنکھوں کی ویرانی نے پورے چہرے کو نہ جانے کیا بنا کر رکھ دیا تھا۔

"عامرہ...!" بابا نے کچھ فاصلے پر رک کر اُسے آواز دی۔

وہ چونک کر مڑی تھی۔ لیکن دیکھنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے بیکراں وسعتوں میں کسی حقیر سے ذرے کو مرکز نگاہ بنانے کی کوشش کر رہی ہو۔!

"تو آج بھی میرے احترام کو نہیں اٹھی۔!" بابا نے کہا۔

"احترام...! کس کا احترام... میرے علاوہ اس وسیع کائنات میں اور ہے کون....؟" وہ بولی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہیں دو گھنٹیاں سی بجی ہوں....!

"خان ضرغام بھی ہے....!" بابا نے کہا۔

"میں تو نہیں سمجھتی....!"

"خان ضرغام ہے اور تو اچھی طرح جانتی ہے۔!"

"میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں اپنے علاوہ اور کسی کے بارے میں سوچ سکوں۔!"

"خان ضرغام کا وجود ہے....! کیا تو نے اُسے نہیں دیکھا....!"

"میں کسی کو بھی نہیں دیکھتی.... تم جو بول رہے ہو..... محض ایک آواز ہو اور بس.... میں تمہیں سُن رہی ہوں دیکھ نہیں رہی....!"

"تم خان ولا جاؤ گی اور اپنے طریقے سے خان ضرغام کا خاتمہ کردو گی.... میری طرف دیکھ.... مجھ سے آنکھیں ملا.... ورنہ میں تجھے آسمان سے زمین پر کھینچ لاؤں گا۔!"

"نہیں....!" دفعتاً وہ خوف زدہ آواز میں بولی۔ "مجھے آسمان سے زمین پر مت لانا.... تم جو کہو گے کروں گی....!"

"خان ولا جانا ہے تجھے.... خان ضرغام تجھے پسند کرتا ہے....! صبح مجھے اطلاع ملنی چاہئے کہ وہ اپنی خواب گاہ میں مردہ پایا گیا۔!"

"پہلے تم وعدہ کرو کہ مجھے کبھی آسمان سے زمین پر نہیں لاؤ گے۔!"

"یہ تیرے اپنے رویے پر منحصر ہے....!"

"میرا اپنا کوئی رویہ نہیں.... تم جو کہتے ہو کرتی ہوں.... کرتی رہوں گی....!"

"بس تو پھر خان ولا میں جانے کی تیاری کر۔!"

"میں تیار ہوں۔!"

"صبح مجھے اُسکی موت کی اطلاع ملنی چاہئے۔! لیکن تو وہاں اپنا کوئی نشان نہیں چھوڑے گی۔!"

"کیا وہ خان ولا میں تنہا ہے....!"

"آج رات تنہا ہی ہوگا۔ کوئی ملازم بھی نہیں ہوگا۔!"

"تب پھر میں وہاں اپنا نشان نہیں چھوڑوں گی۔!" اُس نے کہا.... اور کرسی سے اٹھ کر ایک جانب بڑھ گئی.... صرف اُس کے پیر حرکت کر رہے تھے۔ چہرے پر بھی کوئی ایسا تاثر نہیں تھا جیسے وہ چل رہی ہو۔ ایسا ہی لگتا تھا جیسے کوئی لاش اٹھ کر چلنے لگی ہو۔

اور پھر برآمدے کے باہر پھیلے ہوئے اندھیرے نے اُسے بھی نگل لیا۔

عمران سیریز نمبر 99

مہکتے محافظ

(تیسرا حصہ)

پیشرس

اس بار سب سے پہلے اُن بھتیجوں اور بھتیجیوں سے بات کروں گا جنہوں نے پلاٹینم جوبلی نمبر کی قیمت سن کر آسمان سر پر اٹھالیا ہے۔ ایک بھتیجے نے لکھا ہے کہ پانچ روپے کے اندر اندر خرید سکوں گا۔ کیونکہ پاکٹ منی اس سے زیادہ کی اجازت نہیں دیتی۔ چھ روپے کی کتاب کے لئے ایک روپیہ کسی نہ کسی کی جیب سے پار کرنا پڑے گا۔ خدا کے لئے بھتیجے! ایسا ہرگز نہ کرنا۔ میں خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا.... ویسے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟ جب اسی دشواری کی بناء پر "بیچارہ ڈائمنڈ جوبلی نمبر" بالاقساط شائع کیا تھا اُس وقت بھی ایسے ہی طوفان کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ چاروں طرف سے لے دے ہوئی تھی کہ آخر ایسا کیوں کیا۔ آٹھ دس روپے کی ایک ضخیم کتاب چھاپ دیتا.... کسی نے بھی میرے اس "دردمندانہ" رویئے پر میری حوصلہ افزائی نہیں کی تھی۔ کسی نے بھی میری اس "ہمدردی" کو نہیں سراہا تھا اور اب جو میں نے چھ روپے کی کتاب کا اعلان کیا ہے تو پھر وہی لے دے شروع ہوگئی۔ حالانکہ نہ آٹھ کی ہوگی اور نہ دس کی.... میں تو سرے سے اس کا قائل ہی نہیں کہ مہنگی اور ضخیم کتابیں چھاپی جائیں۔ آپ ہی حضرات کے بے پناہ اصرار پر اس قسم کا اعلان کر بیٹھا ہوں۔!

دوسرے صاحب رقم طراز ہیں جب میگزین آپ کی ملکیت نہیں ہے تو آپ نے یہ دردِ سر کیوں مول لیا ہے (ویسے ان کو میگزین بے حد پسند آیا ہے اور "تزک دوپیازی" کو خاصے کی چیز سمجھتے ہیں)۔ پھر لکھتے ہیں۔ آپ کے نام سے کوئی دوسرا کیوں فائدہ اٹھائے۔ کیا آپ اتنے غریب ہیں کہ ایک میگزین نہ نکال سکیں۔

ہاتھ رکھ دیا۔

"تم کہیں نہیں جاؤ گے۔!"

"مم.... میری سمجھ میں.... نہیں آتا....!"

"یہی بہتر ہے....! میں بھی اب کچھ نہیں سمجھنا چاہتی۔ برداشت کی بھی حد ہوتی ہے۔!"

"آخر تم کہنا کیا چاہتی ہو۔!"

"کیا تم نہیں جانتے۔!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"مم.... میں بابا کے کام سے باہر جا رہا ہوں۔!"

"کہہ دو کہ تم اچانک بیمار ہو گئے ہو.... نہیں جا سکتے۔!" وہ فون کی طرف انگلی اٹھا کر بولی۔

"لل.... لیکن کیوں؟"

"بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔!"

"اگر انہیں میرے جھوٹ کا علم ہو گیا تو....؟"

"نہیں ہو سکے گا۔ اس کی ذمہ داری میں لیتی ہوں۔!"

"لیکن کچھ لوگ باہر میرے منتظر ہیں۔!"

"اُن سے کہہ آؤ کہ وہی وہ کام انجام دے لیں۔ اچانک تمہاری طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ تم اُن کا ساتھ نہیں دے سکو گے۔!"

"بڑی دشواری میں ڈال دیا ہے تم نے.... نہ تمہارا کہنا ٹال سکتا ہوں.... اور نہ....!"

"بس....!" وہ ہاتھ اٹھا کر سخت لہجے میں بولی۔ "تم وہی کرو گے جو میں کہہ رہی ہوں.... ریسیور اٹھاؤ اور بابا کو مطلع کرو کہ تم نہیں جا سکتے۔!"

وہ دم بخود کھڑا رہا.... عامرہ نے ریسیور اٹھایا۔ نمبر ڈائیل کئے اور ریسیور کو ضرغام کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "چلو جلدی کرو....!"

وہ لرزتے ہوئے ہاتھ میں ریسیور لے کر ماؤتھ پیس میں بولا۔ "میں ضرغام ہوں جناب.... جی ہاں.... اچانک.... میری طبیعت خراب ہو گئی ہے.... جی پیٹ میں اینٹھن.... جی ہاں تیمور موجود ہے۔ اُس نے اپنے آدمیوں کو بھی بلوا لیا ہے۔ جی بہت بہتر.... بہتر.... میں اُس تک آپ کا حکم پہنچائے دیتا ہوں۔!"

ریسیور کریڈل پر رکھ کر اُس نے طویل سانس لی اور عامرہ کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔!

"تمہاری بات رہ گئی....!" اُس نے کھُلے لہجے میں کہا۔ "اب صرف تیمور ہی جائے گا.... میں اُس سے کہہ کر آتا ہوں۔!"

ضرغام باہر چلا گیا اور عامرہ کمرے میں ٹہلتی رہی۔ نہ اُس کی آنکھوں کی ویرانی کم ہوئی تھی اور نہ چہرے پر کسی قسم کے ہیجان کے آثار ہی پائے جاتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد خان ضرغام واپس آ گیا۔ اُس کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ آنکھوں کی چمک عود کر آئی تھی۔!

"مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔!" اُس نے عامرہ کو بھوکی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم خواب نہیں دیکھ رہے.... میں اپنی زندگی کی یکسانی سے تنگ آ گئی ہوں.... شیری کی کاک ٹیل کیسی رہے گی....!"

"جو تم پسند کرو.... چلو بار میں بیٹھیں گے....!"

"بار میں نہیں بیٹھیں گے....!" عامرہ بولی "تم خواب گاہ میں چلو میں کاک ٹیل بنا کر وہیں لے آؤں گی....!"

"میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔!"

"میں اندھی تو نہیں ہوں۔ جذبات سے عاری بھی نہ سمجھو! بہت کچھ تمہاری آنکھوں میں پڑھتی رہی ہوں۔!"

"تب تو مجھے اپنے مقدر پر ناز کرنا چاہئے۔!"

"باتوں میں وقت نہ ضائع کرو.... جاؤ....!"

وہ چلا گیا اور عامرہ اُس کمرے میں آئی جہاں بار تھی۔ اُس نے کاک ٹیل کے دو گلاس تیار کئے اور انہیں ہاتھوں میں لئے ہوئے خواب گاہ میں پہنچ گئی۔

"ارے بس دو ہی گلاس! میں تو سمجھا تھا جگ میں بناؤ گی....!" ضرغام نے کہا۔

"اس کے نشے میں ڈوب جانے کے بعد میں خود کو محسوس نہ کر سکوں گی۔!"

ضرغام نے اُس سے گلاس لے کر ایک گھونٹ لیا اور منہ چلا کر بولا "فائن.... اب یہ بتاؤ کہ تمہیں مجھ پر رحم کیسے آ گیا۔!"

بھیا! گذارش ہے کہ کسی دوسرے کے فائدے سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ خود مجھے نکالنا ہوتا تو کبھی کا نکال چکا ہوتا۔ کیا آپ حضرات دس دس روپے کے شیئرز خرید کر میری مدد نہ کرتے (اگر اتنا ہی غریب ہوں)۔۔۔۔ یہ کبھی نہ سوچئے کہ کسی دوسرے کے کام آکر آپ خسارے میں رہیں گے اور پھر وہ صاحب میرے دوست بھی تو ہیں۔

تیسرے صاحب نے بہت ہی بیڈھب سوال کیا ہے۔ وہ مجھ سے سچے مسلمان کی تعریف پوچھ رہے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کیا عرض کروں۔ ویسے اپنے "آس پاس جس قسم کی باتیں سنتا رہتا ہوں اُس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ سچا مسلمان وہی ہے جس کی بیوی کو چشم فلک نے بھی نہ دیکھا ہو۔۔۔۔ واللہ اعلم بالصواب۔۔۔۔

مجھ سے ایسے مشکل سوال نہ پوچھا کیجئے۔ ورنہ کراچی کی رکشاؤں کے میٹر کی طرح کبھی صحیح بتاؤں گا اور کبھی غلط۔۔۔۔ رکشاؤں کی بات یوں نکل آئی کہ ایک صاحب نے سرگودھا سے کراچی کی رکشاؤں کی شکایت لکھی ہے۔ سرگودھا سے کراچی سیر کرنے آئے تھے۔ یہاں ایک ہی فاصلے کے لئے مختلف رکشاؤں کے میٹر مختلف کرایہ بتاتے رہے تھے۔ انہوں نے اس کی وجہ پوچھی ہے۔ وجہ ظاہر ہے۔۔۔۔ رکشاؤں کے میٹر غیر مسلم ممالک سے بن کر آتے ہیں اور ہمارا ایمان "خراب" کرتے رہتے ہیں۔ کسی برادر مسلم ملک میں میٹر بنانے کا کارخانہ لگ جاتا تو بہتر تھا۔۔۔۔ "سچے" میٹر اسی طرح میسر آسکیں گے۔

اب ملاحظہ فرمائیے۔ مہکتے محافظ۔ اس سلسلے کی آخری کتاب اور مجھے اجازت دیجئے۔۔۔۔! والسلام

ابن صفی

۲۱ر فروری ۱۹۷۷ء

وہ خان ولا کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ لیکن برآمدے کی طرف بڑھ ہی رہی تھی کہ اندر سے کئی لوگوں کے بولنے کی آوازیں آئیں اور وہ بڑی پھرتی سے ایک درخت کے تنے کی اوٹ میں ہو گئی۔ کچھ لوگ اندر سے برآمدے میں آئے تھے۔ برآمدہ پوری طرح روشن تھا۔ اُس نے انہی لوگوں میں خان ضرغام کو بھی دیکھا۔ وہ اُن لوگوں سے کہہ رہا تھا۔

"تم گاڑیوں میں بیٹھو۔۔۔۔ میں آرہا ہوں۔۔۔۔!"

عامرہ نے کمپاؤنڈ کے باہر دو گاڑیاں کھڑی دیکھی تھیں۔ جب وہ لوگ کمپاؤنڈ سے نکل گئے تو وہ آگے بڑھی۔ خان ضرغام دوبارہ اندر جا چکا تھا۔ عامرہ نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔

خان ضرغام نشست کے کمرے میں ملا۔ فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔ لیکن عامرہ پر نظر پڑتے ہی ڈائیل پر سے انگلی ہٹالی۔۔۔۔ اور حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہا!

"تم کہیں نہیں جاؤ گے۔۔۔۔!" عامرہ نے سرگوشی کی۔

"لل۔۔۔۔ لیکن تم۔۔۔۔!"

"میں یہ رات تمہارے ساتھ بسر کرنا چاہتی ہوں۔!"

خان ضرغام کے ہاتھ سے فون کا ریسیور چھوٹ گیا۔۔۔۔ بوکھلائے ہوئے انداز میں ریسیور اٹھا کر کریڈل پر رکھا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور اس کے قریب جا کھڑی ہوئی۔

خان ضرغام کے ہونٹ ہلے تھے لیکن آواز نہیں نکلی تھی۔۔۔۔ عامرہ نے اُس کے بازو پر

"دراصل اُس پتھریلے ماحول سے فرار کا ذریعہ صرف تمہی ہو سکتے تھے۔!"

"تو.... کیا.... تم....!"

"بس اب کچھ نہیں....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "اس موضوع پر گفتگو نہیں ہو گی۔!"

عامرہ نے دیکھتے ہی دیکھتے اپنا گلاس خالی کر کے میز پر رکھ دیا تھا۔ اور ضرغام کو اس طرح دیکھتی رہی تھی جیسے اُس سے بھی یہی چاہتی ہو.... پھر جیسے ہی ضرغام نے اپنا گلاس میز پر رکھا تھا۔ عامرہ نے خواب گاہ کی روشنی بجھا دی تھی۔!

ضرغام کی حیرت زدہ سی آواز اندھیرے میں گونج کر رہ گئی۔

غزالہ پر جو کچھ گذری تھی۔ عام حالات میں اُس کا تصور تک نہ کر سکتی۔! عمران سے بچھڑنے کے بعد وہ اپنی تقدیر پر شاکر ہو گئی تھی۔ لیکن یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ اُس تہہ خانے میں اُس کا دم نہ گھٹنے لگتا۔ اُسے تو پتا ہی نہیں چل سکا تھا کہ اُس نئے تہہ خانے تک کیوں کر پہنچی تھی.... عمران نے اُسے تاریک کمرے میں بند کر دیا تھا۔ اور وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اُس کمرے میں تنہا ہے اس لئے تاریکی الجھن کا باعث نہیں بنی تھی۔ لیکن اچانک جب کسی نے اُسے دبوچ کر اُس کا منہ بھینچ لیا تھا تو وہ دہشت کے مارے بیہوش ہو گئی تھی.... اور اس بیہوشی کے دوران میں اُس پر کیا گذری تھی۔ اس کا علم ہوش میں آنے کے بعد بھی نہ ہو سکا....! کیونکہ اُس کے بعد اُس نے خود کو تنہا پایا تھا۔ لیکن یہ وہ کمرہ تو نہیں تھا جس میں بیہوش ہوئی تھی۔ سرے سے کمرہ ہی نہیں تھا۔ کیونکہ نہ اُس میں کوئی کھڑکی نظر آ رہی تھی اور نہ دروازہ.... تو ایک بار پھر اُسے کسی تہہ خانے سے دو چار ہونا پڑا تھا۔ پھر وہ ڈھمپ کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔ پتا نہیں اُس پر کیا گذری ہو گی۔ یکایک اُسے اُس پر غصہ آ گیا.... یہ بپتا اسی لئے پڑی تھی اُس نے اُس کا کہنا نہیں مانا تھا۔ وہ دروازہ کھولنے کی مخالفت ہی کرتی رہ گئی تھی۔ اور اُس پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا تھا۔ اُس نے اُسے کمرے میں بند کر کے بیرونی دروازہ کھولا تھا اور کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گیا تھا۔ لیکن خود اُس پر ہونے والا حملہ تو اتنی جلدی ہوا تھا کہ اُس وقت تک بیرونی دروازے تک بھی نہ پہنچ سکا ہو گا۔ اس کا یہی مطلب ہو سکتا تھا کہ بیرونی دروازہ کھلنے سے قبل ہی عمارت کے اندر ان

دونوں کے علاوہ بھی اور کوئی موجود تھا۔ اُسی کمرے میں جہاں عمران نے اُسے بند کیا تھا۔ مگر وہ آدمی عمارت میں کیسے داخل ہو سکا ہو گا جبکہ بیرونی دروازہ ایک پل کے لئے بھی نہیں کھولا گیا تھا۔ خدا جانے اُن لوگوں نے ڈھمپ کو زندہ بھی چھوڑا ہو گا یا فوری طور پر ختم کر دیا ہو گا.... اُس کے لئے اُس کا دل کڑھنے لگا.... ذرا دیر پہلے آنے والا غصہ یکسر کافور ہو گیا۔

لیکن آخر یہ سب کیا تھا۔ وہ اپنے باپ کو ایک سیدھا سادھا تاجر سمجھتی تھی۔ کسی غیر قانونی مصروفیت کا خیال بھی محض اس لئے آیا تھا کہ شہر کے بعض بدنام تاجروں سے اُس کے تعلقات تھے.... لیکن تجارتی رابطے تو بہر حال رکھنے پڑتے ہیں۔ اسمگلروں کے دکھاوے والے کاروبار سے تو سبھی کا سابقہ پڑتا ہے وہ یہی سمجھتی تھی کہ اُن سے اُس کے وہ تعلقات محض سطحی ہیں۔

لیکن اپنے بنگلے والے تہہ خانے کا راز منکشف ہوتے ہی اُسے پوری طرح یقین آ گیا تھا کہ اُس کا باپ حقیقتاً کسی غیر قانونی حرکت کا ارتکاب کر رہا ہے۔

وہ گھنٹوں ایسے ہی حالات میں الجھی رہی تھی.... یہاں اس تہہ خانے میں اتنی گھٹن تھی کہ اگر وہ اپنے ذہن کو دوسرے معاملات میں نہ الجھائے رکھتی تو سچ مچ دم گھٹ جاتا۔!

کئی گھنٹوں کے بعد اچانک ایسا لگا تھا جیسے چھت پر ضربیں لگائی جا رہی ہوں۔ وہ اُس جگہ سے ہٹ کر دوسرے گوشے میں جا کھڑی ہوئی۔

اور پھر اُس نے دیکھا کہ اُس جگہ سے جہاں ضربیں پڑ رہی تھیں کوئی چیز آہستہ آہستہ نیچے آ رہی ہے.... اُوہ.... وہ تو لوہے کی سیڑھیاں تھیں.... فرش پر رکتے ہی ایک آدمی نیچے اترتا دکھائی دیا۔ اُس کی شکل صاف نہیں نظر آ رہی تھی۔

"غزالہ بیٹی۔! کیا تم یہاں ہو....!" اُس نے اُس کی آواز سنی۔

"کک.... کون ہے....!" وہ خوفزدہ سی آواز میں بولی۔

"انکل تیمور....!"

وہ سناٹے میں آ گئی.... اُس کے باپ کے دوستوں میں سے تھا تیمور۔

پھر شائد آنے والے کی آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو گئی تھیں۔ اُس نے غزالہ کو دیکھ لیا تھا۔ سیدھا اُسی طرف آیا۔

"خدا تم پر رحم کرے میری بچی۔!" وہ اُسکے سر پر ہاتھ رکھ کر گلوگیر آواز میں بولا۔ اور وہ سچ

مچ کسی ننھی سی بچی کی طرح رونے لگی۔ یہ بھی نہ سوچ سکی کہ وہ یہاں تک پہنچا کس طرح ہو گا۔!
بہر حال تہہ خانے سے نکلی تھی تو خود کو اُسی عمارت میں پایا تھا۔ جہاں اُس نے اور عمران نے دن گذارا تھا۔
"یہ سب کیا ہو رہا ہے انکل.....!" وہ بے بسی سے بولی تھی۔
"خدا ہی جانے..... ہمارے تو فرشتوں کو بھی علم نہ ہو سکتا۔ اگر بابا کی رہنمائی شامل حال نہ ہوتی۔!"
بابا کے نام پر وہ سناٹے میں آگئی تھی..... اور سختی سے ہونٹ بھینچ لئے تھے کہ کہیں کوئی بات زبان سے نکل ہی نہ جائے۔ اُسے ڈھمپ کی باتیں یاد آگئی تھیں۔
"لیکن وہ کہاں ہے جسکے بارے میں تمہارے باپ نے پولیس کو بتایا تھا۔" تیمور نے سوال کیا۔
"میں نہیں جانتی۔!" اُس نے کہا اور اپنی روداد دہرانے لگی۔
"خدا ہی جانے کیا چکر ہے۔!"
"ڈیڈی کہاں ہیں۔!"
"یہ ابھی نہ پوچھو میری بچی۔!"
"کک..... کیوں.....؟"
"میں کچھ بھی نہیں جانتا..... اس کے بارے میں تمہیں خان ضرغام ہی بتائیں گے۔ میں تمہیں پہلے خان ولا ہی لے جاؤں گا۔!"
"لیکن بابا نے کیسے رہنمائی کی تھی۔!"
"یہ سب کچھ ضرغام ہی سے معلوم ہو سکے گا۔ کیونکہ اُسی نے یہاں کا پتا دے کر مجھے بھیجا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ بابا نے اُس کے لئے مراقبہ کیا تھا۔ وہ خود بھی آ رہا تھا لیکن چلتے وقت اُس کی طبیعت خراب ہو گئی۔!"
"میں نے ڈیڈی کے بارے میں پوچھا تھا۔!"
"اُن کے بارے میں بھی ضرغام ہی بتائے گا۔!"
"وہ خیریت سے تو ہیں نا۔!"
"میں کچھ نہیں جانتا بے بی... مجھ سے ضرغام نے جو کچھ کہا تھا۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں۔!"

"ضرور کوئی بات ہے۔ آپ چھپا رہے ہیں۔!"
تیمور کچھ نہ بولا۔ وہ بار بار پوچھتی رہی آخر وہ جھنجھلا کر بولا۔ "خان ولا پہنچنے تک صبر کرو۔!"
وہ عمارت سے باہر آئے تھے۔ یہاں دو گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک گاڑی میں تیمور کے ساتھی بیٹھے تھے۔ اور دوسری میں یہ دونوں..... تیمور خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا اور غزالہ اس کے ساتھ ہی اگلی سیٹ پر بیٹھی تھی اور پچھلی سیٹ پر ایک بندوق بردار بیٹھا تھا۔
سچ مچ یہ عمارت کسی جنگل میں واقع تھی۔ قریباً آدھے گھنٹے تک جنگل ہی میں چکراتے رہنے کے بعد گاڑیاں پختہ سڑک پر آئی تھیں۔ پھر دو گھنٹے شاہ دارا تک پہنچنے میں صرف ہوئے تھے۔ گاڑیاں سیدھی خان ولا کی طرف چلی گئی تھیں۔!
غزالہ اور تیمور کمپاؤنڈ کے پھاٹک پر اتر گئے۔ پھاٹک کھلا ہوا ہی ملا۔ پھر وہ گاڑی وہاں سے چلی گئی تھی جس میں تیمور کے ساتھی تھے۔
"خدا کرے وہ مجھے کوئی بُری خبر نہ سنائیں۔!" غزالہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔
پھر انہوں نے خاموشی سے کمپاؤنڈ طے کی تھی۔ برآمدے میں پہنچے۔ صدر دروازہ مقفل نہیں تھا۔ وہ اندر داخل ہوئے۔ سارے کمرے روشن نظر آ رہے تھے۔ تیمور خان ضرغام کو آوازیں دیتا پھر رہا تھا۔ اور غزالہ کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ عجیب سا خوف اُس کے ذہن پر مسلط تھا۔ ساری تیزی اور طراری رخصت ہو گئی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے گردن میں پڑی ہوئی زنجیر کا دوسرا سرا کسی اور کے ہاتھ میں ہو اور وہ غیر ارادی طور پر گھسٹتی پھر رہی ہو۔ تیمور بالآخر خواب گاہ کے سامنے رکا تھا۔
پہلے آوازیں دیں اور پھر ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔ یہاں بھی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔
خان ضرغام بستر پر چت پڑا ہوا نظر آیا۔ چہرے پر کرب کے آثار منجمد ہو گئے تھے۔
تیمور نے پھر اُسے آوازیں دی تھیں۔ لیکن اُس نے جنبش بھی نہ کی! غزالہ کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ وہ خوف زدہ نظروں سے اُس کی طرف دیکھتی رہی۔
تیمور اُسے جھنجوڑ کر جگانے کے لئے آگے بڑھا۔ اور پھر چیخ مار کر پیچھے ہٹ آیا۔
"کک..... کیا ہے.....!" غزالہ اُس کے بازو سے چمٹتی ہوئی ہکلائی۔
"وہ..... وہ..... مر گیا ہے.....!"

"نن.... نہیں....!"

"یقین کرو.... وہ زندہ نہیں ہے.... میرے خدا.... یہ کیا ہوگیا....!" کہتا ہوا وہ پھر آگے بڑھا۔ سائیڈ ٹیبل پر ایک گلاس رکھا ہوا تھا جس میں تھوڑی سی شراب باقی تھی.... اور گلاس کے قریب ہی ایک لفافہ نظر آیا۔ جس پر بڑے بڑے حروف میں غزالہ کا نام لکھا ہوا تھا۔

تیمور اُس کی طرف مڑ کر بولا "قریب آؤ....!"

"کک.... کیوں....!"

"تمہارے نام ایک خط ہے.... شائد مرنے سے قبل....!"

غزالہ غیر ارادی طور پر آگے بڑھ آئی۔ تیمور نے لفافہ اٹھا کر اُسے تھما دیا۔

لفافہ چاک کر کے اُس نے خط نکالا اور اُس کی تہہ کھول ہی رہی تھی کہ تیمور اُس کا بازو پکڑ کر بولا۔ "یہاں سے چلو....! میرا دم گھٹ رہا ہے۔!"

وہ خواب گاہ سے نکل کر دوسرے کمرے میں آئے۔ غزالہ خط پڑھنے لگی۔

"زہر پینے سے قبل میں یہ خط لکھ رہا ہوں.... جو کچھ میں نے کیا ہے.... اُس کے بعد زندہ رہ کر کیا کروں گا۔ جیلانی میرا بہترین دوست تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں اُس نے ایک سرکاری آدمی سے ساز باز کرلی.... نہ تم دونوں تہہ خانے تک پہنچتے اور نہ یہ سب کچھ ہوتا.... تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں اور جیلانی چرس کے ایکسٹریکٹ کا کاروبار کرتے تھے اس کے لئے تمہارے بنگلے والے تہہ خانے میں ہم نے مشینیں لگا رکھی تھیں۔ تم دونوں میری ہی قید میں تھے.... میں اُس آدمی کے بارے میں چھان بین کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ فرار ہوگیا۔ تہہ خانے کے راز سے واقف ہوگیا تھا۔ اس لئے میں نے تمہارے بنگلے کو اتنی جلدی سے ڈائنامائیٹ کرایا کہ تمہارے باپ کو وہاں سے نکل آنے کی مہلت نہ مل سکی۔ یہ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اندر ہی تھا.... میں سمجھا تھا شائد بنگلہ بالکل خالی ہے۔ بہر حال اب میں بھی خودکشی کر رہا ہوں۔ اگر جیلانی نادانستگی میں نہ مارا گیا ہوتا تو اسکی نوبت نہ آتی۔ لیکن اب میں اپنے ضمیر پر یہ بوجھ لے کر کیسے زندہ رہ سکتا ہوں۔!"

"کیا یہ سچ ہے....!" غزالہ تیمور کی طرف مڑ کر چیخی!

"کیا لکھا ہے....؟"

"کیا ڈیڈی زندہ نہیں ہیں۔!"

تیمور نے آگے بڑھ کر خط اُس کے ہاتھ سے لے لیا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں اُسے پڑھنے لگا۔ اُس کی سراسیمگی بڑھتی جارہی تھی۔ غزالہ پھٹی پھٹی سی آنکھوں سے اُسے دیکھتی رہی! خود اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے دماغ شل ہو کر رہ گیا ہو۔

"میں چرس ورس اور اس سارے معاملے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔!" بالآخر تیمور کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیا یہ سچ ہے کہ ڈیڈی زندہ نہیں ہیں۔!"

"ہاں! میں خود تمہیں نہیں بتانا چاہتا تھا اور یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ خود ضرغام ہی کی حرکت تھی۔ ایک زوردار دھماکہ پورے شہر میں گونجا تھا۔ اور تمہارا بنگلہ ڈھیر ہوگیا تھا.... خدا جانے یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ میں تو جا رہا ہوں یہاں سے.... ورنہ پولیس کے چکر میں کون پڑے گا.... تم جانو اور ضرغام۔!"

"ٹھہریئے....!" وہ سخت لہجے میں بولی "آپ نے اُس بابا کا نام لیا تھا۔!"

"ضرغام نے یہی کہا تھا۔ میں کسی بابا وابا کو نہیں جانتا....! میں جا رہا ہوں۔!"

تیمور دروازے کی طرف مڑا تھا اور پھر اچھل کر کمرے کے وسط میں آگرا تھا۔ غزالہ بوکھلا کر دور ہٹتی چلی گئی اور پھر اُس کے حلق سے ایک بے ساختہ قسم کی چیخ نکلی تھی کیونکہ تیمور کی پیشانی سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔

یقیناً گولی لگی تھی لیکن اُس نے گولی چلنے کی آواز نہیں سنی تھی۔ فوراً ہی سائیلنسر لگے ہوئے پستول کا خیال آیا۔ اور وہ جہاں تھی وہیں سمٹی کھڑی رہ گئی۔

کیا اب وہ خود بھی نشانہ بننے والی ہے۔ ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ سارے جسم سے پھوٹ رہا.... ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جہاں کھڑی ہے وہاں سے ہل بھی نہ سکے گی۔!"

تیمور ساکت ہوگیا تھا۔ آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتی رہی۔ پھر کچھ دیر بعد اُسے احساس ہوا تھا کہ وہ کن حالات میں گھر کر رہ گئی ہے۔ اُسے بھی اب یہاں نہ ٹھہرنا چاہئے۔ فرش سے ضرغام کا خط اٹھایا اور اُس کمرے سے نکل آئی۔ لیکن سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔ اور کہاں جائے.... پھر خیال آیا کیوں نہ اس خط سمیت پولیس اسٹیشن پہنچ جائے اور اپنی روداد سنا دے۔ اگر ڈھمپ سچ مچ سرکاری آدمی تھا تو اُسے اپنے بیان کی صداقت منوا لینے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔

وہ آگے بڑھتی رہی۔ صدر دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ راہداری میں اُس نے سیاہ رنگ کا ایک پستول پڑا دیکھا جس کی نال پر سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ وہ غیر ارادی طور پر اُسے اٹھانے کے لئے جھکی ہی تھی کہ عقب سے آواز آئی: "اُسے ہاتھ مت لگائیے۔!"

وہ اچھل پڑی.... بولنے والا قریب پہنچ چکا تھا۔ تیزی سے اُس کی طرف مڑی.... عجیب شکل کا آدمی تھا۔ بڑے بڑے دانت.... چھپر کی طرح نچلے ہونٹ پر چھائے ہوئے تھے۔

"آلہ قتل پر آپ کی انگلیوں کے نشانات پڑ جائیں گے.... جبکہ آپ نے قتل نہیں کیا۔!"

"آپ کون ہیں۔!"

"خاموشی سے نکل چلئے۔!"

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔!"

"آپ کی حفاظت.... جلدی کیجئے.... اگر پولیس آ پہنچی تو آپ اپنی بے گناہی ثابت نہیں کر سکیں گی۔!"

"چلو.... اب میں کسی سے نہیں ڈرتی.... مجھے اس کی بھی پرواہ نہیں ہے کہ تم کون ہو اور مجھے کہاں لے جاؤ گے....!"

"میں دشمن نہیں ہوں.... مطمئن رہئے....!"

وہ کمپاؤنڈ میں پہنچے تھے.... اور اُس آدمی نے کہا تھا۔ "تھوڑی دیر میں صبح ہو جائے گی۔!"

"تو پھر....!" وہ چلتے چلتے رک کر بولی۔

"اس سے پہلے آپ کو کسی محفوظ مقام پر پہنچ جانا چاہئے۔!"

"اگر تم میرے ہمدرد ہو تو مجھے پولیس اسٹیشن لے چلو....!"

"وہ کس لئے....؟"

"خان ولا میں ایک آدمی نے خودکشی کر لی ہے اور دوسرا مارا گیا ہے۔!"

"انہیں جہنم میں جھونکئے.... اپنی فکر کیجئے۔!" اجنبی نے کہا۔ وہ کمپاؤنڈ سے باہر آ گئے تھے۔

"آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ دوسرے آدمی نے خودکشی کی تھی۔!" اجنبی نے سوال کیا۔

"اُس کا خط ہے.... میرے پاس....!"

"اوہ.... تو اسی لئے آپ پولیس اسٹیشن جانا چاہتی ہیں۔!"

"لیکن تم میرے ساتھ نہیں جانا چاہتے.... کیونکہ....!"

"کوئی ایسی بات نہ کہہ دیجئے گا کہ مجھے آپ کا گلا ہی دبا دینا پڑے۔!"

"مجھے اب کسی بات کی بھی پرواہ نہیں۔!"

"تو آپ جانتی ہیں کہ آپ پر کیا گذر چکی ہے۔!"

"تم آخر ہو کون....!"

"اگر دوسرے آدمی کا قاتل نہیں ہوں تو آپ کا ہمدرد ہی ہوں گا۔!"

"تمہارے علاوہ تو اور کوئی بھی نہیں تھا اندر....!"

"میرے پہنچنے سے قبل ضرور تھا کوئی....!"

"تم بتاتے کیوں نہیں کہ کون ہو....!"

"بتا دوں گا... کیا آپ سائیکل کے ڈنڈے پر بیٹھ سکیں گی کیونکہ اُس پر کیریئر نہیں ہے۔!"

یہاں اندھیرا تھا اور وہ اُس کی شکل نہیں دیکھ سکتی تھی۔ لیکن اس بار اُس کی آواز کچھ بدلی ہوئی سی محسوس ہوئی تھی۔!

"آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔!"

"ہاں.... میں بیٹھ سکوں گی.... کہاں ہے سائیکل۔!"

"چلئے.... کچھ دور پیدل چلنا پڑے گا۔!"

"ابھی تمہاری آواز مجھے کچھ جانی پہچانی سی لگی تھی۔!"

"دانتوں کی وجہ سے کسی مرحلے پر چوک ہو گئی ہو گی۔!"

"کیا مطلب....!" وہ چلتے چلتے رک گئی۔

"دانت مصنوعی ہیں.... اور بھاگ دوڑ میں کسی قدر ڈھیلے بھی پڑ گئے ہیں۔! لیجئے اب انہیں نکالے دیتا ہوں۔!" اُس نے کہا۔

"تت.... تم....!"

"نام لینے کی ضرورت نہیں۔!" اُس نے کہا تھا اور اس بار اُس نے اُس کی آواز پہچان لی تھی۔!

"خدایا....!" غزالہ کے قدم لڑکھڑانے لگے۔

"دیکھئے.... خود کو سنبھالئے.... اسلئے میں اپنی جگہ پہنچے بغیر خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔!"

لیکن غزالہ پھوٹ پڑی تھی۔ بلبلا کر روئی تھی.... وہ خاموش کھڑا رہا۔ ویسے غزالہ خود پر قابو پانے کی کوشش بھی کر رہی تھی.... لیکن ہچکیاں تھیں کہ رکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھیں۔!

وہ اس کی طرف سے توجہ ہٹا کر ادھر ادھر اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ کسی شکاری کتے کی طرح چوکنا تھا۔

"چلو....!" غزالہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں بہت تھک گئی ہوں اس طرح سو جانا چاہتی ہوں کہ پھر کبھی جاگنا نہ پڑے۔!"

کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک جگہ رکا تھا۔ اور زمین پر پڑی ہوئی سائیکل اٹھائی تھی۔

"تم مجھے وہاں چھوڑ کر نکل بھاگے تھے۔!" وہ ہینڈل پر زور دے کر سائیکل پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"ابھی کچھ نہ کہئے! اپنی مرضی سے آپ کو تنہا نہیں چھوڑا تھا۔!"

وہ سیٹ پر بیٹھ گیا اور سائیکل چل پڑی۔ بڑی تیزی سے پیڈلنگ شروع کی تھی۔

"آخر جانا کہاں ہے۔!" غزالہ نے کہا۔

"زیادہ دور نہیں....!"

"کیا ڈیڈی کی لاش مل گئی ہے۔!"

"جی نہیں! ملبہ ہٹانا آسان کام نہیں ہے.... کم از کم دو تین دن لگیں گے۔!"

"ہو سکتا ہے.... ڈیڈی اس وقت بنگلے میں نہ رہے ہوں۔!"

وہ کچھ نہ بولا۔ یکساں رفتار سے پیڈلنگ کئے جا رہا تھا۔ اور غزالہ پر بے حسی سی طاری ہوتی جا رہی تھی۔ اُس نے بھی اس طرح خاموشی اختیار کر لی جیسے اُس کا اٹھایا ہوا سوال سرے سے لایعنی رہا ہو۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے بریک لگا کر دونوں پیر زمین پر ٹکا دیئے اور غزالہ سے اُترنے کو کہا۔

قریب ہی ایک چھوٹی سی عمارت نظر آئی جو تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔

غزالہ سائیکل سے اتری تھی لیکن وہ اسی طرح سیٹ پر بیٹھا رہا تھا۔

"ذرا دیکھئے....! کوئی ہمارے تعاقب میں تو نہیں ہے۔!" اس نے غزالہ سے کہا۔

"مجھے تو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ پتا نہیں کہاں لے آئے ہو۔ کتنی تاریکی ہے۔"

"آیئے....!" وہ سائیکل سے اتر کر عمارت کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ اندر پہنچ کر اُس نے

ماچس جلائی تھی۔ اور ایک کیروسین لیمپ روشن کر دیا تھا۔ کمرے میں ایک چارپائی پڑی تھی اور تین عدد سالخوردہ کرسیاں نظر آ رہی تھیں۔

"بیٹھ جایئے....!" وہ اُس کے لئے ایک کرسی کھسکاتا ہوا بولا۔

"اب اتنے احترام سے پیش نہ آؤ....!" وہ گلوگیر آواز میں بولی۔

"آپ ہر حال میں قابلِ احترام رہیں گی۔ کیونکہ آپ کو غیر قانونی حرکات سے نفرت ہے۔!"

"بہت بُرا داغ لگا ہے ڈیڈی کی شہرت کو... شہر میں ان کی عزت تھی۔!"

"آپ خان ولا کس طرح پہنچی تھیں۔!"

اُس نے اٹک اٹک کر اپنی کہانی دہرائی اور خان ضرغام کا خط اس کے ہاتھ پر رکھ دیا.... پھر جب وہ خط پڑھ رہا تھا غزالہ بولی تھی۔ "خدا کے لئے.... اب تو ان کریہہ دانتوں کو نکال دو۔!"

"اوہ... یہ تو بھول ہی گیا تھا۔!" اُس نے کہا اور مصنوعی دانتوں کو نکال کر جیب میں ڈال لیا۔

خط پڑھ چکنے کے بعد طویل سانس لے کر بولا "یہ خط بکواس ہے.... اُس نے خودکشی ہرگز نہیں کی.... ورنہ اس جھوٹ کے طومار کی کیا ضرورت تھی....!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"اسے مارا گیا ہے.... یہ خط اس کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔!"

"خدا جانے... اس سے پہلے اُس کی کوئی تحریر میری نظر سے نہیں گذری۔!"

"میرے ایسے سمجھنے کی معقول وجہ ہے! آپ کے ڈیڈی عمارت کے منہدم ہو جانے سے قبل ہی فوت ہو چکے تھے۔ اور اُن کے قریب بھی مجھے ایک خودکشی کا اعتراف نامہ ہی ملا تھا۔!"

"کیا کہہ رہے ہو....؟"

اب عمران نے اپنی کہانی شروع کر دی۔ جولیانا فٹز واٹر کا ذکر غیر ضروری تھا۔ اس لئے اس کا حوالہ دیئے بغیر بولا۔ "اس طرح میں ٹھیک اسی جگہ جا پہنچا جہاں آپ کے بنگلے والے تہہ خانے میں لفٹ کا کیج تھا۔ لفٹ کے ذریعے اوپر پہنچا۔ خواب گاہ میں آپ کے ڈیڈی کی لاش بستر پر پڑی نظر آئی اور اُس کے قریب ہی ایک لفافہ پڑا تھا جس پر آپ کا نام تحریر تھا۔ میں نے اُسے کھول ڈالا خط آپ کے نام لکھا گیا تھا۔ آپ کے ڈیڈی کی طرف سے۔ انہوں نے آپ کو اپنی خودکشی کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا۔!"

"نہیں....!" وہ چیخ کر.... کھڑی ہوگئی....!

"بیٹھ جائیے.... پوری بات سُن لیجئے۔ انہیں اس کا علم تو نہیں تھا کہ ہم پر کیا گذری تھی۔ وہ سمجھے تھے شائد آپ میرے ساتھ فرار ہوگئی ہیں۔!"

"خداوندا.... میں زندہ کیوں ہوں۔!" وہ سینے پر دوہتھڑ چلا کر بلبلا اٹھی۔

"خود کو قابو میں رکھئے.... آپ کو دلیرانہ مقابلہ کرنا ہے۔ انہیں جہنم رسید کرنا ہے جو اس حادثے کے ذمہ دار ہیں۔ آپ ہی اس کی بھی تصدیق کریں گی انہوں نے بھی خودکشی کی تھی یا مارے گئے تھے؟"

"میں کس طرح تصدیق کروں گی۔!"

"خط میرے پاس موجود ہے۔ میں نے اُسے وہاں نہیں چھوڑا تھا۔ اگر میں فرار نہ ہوگیا ہوتا تو وہ آپ کے بنگلے کو کبھی منہدم نہ کرتے۔ لاش پولیس کے ہاتھ لگتی۔ خودکشی کا کیس بنتا اور پولیس ہماری تلاش اور زیادہ شدومد سے شروع کردیتی۔ پھر ہم دونوں ہی ختم کردیئے جاتے اور بات بھی وہیں ختم ہوجاتی۔!"

"لاؤ.... مجھے دکھاؤ.... کہاں ہے وہ خط۔!" وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب سے لفافہ نکال کر اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "خان ضرغام والے خط میں یہ بالکل درست لکھا گیا ہے کہ بنگلے والے تہہ خانے میں کسی قسم کی مشینیں موجود تھیں۔!"

غزالہ نے بڑی بے صبری سے خط کی تہہ کھولی تھی اُسے پڑھتی ہوئی روتی رہی تھی۔

"میں نے کہا تھا کہ خود پر قابو پانے کی کوشش کیجئے۔!" عمران مغموم لہجے میں بولا۔

"یہ ڈیڈی کی تحریر ہرگز نہیں ہے۔ کسی نے انہی کے سے انداز میں لکھنے کی کوشش کی ہے۔!"

"چلئے یہ بات بھی طے ہوئی کہ انہوں نے خودکشی نہیں کی تھی.... ضرغام بھی کسی دوسرے ہی کے ہاتھوں مرا ہے۔ اور تیمور تو آپ کے سامنے ہی مرا تھا۔

"اور یہ بات بھی حقیقت ہی ہے کہ میں آپ کے ڈیڈی کے پیچھے نہیں تھا۔ انہوں نے خود ہی مجھ سے معاملہ کیا تھا۔ اگر اُس پلیا کے نیچے کوئی حاملہ کتیا نہ ہوتی تو ادھر کا رخ ہی نہ کرتا۔!"

"یہ بات میرے حلق سے نہیں اترتی۔"

"مجھے افسوس ہے کہ اس معاملے پر مزید روشنی نہیں ڈال سکوں گا۔ بہر حال آپ کو یہ نہ بھولنا چاہئے اُس کے بچوں کو کچھ نامعلوم آدمی اٹھالے گئے تھے اور اُسے گولی ماردی گئی تھی۔ کیا آپ کو واقعہ حیرت انگیز نہیں معلوم ہوتا۔!"

"کیوں نہیں۔!"

"بس تو پھر یقین کیجئے کہ میں آپ کے ڈیڈی کی ٹوہ میں نہیں تھا۔ وہ خود ہی میری ٹوہ میں پڑ کر اپنوں ہی کے ہاتھوں مارے گئے۔!"

"تم اس وقت سیدھے خان ولا کیسے آپہنچے تھے۔!"

"اس کا تصور ہی نہیں کرسکتا تھا کہ وہاں آپ سے ملاقات ہوجائے گی۔ خان ولا کا تعلق ایک دوسرے معاملے سے تھا۔ لیکن کیا کیا جائے کہ یہ ساری کڑیاں ایک ہی سلسلے کی ثابت ہورہی ہیں۔!"

"اصل معاملہ کیا ہے۔!"

"میں پھر عرض کروں گا کہ اس معاملے پر پردہ پوشی بھی میرے فرائض میں شامل ہے۔!"

"خیر میں مجبور نہیں کروں گی۔ لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ آخر میری رہائی کو اس طرح ڈرامہ کیوں بنایا گیا۔!"

"بڑا مناسب لفظ استعمال کیا ہے آپ نے ڈرامہ....! بے شک یہ ڈرامہ ہی تھا۔ اچھا یہ بتایئے اگر اتفاقاً میں وہاں نہ پہنچ جاتا تو آپ کیا کرتیں۔!"

"سیدھی پولیس اسٹیشن جاتی....!"

"ٹھیک! وہ آدمی یعنی اس گروہ کا سربراہ یہی چاہتا تھا۔ مقصد پولیس کو غلط راہ پر ڈالنا تھا۔ آپ کے بنگلے والے حادثے کا معمہ خان ضرغام کے خط سے حل ہوجاتا۔!"

"لیکن پھر تیمور کا قتل....!"

"پہلے میں کچھ اور سمجھا تھا.... لیکن اب کچھ اور سوچ رہا ہوں۔! وہ پستول آپ کو یاد ہے جو راہداری میں پڑا ہوا تھا۔!"

"تم نے عین وقت پر ٹوک دیا ورنہ شائد میں بے خیالی میں اُسے ضرور اٹھالیتی۔!"

"میں پہلے ہی سمجھا تھا کہ وہ وہاں اسی لئے ڈالا گیا ہوگا کہ اُس پر آپ کی انگلیوں کے نشانات پائے جائیں۔!"

"پھر اس کا کیا مقصد تھا۔ قاتل اُسے وہاں کیوں پھینک گیا تھا بہ آسانی ساتھ ہی لے جا سکتا تھا۔!"

"میری دانست میں یہ پستول جس کا بھی ہے وہ پولیس کے ہاتھ نہ آ سکے گا۔ پولیس پستول کی وساطت سے اُس کے مالک کا پتہ ضرور لگا لے گی۔ لیکن مالک اُس کے ہاتھ نہ لگ سکے گا۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"پولیس اُسے زمین پر تلاش کر رہی ہوگی۔ اور وہ زمین کے نیچے ہوگا.... اُسے مار کر دفن کر دیا جائے گا۔!" عمران نے قدرے توقف سے کہا۔

"خدا کی پناہ۔!"

"یہ جرائم پیشہ لوگوں کی گروہی سیاست کہلاتی ہے۔ اگر گروہ کا کوئی شخص پولیس کی نظر میں آ جائے تو پھر اُس کا وجود پورے گروہ کی سلامتی کو خطرے میں ڈالنے کی وجہ بن جاتا ہے۔ لہذا قبل اس کے کہ پولیس اُس کی وساطت سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے اُسے ختم ہی کر دیا جاتا ہے۔!"

"تو یہ تین جانیں اس لئے ضائع ہوئیں....!"

"اور چوتھا آدمی یعنی پستول کا مالک ان معاملات پر روشنی ڈالنے کے لئے پولیس کو کبھی نہ مل سکے گا۔!"

"گویا چار قتل....!"

"جی ہاں.... چوتھا اور فی الحال ان کی دانست میں آخری قتل۔ پولیس چوتھے آدمی کو تلاش ہی کرتی رہ جائے گی۔!"

"لیکن اب میں کیا کروں....!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کے لئے کیا کروں....!"

"تو تم کرسچین نہیں ہو....!"

"میری سات پشتوں میں بھی کوئی نہ رہا ہوگا۔!"

وہ طویل سانس لے کر رہ گئی۔!

"کیا آپ اپنی اور تیمور کی گفتگو ایک بار پھر دہرائیں گی۔!"

"کوشش کروں گی.... ویسے خان ضرغام کا خط پڑھنے کے بعد سے پوری طرح ہوش میں نہیں رہی تھی....!"

اُس نے ذہن پر زور دے کر اپنی اور تیمور کی گفتگو دہرائی تھی۔ عمران گہری سوچ میں ڈوبا ہوا کبھی کبھی سر ہلا دیتا تھا۔

"تو یہ بابا....!" وہ اُس کے خاموش ہونے پر بولا۔ "صاحب کشف بھی ہے۔ دیکھو میری نشان دہی کب کرتا ہے۔!"

"مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تیمور بابا کے تذکرے پر حواس باختہ ہو جاتا تھا۔ اور آخر میں.... اُس نے کہا تھا کہ وہ کسی بابا وابا کو نہیں جانتا۔ اس کے بارے میں بھی اُسے خان ضرغام ہی سے معلوم ہوا تھا۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ غزالہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولی۔ "سوال تو یہ ہے کہ اب میں کیا کروں....؟"

"کوئی قریبی عزیز یہاں موجود ہے۔!" عمران نے سوال کیا۔

"ہاں! میری ایک خالہ شاہ دارا ہی میں رہتی ہیں۔!"

"لیکن اُن کے پاس جانے سے قبل آپ کو پولیس اسٹیشن جانا ہوگا۔ اس خط سمیت! اور یہ بھی بتانا پڑے گا کہ تیمور آپ کی موجودگی ہی میں مارا گیا۔ آپ خان ولا سے نکل کر کسی نہ کسی طرح پولیس اسٹیشن تک پہنچی ہیں۔!"

"اپنی گمشدگی کے بارے میں پولیس کو کیا بتاؤں گی۔ اور پھر سب سے پہلے وہ تمہارے متعلق پوچھیں گے۔ کیونکہ تیمور کے بیان کے مطابق ڈیڈی نے میری اور تمہاری گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی تھی۔ اگر انہوں نے پوچھا تو میں کیا بتاؤں گی۔!"

"میں آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ کن حالات میں کیا ہوگا.... اگر ضرغام کی تحریر جعلی ثابت ہوئی تو آپ کس پوزیشن میں ہوں گی.... تیمور بھی آپ کے بیان کی تصدیق کرنے کے لئے زندہ نہیں۔!"

"اوہ.... اس پر تو میں نے دھیان ہی نہیں دیا تھا۔!"

"لہذا اس مشکوک خط کے ساتھ پولیس سے رابطہ قائم کرنا پریشانیوں کو دعوت دینا ہوگا۔!"

"لیکن تم سرکاری آدمی ہو۔!"

"محترمہ.... محترمہ.... عام آدمی نہیں جانتا کہ بعض محکمے ایسے ہیں جن کی کارکردگی کا کسی

کو بھی علم نہیں ہونے پاتا۔ اگر فرض کیجئے میں دھر لیا جاؤں تو مجھے چپ چاپ جیل ہی کی ہوا کھانی پڑے گی۔ عام مجرموں کی طرح سزا بھگتوں گا۔!"

"بڑی عجیب بات ہے۔!"

"ہم میں سے اب تک کئی پھانسی بھی پاچکے ہیں۔ لیکن اُف تک نہیں کی۔ چپ چاپ مر گئے۔!"

"میں یقین نہیں کر سکتی۔!"

"بروزِ حشر ہی یقین دلا سکوں گا۔!"

"تو پھر مجھے یہ سب کچھ کیوں بتا رہے ہیں۔!"

"کسی نہ کسی طرح آپ کو اُن اقدامات سے باز رکھنا ہے جن کی بناء پر نہ صرف آپ مزید دشواریوں میں پڑ جائیں گی بلکہ ہمارا کھیل بھی بگڑ جائے گا۔!"

"لیکن پھر میں کیا کروں.... کہاں جاؤں....!"

"جب تک بہتری کی کوئی صورت نہ نکلے میرے ہی ساتھ قیام فرمایئے....!"

"تم خود بھاگے بھاگے پھر رہے ہو۔ میں قیام کہاں کروں گی۔!"

"صبح ہونے دیجئے.... سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اگر آپ فوراً ہی سو جانا چاہتی ہوں تو آرام کیجئے.... دوسری باتیں پھر ہو جائیں گی۔!"

"اب نیند نہیں آئے گی....! جنگل والی عمارت کے تہہ خانے کو یاد کر کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں.... ہر چند کہ وہاں کھانے پینے کی چیزیں بھی موجود تھیں لیکن ایک نوالہ بھی حلق سے نہیں اُتار سکی تھی۔ کیسی دہشت انگیز تنہائی تھی؟ لیکن بڑی عجیب بات تھی کہ اُس صندوق نما کمرے میں نہ کوئی دروازہ تھا نہ کوئی کھڑکی تھی اور نہ روشن دان۔ اس کے باوجود بھی کہیں سے اتنی روشنی ہر وقت آتی رہتی تھی کہ سب کچھ دکھائی دے سکتا تھا۔!"

"خاصے ذہین اور سائنٹیفک طور پر کام کرنے والے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔!"

"اور ڈیڈی اُن کے ساتھی تھے....!" وہ گلوگیر آواز میں بولی۔

"میرا خیال ہے کہ وہ کسی وجہ سے اُن لوگوں کے دباؤ میں تھے۔ اپنی خوشی سے اُن کے شریک کار نہیں بنے تھے۔ وہ سچ مچ اُن سے خائف تھے۔ اور اپنی گلو خلاصی کے خواہاں تھے۔!"

"مجھے بھی یقین نہیں آتا۔!"

"اس بناء پر میں نہیں چاہتا آپ پولیس تک جائیں اور وہ اُس خط کے ذریعے سے اس معاملے کو دیکھنا شروع کر دے.... ویسے ایک بات تو بتایئے کہ ضرغام اور تیمور کے علاوہ اور کن متمول آدمیوں سے اُن کے مراسم تھے۔!"

"بہتیروں کو تو میں نے دیکھا بھی نہیں۔ وہ بہت سوشل آدمی تھے۔ ہر طبقے میں اُن کے دوست تھے....!"

"ضرغام اور تیمور کو ذہن میں رکھ کر مزید تین ایسے ہی آدمیوں کو تلاش کیجئے۔!"

"تین ہی کیوں....؟"

"نقاب پوش پانچ تھے۔ اور ہاں! پہلی بار جب مجھ پر سر بازار خوشبو کا حملہ ہوا تھا اور میں بیہوش ہو گیا تھا تو دوبارہ آنکھ بنگلے والے تہہ خانے میں کھلی تھی۔ یہ بعد کے تجربے سے ثابت ہوا۔!"

"خدا کی پناہ...."

"جی ہاں، دوسری بار بھی پانچ ہی تھے۔!"

"تب پھر کہیں اُن میں ڈیڈی بھی نہ رہے ہوں۔!"

"دوسری بار تو ناممکن ہے.... کیونکہ تہہ خانے سے نکل کر میں نے اُن کی لاش دیکھی تھی۔ اور موت واقع ہوئے کئی گھنٹے گذر چکے تھے۔!"

"بہت قریب کے لوگوں کے پانچ یا چھ نام دے سکوں گی....!"

"عمران نے نام نوٹ کئے تھے اور اٹھتا ہوا بولا تھا۔ "بس تھوڑی ہی دیر آپ اس گھٹن میں گذاریں۔ آج ہی قیام کے لئے کسی بہتر جگہ کا انتظام ہو جائے گا۔ اور ہم پورے شہر میں گھومتے بھی پھریں گے....!"

"وہ کس طرح....؟"

"بس آپ کی شکل میں تھوڑی سی تبدیلی کرنی پڑے گی.... آپ بہ آسانی ایک یوریشین لڑکی بن جائیں گی۔!"

"اور تم وہی دانت لگا لو گے....!" وہ کراہت ظاہر کرتی ہوئی بولی۔

"وہ تو ریڈی میڈ میک اپ تھا۔ آپ کہیں گی تو تھوڑا سا گلفام بن جاؤں گا۔!"

"اچھا ایک بات تو بتاؤ.... جب تم میک اپ کے ایسے ہی ماہر ہو تو پھر اس طرح کھل کر

کیوں سامنے آئے تھے کہ خود مجرم ہی تمہارے پیچھے پڑ گئے۔!"

"کبھی کبھی نامعلوم مجرموں کو سامنے لانے کے لئے ایسا بھی کرنا پڑتا ہے!ایک جرم ہو رہا تھا اور مجرم پردہ راز میں تھے لہٰذا انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے کتیا کے بچوں کا والد بزرگوار بننا پڑا تھا۔لیکن خدا شاہد ہے میں نہیں جانتا تھا کہ آپکے ڈیڈی ہی سب سے پہلے متوجہ ہوں گے۔!"

"مت ذکر کرو اُن کا.... دم گھٹنے لگتا ہے۔!"

"اچھا.... اَب کچھ دیر آرام کیجئے۔!"

"تم کہاں جاؤ گے....!"

"دوسرے کمرے میں۔!"

دونوں کی لاشیں پولیس کو مل گئی تھیں۔اُن کا پوسٹ مارٹم بھی ہو چکا تھا۔ایک کی موت گولی لگنے سے واقع ہوئی تھی اور دوسرا کیس زہر خورانی کا تھا۔!دونوں ہی شہر کے متمول لوگوں میں سے تھے اور آپس میں دوست بھی بیان کئے جاتے تھے۔سیٹھ جیلانی سے بھی اُن کے قریبی تعلقات تھے۔حالانکہ شاہ دارا سے شام کا کوئی اخبار شائع نہیں ہوتا تھا۔پھر بھی سارے شہر میں یہ نئی خبر بھی جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔!

بابا سنگ پرست کی محفل میں بھی اُس کا ذکر چھڑا ہوا تھا۔

"یہ دونوں بھی مجھے بے حد عزیز تھے...!" بابا نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔"پتا نہیں کیا ہو رہا ہے...اس معاملے میں تو مراقبے سے بھی کچھ نہیں معلوم ہو رہا۔پتا نہیں کس مشترکہ دشمن کی بھینٹ چڑھے ہیں یہ لوگ...جیلانی ضرغام اور تیمور تینوں آپس میں بہترین دوست تھے۔!"

"آپ کو کشف سے یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ تینوں چرس کی اسمگلنگ میں ملوث تھے۔!" مجمع سے ایک آدمی بولا۔

"تمہارا اندازِ گفتگو مجھے پسند نہیں آیا۔" بوڑھے نے سخت لہجے میں کہا"کم از کم یہاں میری چھت کے نیچے نہ کوئی کسی پر طنز کر سکتا ہے اور نہ کسی کو بُرا کہہ سکتا ہے۔!"

"معافی چاہتا ہوں جناب....!" وہ بوکھلا کر بولا۔

"ہم سبھی کسی نہ کسی پہلو سے بُرے ضرور ہیں....لیکن قطعی طور پر بُرے نہیں اس لئے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ کسی کو بُرا کہے....ہاں پہلے خود فرشتہ بن جائے۔!آئندہ احتیاط رکھنا۔!"

"بہت بہتر جناب....!میں سخت شرمندہ ہوں، مجھے معاف کر دیجئے۔!"

"تمہاری طرف سے میرا دل بُرا نہیں ہوا تھا....مطمئن رہو....سیدھا راستہ دکھانا میرا کام ہے سو دکھاتا رہتا ہوں۔!"

پھر لوگوں نے اُن تینوں کی خوبیوں کا ذکر شروع کر دیا تھا۔تھوڑی دیر بعد مجمع کم ہونے لگا۔پھر وہاں صرف دو ہی افراد بیٹھے رہ گئے۔

"کیا تمہیں کچھ کہنا ہے؟" بوڑھے نے ان سے پوچھا۔یہ شہر کے دو مل اونرز شہریار اور داؤد تھے۔!

"سردار واجد بھی کل رات سے گھر نہیں آیا۔!" شہریار بولا۔

"خدا خیر کرے....!" بوڑھے نے پُر تشویش لہجے میں کہا اور انہیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔!

"سمجھ میں نہیں آتا کہ ضرغام اور تیمور کا یہ حشر کرنے والا کون ہے؟" داؤد نے کہا اور شہریار کی طرف دیکھنے لگا۔

"وہ دونوں پچھلی رات میرے پاس آئے تھے۔!" بوڑھے نے کہا"میں نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ پریشان ہونے سے کوئی فائدہ نہیں۔تم نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا۔اَب اُسے بھول جانے کی کوشش کرو۔جنگی حکمتِ عملی کے طور پر کبھی کبھی اپنے ہاتھوں ہی خود کو بھی نقصان پہنچانا پڑتا ہے....وہ مجھ سے پُر سکون رہنے کا وعدہ کر کے چلے گئے تھے۔پھر کیا ہوا میں نہیں جانتا۔!"

"کہیں وہ جاسوس تو نہیں....!"

"کہیں ہم دونوں کسی دشواری میں نہ پڑ جائیں۔!" شہریار بولا۔

بوڑھے نے اُسے گھور کر دیکھا اور بولا"بیوقوفوں کی سی باتیں کرتے رہے تو ضرور پڑ جاؤ گے۔!"

"میں نہیں سمجھا جناب....!"

"بہت زیادہ باتیں کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔!اب اس مسئلے پر خاموشی اختیار کرو....پولیس اگر تم سے کچھ پوچھے تو لاعلمی ظاہر کرنے کے علاوہ اور کچھ نہ ظاہر کرنا۔!"

"لیکن جناب....!ایک بات سمجھ میں نہیں آتی....!" داؤد نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔

"وہ کیا ہے.....؟"

"ایک کو زہر دیا گیا اور دوسرے کو گولی ماری گئی۔ کیا دونوں کے لئے ایک طریقہ اختیار نہیں کیا جا سکتا تھا۔!"

"میں بھی اسی مسئلے پر غور کر رہا ہوں۔ بڑی عجیب بات ہے کہ اس معاملے میں میری روحانی قوت بھی کام نہیں آ رہی۔ پتا نہیں پولیس نے کیا معلوم کیا..... ٹھہرو..... میں ایس پی سے بات کرتا ہوں۔!"

وہ اٹھ کر اُس کمرے میں چلا گیا جہاں فون رکھا ہوا تھا۔

"بہت اکھڑی اکھڑی باتیں کر رہے ہیں۔!" شہریار نے داؤد سے کہا۔

"مجھے خود بھی حیرت ہے.....!"

"ہو سکتا ہے ہماری ہی طرح خود بھی وسوسوں کا شکار ہو گئے ہوں۔!"

"سردار واجد کی گمشدگی نے مجھے الجھن میں ڈال رکھا ہے۔!"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔!"

"میں شروع ہی سے مخالف تھا۔!"

"کس کے.....؟"

"اس امر کا کہ اُس جاسوس کو چھیڑا جائے۔!"

"بس خاموش رہو۔!"

"میں تو اب تنگ آ گیا ہوں۔ اچھے بھلے دھندے سے لگے ہوئے تھے کہ یہ بابا ہم پر مسلط ہو گیا۔" شہریار نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

اتنے میں بوڑھا واپس آ گیا اور انہوں نے اُسکی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار دیکھے۔!

"واقعی! معاملات پیچیدہ ہوتے جا رہے ہیں۔!" اُس نے ان کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"کیا ہوا.....؟" داؤد نے سوال کیا۔

"خان ولا کے جس کمرے میں تیمور کی لاش ملی تھی۔ اُس سے تھوڑے ہی فاصلے پر راہداری میں ایک سائیلنسر لگا ہوا پستول بھی پڑا ملا تھا..... تیمور پر اسی سے فائر کیا گیا تھا..... جانتے ہو وہ پستول کس کا ہے۔؟"

"دونوں نے احمقوں کی طرح سر ہلا دیئے.....!"

"سردار واجد کا۔!"

"نہیں۔!" دونوں بوکھلا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"وہ سردار واجد ہی کے نام سے رجسٹر کیا گیا تھا۔ پولیس نے پتا لگا لیا ہے لیکن ابھی تک سردار واجد کا سراغ نہیں مل سکا۔!"

دونوں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئے۔

"معاملہ اور بھی الجھ گیا ہے.....!" بوڑھے نے کہا۔

"لیکن سوچنے کی بات ہے کہ وہ اپنا پستول وہاں کیوں پھینک گیا.....!" شہریار بولا۔

"عقل حیران ہے.....!" بوڑھے نے طویل سانس لے کر کہا۔

"کبھی نہیں ہو سکتا۔ واجد اتنا احمق نہیں ہو سکتا.....!"

"سوال یہ ہے کہ وہ ایسا کرنے ہی کیوں لگا۔!" بوڑھے نے کہا۔

"اب کیا ہو گا جناب.....!" داؤد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں نہیں جانتا.....!"

"کچھ کیجئے جناب.....!" شہریار بولا۔

"تم کیا سمجھتے ہو..... میں فکرمند نہیں ہوں.....!"

"لیکن آخر وہ جاسوس خان ولا کیسے جا پہنچا ہو گا۔!"

"نہایت آسانی سے..... ہانگ کانگ سے آنے والا انگریز اُن کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔ وہ خان ولا ہی کے فون پر اپنی رپورٹ دیتا تھا۔ اُس سے نمبر معلوم کر لیا گیا ہو گا۔ وہ اسی طرح پہنچ سکتا ہے خان ولا تک اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں۔!"

"تو گویا اُس نے واجد کا پستول چرایا۔ کام میں لایا اور وہیں ڈال گیا کہ وہ پولیس کے ہاتھ لگ جائے۔!"

"میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں.....!" بوڑھے نے کہا۔

"تو اُس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم پانچوں نقاب پوش ہونے کے باوجود بھی پہچان لئے گئے تھے۔!" شہریار بولا۔

"نہ پہچانے جاتے اگر خان ضرغام شیخی میں آکر اپنی چابک اندازی کی مہارت نہ دکھانے لگتا۔!"

"لیکن جناب.... !اگر وہ سرکاری جاسوس ہے تو اُسے ہمیں گرفتار کرا دینا چاہئے تھا۔ اس طرح کے کھیل کیوں کھیل رہا ہے۔!"

"تم نہیں سمجھے....!" بوڑھا مسکرا کر بولا۔

"نہیں جناب....!"

"وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے تمہاری صفوں میں ابتری پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ کیا ابھی کچھ دیر پہلے تم دونوں یہ نہیں سوچ رہے تھے کہ میں نے ہی افشائے راز کے خدشے کے تحت اُن دونوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔!"

وہ دونوں بوکھلا کر ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ پھر شہریار ہکلایا "انسانی.... ذذذ ہن ہے جناب عالی.... مجھے معاف کر دیجئے....!"

"میں جانتا ہوں۔" بوڑھا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "شیطانی وسوسہ تھا.... تم دونوں میرے جان نثاروں میں سے ہو.... لیکن وہ مکارِ اعظم یہی سمجھتا ہے کہ اس طرح تمہیں میری طرف سے بدظن کرنے میں کامیاب ہو جائے گا.... اور سنو.... میرا تجربہ کہہ رہا ہے کہ اُس نے واجد کو بھی ٹھکانے لگا کر اُس کی لاش غائب کر دی ہے۔ پستول اسی لئے وہاں ڈال گیا تھا کہ پولیس اُس کے ذریعے واجد تک پہنچے اور اُسے عدم پتہ پا کر اُس کی تلاش شروع کر دے۔ پولیس تو یہی سوچے گی کہ قتل کے بعد فرار ہوتے وقت پستول گر گیا ہوگا جسے اٹھانے کے لئے اُس نے دوبارہ وہاں پہنچنے کی ہمت نہیں کی۔!"

"درست فرما رہے ہیں جناب! ایسا ہی ہوا ہوگا.... لیکن وہ ہم میں ابتری نہیں پھیلا سکتا۔!"

"یہ تمہاری مستقل مزاجی پر منحصر ہے۔!"

"اب ہم اور زیادہ محتاط رہیں گے۔!"

"وہ تمہارے توسط سے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ بالکل اُسی طرح جیسے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ محکمہ خارجہ کی خصوصی فیلڈ سروس کا سربراہ کون ہے.... اگر مجھے اُس تک نہ پہنچنا ہوتا تو وہ کبھی کا ختم ہو چکا ہوتا۔!"

"درست فرمایا جناب....!"

"عمران جانتا ہے کہ سربراہ کون ہے....!"

"لیکن اگلتا نہیں کسی صورت سے....!"

"اب گرفت میں آیا تو اُسے اگلنا پڑے گا.... کیونکہ اب خود میں ہی اُسے دیکھوں گا تم لوگوں کے بس کا نہیں تھا۔!"

"ایس پی تو آپ کا کلاس فیلو تھا شائد۔!"

"نہیں.... مجھ سے بہت جونیئر تھا۔ اُس کا بڑا بھائی میرا کلاس فیلو تھا۔ بہت احترام کرتا ہے میرا.... کیا تمہیں اُس سے کوئی کام ہے....؟"

"جی نہیں.... بس یونہی پوچھا تھا....!"

"سنو.... اتنے معمولی عہدے کے لوگ تو خود ہی دوڑ کر میرے پاس آتے ہیں اپنے کام کرانے کے لئے.... میرے کسی کام نہیں آسکتے۔!"

"مجھے علم ہے جناب.... چیف منسٹر....!" داؤد نے جملہ پورا کرنا چاہا تھا لیکن وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "بس! غیر ضروری باتیں نہیں۔!"

داؤد نے سر جھکا لیا.... شہریار بھی دم بخود تھا۔ اور اُس نے بھی نظریں نیچی کر رکھی تھیں۔

لیکن بوڑھا نہیں بغور دیکھے جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا "بس اب جاؤ.... محتاط رہنا.... پولیس تم سے واجد کے بارے میں پوچھے تو صرف لاعلمی ظاہر کر دینا.... زیادہ گفتگو کرنے کی ضرورت ہی نہیں.... اور اب میں عمران کی فکر کروں گا۔!"

"آپ مطمئن رہئے جناب.... ایسا ہی ہوگا۔!" شہریار بولا۔

پھر وہ دونوں چلے گئے تھے اور بوڑھا سوئنگ چیئر پر نیم دراز آگے پیچھے جھولتا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے میز پر رکھے ہوئے انٹرکوم پر کسی کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ "للّی فی کو بھیج دو....!"

اُس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ کرسی پر مسلسل جھولے جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک سفید فام بوتا کمرے میں داخل ہوا۔

"یس.... !یور ہولی نس....!" اُس نے قریب پہنچ کر کہا۔

"بوڑے نے آنکھیں کھولیں اور اُسے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔!" اُس لفافے کا ذکر بھی

تک نہیں سُنا جاسکا۔۔۔!"

اُس نے اُسے انگلش ہی میں مخاطب کیا تھا۔!

"میں نے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔ یور ہولی نس۔۔۔!"

"جسے تم نے گولی ماری تھی وہ لڑکی سے کتنی دیر تک گفتگو کرتا رہا تھا۔!"

"لاش تک پہنچنے کے بعد میں نے اُن پر نظر رکھی تھی۔ لڑکی کو لفافہ اٹھا کر اُسی نے دیا تھا۔ پھر دونوں نے اُس خط کو پڑھا تھا۔ پندرہ یا بیس منٹ تک وہ دونوں آپس میں گفتگو کرتے رہے تھے۔ میں اردو نہیں جانتا ورنہ ان کی گفتگو سے بھی آپ کو آگاہ کردیتا۔!"

"گولی مار کر تم وہاں کتنی دیر ٹھہرے تھے۔!"

"میں نے واپسی میں ایک سیکنڈ کی دیر بھی نہیں لگائی تھی۔!"

"کیا تم نے محسوس کیا تھا کہ اُن دونوں کے علاوہ وہاں اور کوئی بھی موجود تھا۔!"

"نہیں یور ہولی نس قطعی نہیں۔!"

"تم نے اپنا کام بڑی صفائی سے انجام دیا ہے۔!"

"شکریہ! یور ہولی نس۔۔۔!"

"اچھا اب میں تمہیں انٹرٹین کروں گا۔۔۔!" بوڑھا اٹھتا ہوا بولا۔

بونے کے دانت نکل پڑے اور چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے شوخ سی چمک لہرانے لگی۔!

"شکریہ۔۔۔ یور ہولی نس۔۔۔!" اُس نے چہکارتی ہوئی سی آواز سے کہا۔

وہ اُس کمرے سے چل پڑے۔ بونا بوڑھے کے پیچھے چل رہا تھا۔ ایک راہداری سے گذرتے ہوئے اوپری منزل کے زینوں تک پہنچے۔

"میرا انٹرٹین منٹ بدل گیا ہے۔۔۔ یور ہولی نس۔۔۔!" دفعتاً بونا بولا۔

بوڑھا چلتے چلتے رک گیا۔۔۔ اور اس کی طرف مڑ کر پوچھا "کیا چاہتے ہو۔!"

"مجھے ایک لڑکی سے عشق ہو گیا ہے۔!"

"لڑکی۔۔۔!" بوڑھے نے حیرت سے کہا "تمہارے قد کی ہے۔!"

"نہیں۔۔۔۔۔ مجھے اپنے قد سے نفرت ہے۔۔۔۔۔ مجھ سے بہت اونچی ہے۔۔۔۔۔ مجھے بڑی چیزوں سے دل چسپی ہے۔۔۔۔۔!"

"کون ہے۔۔۔؟"

"عامرہ۔۔۔ یور ہولی نس۔۔۔!"

"وہ تمہیں زندہ دفن کردے گی۔!"

"کچھ بھی ہو یور ہولی نس! اب تو میری زندگی کا مقصد ہی عامرہ ہے۔!"

"میں تمہیں ضائع نہیں کرنا چاہتا۔!"

"اُس کے لئے میں جان دے سکتا ہوں۔!"

"اچھا۔۔۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ لیکن تم ہی اظہارِ عشق کرو گے۔ میں اُسے یہ اطلاع نہیں دے سکتا۔!"

"مجھے تو صرف اجازت درکار ہے۔!"

"جاؤ اجازت ہے۔!"

"بونا اچھلتا کودتا ہوا مخالف سمت میں دوڑتا چلا گیا۔۔۔! بوڑھا زینے طے کر کے اوپری منزل پر آیا اور ایک ایسے کمرے میں داخل ہوا جہاں ایک آدمی آرام کرسی پر نیم دراز تھا لیکن اسے دیکھ کر اٹھ گیا۔۔۔ بوڑھا ہاتھ اٹھا کر بیزاری سے بولا۔ "بیٹھے رہو۔۔۔ خالی خولی احترام مجھے خوش نہیں کر سکتا۔!"

"میں آپ کے کسی کام نہ آسکوں گا۔۔۔!" وہ افسردگی سے بولا۔

"مجھے حیرت ہے کہ بزنس مین ہو کر ایسی باتیں کر رہے ہو۔!"

"میں نے ہمیشہ صاف قسم کا بزنس کیا ہے۔ اس لئے معافی چاہتا ہوں۔!"

"احمقانہ باتیں نہ کرو۔۔۔ ہر سال لاکھوں روپے ٹیکس کے بچاتے ہو اور پارسائی بھی جتاتے ہو۔۔۔ حکومت کو دھوکہ دیتے ہو۔ یہ بڑا نیک کام ہے۔!"

"آپ سمجھنے کی کوشش کیجئے جناب۔! وہ اور بات ہے۔۔۔ لیکن چرس۔۔۔!"

"چرس شریف کہو۔ ادب سے نام لو۔!"

وہ ہنسنے لگا اور بوڑھا ایک بیک بگڑ کر بولا "میں تمہیں خاک میں ملا سکتا ہوں سیٹھ غنی۔!"

"وہ کس طرح جناب عالی۔۔۔!"

"تمہارا وہ اکاؤنٹنٹ میرے قبضے میں ہے جو پچھلے ہفتے اچانک غائب ہو گیا تھا۔ پچھلے پانچ سال کے اصل حسابات کے رجسٹروں سمیت غائب ہوا تھا۔!"

دفعتاً سیٹھ غنی کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"جج.... جی کیا مطلب....!"

"میں صدیقی اکاؤنٹنٹ کی بات کر رہا ہوں۔ پچھلے پانچ سال کے اصل حسابات کے رجسٹروں کا حوالہ دے رہا ہوں۔!"

"اگر وہ آپ کے پاس ہے تو آپ نے ایک غبن کرنے والے کو پناہ دے رکھی ہے...... یہ جرم ہے.....!"

"اگر یہ جرم ہے تو جاؤ پولیس کو اطلاع دے دو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔!"

سیٹھ غنی تھوک نگل کر رہ گیا.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے اُس کے جسم کا سارا خون نچوڑ لیا ہو۔ بے بسی سے بوڑھے کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

"تم لوگ پتا نہیں کیا سمجھ رہے ہو۔! چرس سے اس طرح بدکتے ہو۔ ارے چرس کی تقسیم میرا امن کا منصوبہ ہے۔ مجھے جنگ و جدال سے نفرت ہے۔ لیکن جب سے آدمی نے جنم لیا ہے یہ دشوار مسئلہ در پیش ہے۔ بڑے بڑے پیغمبر اور دھرماتما دنیا میں آئے لیکن وقتی امن سے آگے نہ بڑھ سکے۔ لیکن میرا منصوبہ غیر فانی امن کو جنم دے گا۔!"

"کک.... کیسا منصوبہ....!"

"دنیا کے ایک ایک فرد کے ذہن کو غنودگی طاری کر دینے والے نشوں کا عادی بنا دو۔ دنیا جنت بن جائے گی۔!"

"بڑی عجیب بات ہے۔!"

"عجیب نہیں ہے۔ تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ اچھا تم نے کبھی کوئی خواب آور دوا مسلسل استعمال کی ہے۔!"

"جی ہاں.... کبھی کبھی ضرورت پڑ جاتی ہے۔!"

"کیا اس کے استعمال کے دوران میں کبھی تمہیں غصہ آیا....!"

"جی نہیں... اعصاب اتنے پُر سکون ہو جاتے ہیں کہ کوئی بھی جذبہ متحرک نہیں ہو پاتا۔!"

"بالکل ٹھیک! وہ انگلی اٹھا کر بولا "میں لوگوں کے اعصاب کو مستقل طور پر سکون بخشنا چاہتا ہوں میری چرس کی یہی خصوصیت ہے۔!"

"آپ بھی اپنے امن کے منصوبے سے فیض یاب ہوتے ہیں یا نہیں۔!"

"مجھے تو نشہ ہی نہیں ہوتا۔ خواہ کچھ بھی استعمال کر ڈالوں۔!"

"یہ بھی عجیب بات ہے۔!"

"لیکن اس کے باوجود بھی نہ مجھے وہم گھیرتے ہیں اور نہ غصہ آتا ہے۔!"

"آپ مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔!"

"کیوں نہ کروں.... اگر تم کوئی قانون پسند اور شریف آدمی ہوتے تو ہرگز نہ کر سکتا۔!"

"اگر میں آپ کی بات ماننے سے انکار کر دوں تو۔!"

"صدیقی اکاؤنٹنٹ اصل حسابات کے ساتھ متعلقہ آفیسر کے پاس پہنچ جائے گا۔!"

"آپ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں۔!"

"بکواس مت کرو.... میرے تمہارے درمیان ایسا کوئی رشتہ نہیں جس کی بناء پر تم سے مذاق کر سکوں....!"

سیٹھ غنی نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ پیشانی پر پسینے کے قطرات نمودار ہوتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"مجھے منظور ہے۔!"

"قانون کے محافظوں کی پرواہ مت کرو.... اُن سے میں نپٹتا ہی رہتا ہوں اور یہ میری ذمہ داری ہوگی۔ مجھے صرف گاڑیوں کی ضرورت ہے۔ اگر کبھی کوئی پکڑی گئی تو اس کی پوری قیمت ادا کر دوں گا۔ ڈرائیور اگر پکڑا گیا تو اس کے کنبے کے اخراجات کی ذمہ داری بھی میری ہوگی۔!"

"میری گاڑی پکڑی گئی تو بدنامی میری ہوگی۔ ڈرائیور کا کوئی نام تک نہیں لے گا۔!"

"لیکن اگر ٹیکس کی چوری پکڑی گئی تو....؟"

"مم.... میں تیار ہوں....!"

بونا دبے پاؤں جا کر اُس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ وہ کھڑکی کے قریب ایک اسٹول پر بیٹھی باہر پھیلے ہوئے اندھیرے میں گھورے جا رہی تھی۔ بونا خاموش کھڑا رہا۔ عامرہ اُس سے بے خبر کسی

بت کی طرح بے حس و حرکت بیٹھی تھی۔

دفعتاً بونا کھنکارا تھا۔ وہ چونک کر مڑی اور آنکھیں سکوڑ کر اُسے دیکھنے لگی۔ وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر احتراماً جھکا اور پھر سیدھا کھڑا ہو کر بولا۔ "اس طرح اجازت حاصل کئے بغیر اندر آنے کی معافی چاہتا ہوں۔!"

"غیر ضروری باتیں مت کرو... مدعا بیان کرو... کیوں آئے ہو۔!" وہ خشک لہجے میں بولی۔

"پھول اگر بھونرے سے یہ پوچھے تو اُسے کیا کہنا چاہئے۔!"

"پھول.... بھونرا....!" وہ آنکھیں پھاڑ کر بولی اور اُن کی ویرانی کچھ اور زیادہ ہو گئی۔

"تم میرا مضحکہ اڑاؤ گی۔ لیکن میں اپنے دل کو کیا کروں۔!"

"کیا بکواس کر رہا ہے....! میں کچھ نہیں سمجھی۔!"

"جب کوئی مجھ پر ترس کھاتا ہے تو میں اپنی توہین محسوس کرتا ہوں۔ لیکن تم سے درخواست کروں گا کہ مجھ پر ترس کھاؤ۔!"

"اچھا کھا رہی ہوں ترس.... پھر....!"

"میرے ساتھ چلو....!"

"کہاں چلوں....؟" عامرہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میرے کمرے میں۔!"

"وہاں کیا ہے....؟"

"میرا مذاق مت اڑاؤ.... مجھ پر رحم کرو....!" بونا گلوگیر آواز میں بولا۔

"ارے....!" عامرہ متحیرانہ انداز میں اُس کی طرف جھکتی ہوئی بولی۔ "تم رو رہے ہو۔!"

"ہاں میں تمہارے سامنے رو رہا ہوں.... ورنہ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُس نے بچپن سے اب تک کبھی روتے دیکھا ہو۔!"

"اوہ.... میں سمجھ گئی.... مجھے تم سے ہمدردی ہے لیکن کیا تمہیں زندگی عزیز نہیں ہے۔!"

"کیوں نہیں.... کیوں نہیں.... میری زندگی تو تم ہو....!"

"اچھا... آؤ... تم میرے کمرے میں چلو.... میں تمہارے کمرے میں نہیں جاؤں گی۔!"

"کہیں بھی لے چلو.... اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔!" بونے کی آواز میں چہکار پیدا ہو گئی۔

"میری انگلی پکڑ لو....!" عامرہ بڑے پیار سے بولی۔

اس نے پہلے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا۔ پھر انگلی پکڑ کر کسی ننھے سے بچے کی طرح اُس کے ساتھ چلنے لگا تھا۔

"یہ بھوت کس نے چڑھایا ہے تمہارے سر پر....!" عامرہ نے سوال کیا۔

"جب سے تمہیں دیکھا ہے یہی حال ہے۔!"

عامرہ اُسے پُر تشویش نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی "تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو۔!"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا کہ تم میری زندگی ہو....!"

"لیکن جو کچھ تم چاہتے ہو اُس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ میں تمہاری موت ہوں۔!"

"کچھ بھی ہو....! میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔!"

"تھوڑی دیر بعد اس قسم کا کوئی فیصلہ کرنا....!" وہ اُس سمیت ایک کمرے میں داخل ہوتی ہوئی بولی۔

یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ اور خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا.... بونا حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ شائد پہلی بار یہاں تک رسائی ہوئی تھی۔

"بیٹھ جاؤ....!" عامرہ ایک کرسی کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

وہ سیٹ پر دونوں ہاتھ ٹیک کر اُچھلا تھا اور بیٹھ گیا تھا۔ عامرہ اُسے پُر تشویش نظروں سے دیکھتی رہی۔

"میں ہمیشہ تمہارا غلام رہوں گا۔!" لٹل فی بولا۔

"پہلے مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔!"

"کس طرح سمجھنے کی کوشش کروں.... اور پھر اس کی ضرورت ہی کیا ہے! تم جیسی بھی ہو.... میں تمہیں قبول کرتا ہوں۔!"

"وہ مضحکانہ انداز میں اُسے دیکھتی ہوئی مسکرائی تھی.... پھر اٹھی اور بستر کے قریب والے پردے کے پیچھے چلی گئی.... لٹل فی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پردے کی طرف دیکھتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر دکھائی دی تھی۔ اُس کے ہاتھوں میں ایک ٹوکری تھی جسے کمرے کے وسط میں رکھ کر وہ پھر اُس کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

"لٹل فی....!" اُس نے نرم لہجے میں اُسے مخاطب کیا۔

"اب کیا کہو گی....؟اس ٹوکری میں کیا ہے۔!"

"میں جانتی ہوں کہ اجازت حاصل کئے بغیر تم نے میرے پاس آنے کی جرأت ہرگز نہ کی ہو گی۔!"

"ٹھیک ہے.... مجھے اجازت مل گئی ہے۔!"

"اچھا ٹھہرو.... پہلے میں معلوم کرلوں کہ قصہ کیا ہے۔ ورنہ ہوسکتا ہے کہ تم خواہ مخواہ ضائع ہو جاؤ....!"

اس نے آگے بڑھ کر بیڈ سائیڈ ٹیبل والے فون پر ایک ہندسہ ڈائل کیا اور ریسیور کان سے لگائے کھڑی رہی۔ پھر بولی "یہاں لٹل فی میرے کمرے میں موجود ہے۔!"

"کام کا آدمی ہے.... ضائع ہو گیا تو مجھے افسوس ہو گا۔!" دوسری طرف سے بوڑھے کی آواز آئی.... "تم ہی سمجھانے کی کوشش کرو....!"

"او کے....!" کہہ کر اُس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور لٹل فی کی طرف مڑی۔

"اب تو اطمینان ہو گیا۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"ہاں اطمینان ہو گیا.... اب ایک تماشہ بھی دیکھ لو....!" عامرہ نے کہا اور ٹوکری کے قریب آ گئی۔ جھک کر اُس کا ڈھکنا اٹھایا تھا۔ کمرے کی محدود فضا میں سانپ کی پھنکار گونج کر رہ گئی.... ٹوکری میں ایک بڑا سا کوبرا پھن اٹھائے آہستہ آہستہ بلند ہو رہا تھا۔!

لٹل فی بوکھلا کر کرسی پر کھڑا ہو گیا... ادھر عامرہ دوزانو ہو کر ٹوکری کے قریب بیٹھ گئی تھی۔

"ارے.... ارے.... یہ کیا کر رہی ہو....!" وہ کرسی پر پاگلوں کی طرح اچھلتا ہوا بولا۔

عامرہ آہستہ آہستہ اپنا چہرہ سانپ کے پھن کے قریب لے جا رہی تھی۔ سانپ نے جھپٹ کر اُس کے گال پر پھن مارا اور وہ "سی" کر کے پیچھے ہٹ گئی اور ڈسے جانے والے گال کو دونوں ہاتھوں سے دبائے فرش کی طرف جھکتی چلی گئی۔ لٹل فی حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخے جا رہا تھا۔

اچانک سانپ کا پھن ڈھیلا پڑنے لگا.... اور وہ ٹوکرے سے فرش پر پھیلتا جا رہا تھا.... اور پھر وہ بالکل ہی ساکت ہو گیا۔

پھر لٹل فی نے عامرہ کی نشیلی ہنسی سنی.... وہ فرش سے اٹھ کر کھڑی جھوم رہی تھی۔

"تم نے دیکھا....!" وہ لٹل فی کی طرف انگلی اٹھا کر بولی "مجھے ڈس کر خود مر گیا.... کیوں مر گیا.... میرے زہر کی وجہ سے.... اور اُس کے زہر سے مجھے صرف نشہ ہوا ہے.... کیا سمجھے.... جاؤ بھاگ جاؤ.... مجھے تم پر رحم آ رہا ہے۔!"

"یہ.... یہ....!" لٹل فی ہکلایا "تت.... تمہارے زہر سے مرا ہے۔!"

"ہاں.... میں اتنی زہریلی ہوں.... اور نشے کے لئے اس طرح سانپ کا زہر استعمال کرتی ہوں.... سانپ کے زہر کے علاوہ مجھے اور کسی چیز سے نشہ نہیں ہوتا۔ ایک بار کا ڈسا جانا گھنٹوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔ بھاگ جاؤ....!"

لٹل فی نے کرسی سے چھلانگ لگائی تھی اور دوڑتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ عامرہ کے نشے میں ڈوبے ہوئے قہقہے کمرے میں گونجتے رہے۔

☼

وہ دس بجے تک سوتی رہی تھی۔ لیکن عمران نے اُسے جگایا نہیں تھا۔ خود ہی بیدار ہوئی تھی اور آنکھیں کھلتے ہی رونا شروع کر دیا تھا۔ عمران دوسرے کمرے سے اُس کی سسکیاں سنتا رہا لیکن دخل اندازی نہیں کی تھی۔ خود ہی خاموش ہوئی اور کمرے سے نکل آئی۔

"کچھ طبیعت سنبھلی....!" عمران نے پوچھا۔

"ہاں.... پہلے سے بہتر ہوں۔!" اُس نے مردہ سی آواز میں جواب دیا۔

"خود کو سنبھالئے۔!"

"فوراً تو کسی کو بھی صبر نہیں آ جاتا۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔ "میرا تو اب زندہ رہنے کو جی نہیں چاہتا۔ مگر اُس ذلیل سے نپٹنے کے لئے زندہ رہوں گی جو ان حرکتوں کی پشت پر ہے۔؟"

"مجھے آپ سے ایسے ہی حوصلے کی توقع ہے۔!"

"اور کچھ معلوم ہوا۔!"

"بارہ بجے تک تفصیل معلوم ہو سکے گی! بس آپ جلدی سے تیار ہو جایئے۔ گاڑی باہر کھڑی ہے۔ وہیں چل کر ناشتہ کریں گے۔!"

"اب کہاں چلنا ہے۔!"

"کسی بہتر جگہ.... یہیں تو نہیں پڑے رہیں گے....!"

"میرے لئے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہیں بھی رہوں....!"

وہ دونوں باہر نکلے تھے۔ سیاہ رنگ کی مرسیڈیز کھڑی نظر آئی۔

"اب پھر اندر چلئے....!"

"کیوں؟ کیا گاڑی دکھانے کے لئے باہر لائے تھے۔!"

"بھول گیا تھا کہ ہمیں میک اپ کے بغیر باہر نہ نکلنا چاہئے۔!"

"کیا وہ لوگ ایسے ہی ہیں کہ سارے شہر میں لوگوں پر نظر رکھ سکیں۔!"

"فی الحال احتیاطاً ہمیں یہی فرض کر لینا چاہئے۔!"

قریباً ایک گھنٹہ اس کام میں صرف ہوا تھا اور غزالہ آئینے میں اپنی شکل دیکھ کر متحیر رہ گئی تھی۔

"تم تو واقعی بڑے باکمال آدمی ہو۔!" اُس نے ہنس کر کہا "میں خود بھی اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتی اور تمہاری شکل بھی بالکل بدل گئی ہے۔!"

"مجھے اس حرکت سے وحشت ہوتی ہے۔ لیکن کبھی کبھی اس کے بغیر کام بھی نہیں چلتا۔"

"اُن کے فرشتے بھی ہمیں نہ پہچان سکیں گے.... اور میں ایک ایک کی بوٹیاں نوچوں گی۔!"

جوشِ مسرت سے اُس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

وہ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ عمران نے انجن اسٹارٹ کیا۔ غزالہ اُسکو بڑے غور سے دیکھے جارہی تھی۔

"تم نے آخر مجھے یوریشین کیوں بنادیا ہے۔!" اُس نے تھوڑی دیر بعد سوال کیا۔!

گاڑی سڑک پر نکل آئی تھی اور اس کا رخ شہر کی طرف تھا۔

"جہاں ہم چل رہے ہیں۔ وہاں بھی ایک سفید فام غیر ملکی عورت موجود ہے۔ آپ بے جوڑ نہیں لگیں گی۔!"

"وہ کون ہے....؟"

"میری ایک جاننے والی....!"

"اور تم سچ مچ کر سچین نہیں ہو....!"

"آپ کا خیال درست ہے....!"

"تمہارا اصل نام کیا ہے۔!"

"مجھے یاد ہی نہیں کہ میرا اصل نام کیا تھا۔!"

"لیکن چہرے پر حماقت کیوں طاری کئے رہتے ہو۔!"

"طاری کئے رہتا ہوں۔!" عمران نے حیرت سے کہا۔ "کمال کرتی ہیں آپ بھی ارے خدا نے شکل ہی ایسی بنائی ہے۔!"

"میں یقین نہیں کر سکتی کیونکہ میں نے تمہیں جنگل والی عمارت میں اُن لوگوں سے لڑتے بھی دیکھا تھا۔ اس وقت تمہاری شخصیت بالکل بدل گئی تھی۔!"

"غراتے وقت کتوں کی بھی بدل جاتی ہے۔!"

"تم بہت نڈر ہو.... تمہیں اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ مقابلہ کتنے آدمیوں سے ہے۔!"

"کوئی کتا غضب ناک ہو جانے کے بعد یہ نہیں دیکھتا۔!"

"خود کو کتا کیوں ثابت کئے جارہے ہو۔!"

"ثابت کرنے کی ضرورت ہی نہیں سب کچھ عیاں ہے۔!"

"یعنی آخرکار تم بھی دھوکہ دو گے....!"

"کتے دھوکا نہیں دیا کرتے۔ لیکن دھوکے والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔!"

"کچھ نہیں.... یونہی زبان سے نکل گیا تھا۔ ایسے حالات میں خود اپنی ذات پر یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا....!"

"لیکن اس کتے کی ذات پہچان لیجئے! دھوکا اس کی سرشت میں نہیں ہے اگر آپ کے ڈیڈی زندہ ہوتے تو حسبِ وعدہ پورے خلوص کے ساتھ انہیں اس چکر سے نکال لینے کی کوشش کرتا۔!"

یک بیک وہ پھر مضمحل ہوگئی۔ شہر پہنچ کر گاڑی کا رخ اُس علاقے کی طرف ہو گیا تھا جہاں اوپری طبقے کے لوگ آباد تھے۔ لق و دق لان والی بڑی بڑی عمارتیں تھیں اور دن کے وقت بھی ایسا سناٹا طاری تھا جیسے آدھی رات گذر گئی ہو۔ اگر بعض سڑکوں پر کچھ گاڑیاں دوڑتی ہوئی نظر نہ آتیں تو ایسا لگتا جیسے وہ کسی شہر کی تصویر کا کوئی جزو بن کر رہ گئے ہوں....!

ایک بڑی عمارت کی کمپاؤنڈ میں ان کی گاڑی بھی داخل ہوئی اور سیدھی پورچ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

برآمدے میں ایک سفید فام عورت نے ان کی پذیرائی کی تھی۔

"جولیانا فٹزواٹر۔!" عمران نے تعارف کرایا۔ "اور یہ مس غزالہ جیلانی ہیں۔!"

جولیا نے پُرتپاک خیر مقدم کیا تھا۔ غزالہ کی ٹریجڈی سے واقف تھی۔ اس لئے اُسے عمران کے ساتھ دیکھ کر نامناسب رویہ اختیار نہیں کیا تھا۔ وہ انہیں اندر لے آئی۔

غزالہ نے غسل کیا تھا۔ جو لباس جولیا نے فراہم کیا تھا وہی پہننا پڑا۔ وہ لباس کی حد تک ابھی تک موڈرن نہیں بن سکی تھی۔ شلوار سوٹ یا ساری استعمال کرتی تھی۔ لیکن اُس وقت بلاؤز اور اسکرٹ پہننی پڑی تھی۔ سخت الجھن محسوس کر رہی تھی۔ پنڈلیاں ننگی تھیں۔

کھانے کی میز پر خاموشی ہی رہی۔ قریباً ساڑھے بارہ بجے چوہان اور خاور آئے تھے۔ غزالہ آرام کرنے دوسرے کمرے میں جا چکی تھی۔

"کیا خبر ہے....!" عمران نے خاور سے پوچھا۔

"کوئی خاص نہیں! جس کا ریوالور تھا اُس کی تلاش جاری ہے.... سردار واجد نام ہے۔

"یہ تو بے حد خاص ہے۔!" عمران نے کہا۔ "یہ نام سیٹھ جیلانی کے قریبی دوستوں کی فہرست میں موجود ہے۔!"

"اور دوسری خبر یہ ہے کہ ابھی تک واضح طور پر یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ خان ضرغام کی موت کس طرح واقع ہوئی۔ علامات زہر کی ہیں۔ لیکن معدے میں زہر کا سراغ نہیں ملا۔ ابھی تک فیصلہ نہیں ہو سکا کہ زہر جسم میں کس طرح داخل ہوا....!"

"اس کی فکر نہ کرو.... پولیس کس رفتار سے کام کر رہی ہے۔!"

"کام تو ٹھیک ٹھاک ہی ہے۔ لیکن زیادہ باریک بینی سے کام نہیں لیا جا رہا۔ تین دوست مختلف ذرائع سے مارے گئے۔ ایک غائب ہے.... اب اُن سے پوچھ گچھ کی جا رہی ہے جو نزدیک یا دور سے دوستوں کے زمرے میں آتے ہیں۔!"

"میرے پاس بھی چھ سات نام ہیں۔!" عمران بولا۔ چوہان نے اپنی جیب سے ایک فہرست نکالی اور کئی نام لینے کے بعد بولا۔ "پولیس اب تک ان لوگوں سے پوچھ گچھ کر چکی ہے۔!"

عمران نے بھی غزالہ کے لکھے ہوئے نام نکالے تھے۔

"یہ دو نام....!" چوہان ایک جگہ انگلی رکھتا ہوا بولا "اس سلسلے میں اہم معلوم ہوتے ہیں۔

کیونکہ ان کے بارے میں یہاں کے لوگ اچھی رائے نہیں رکھتے۔!"

"منشیات کی اسمگلنگ کا شبہ کیا جاتا ہے ان پر... لیکن پولیس آج تک ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکی!"

عمران نے ان دونوں ناموں پر نشان لگائے تھے۔!

"کتیا کے بچوں کا کیا قصہ تھا....!" خاور بولا۔

"یار تم پھر میرے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کی کوشش کر رہے ہو....!" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"مسٹر اینڈ مسز عمران کے بچے کہو....!" جولیا بول پڑی۔

"تم کیوں جلتی ہو.... لاکھ مسلمان سہی دوسری شادی نہیں کر سکتا۔!" عمران لڑاکی عورتوں کے سے انداز میں بولا۔

"شٹ اپ....!" کہہ کر جولیا اُس کمرے سے چلی گئی۔

"یہ خواہ مخواہ سر ہو رہی ہے....! ہونہہ....!" عمران اُن دونوں کو گھورتا ہوا بولا۔

"تو تم نہیں بتاؤ گے....!" چوہان نے کہا۔

"ابھی بچوں کو جوان ہونے دو....!"

"کہیں تمہارا نشانہ بابا سگ پرست تو نہیں۔!" خاور بولا۔ "یہ تینوں مرنے والے بھی اُس کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔!"

"بابا سگ پرست کے پاس ایک بھی دیسی کتیا نہیں ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "یہ معاملہ دیسی کتیا کے بچوں کا ہے۔!"

"اور جذبہ حب الوطنی کے تحت تمہیں بابا سگ پرست کی یہ حرکت ناگوار گذری ہے کہ اُس کے پاس دیسی کتے نہیں ہیں۔!'

"جو دل چاہے سمجھ لو....!"

"خیر.... دیکھیں گے.... محکمے کا بجٹ کتا خصی کی نذر ہو رہا ہے۔!"

عمران کے چہرے پر ایسا تاثر نظر آیا تھا جیسے کسی طرح بھی اصل بات بتا دینے پر ہرگز آمادہ نہ ہوگا۔ وہ دونوں خاموشی سے اُسے دیکھتے رہے۔

"محکمے کے بجٹ کی فکر ہے تمہیں اسی لئے گھر سے یہاں تک اتنا پٹرول پھونک دیا۔!" عمران

تھوڑی دیر بعد سر ہلا کر بڑبڑایا۔

"ہمیں ایکس ٹو سے ہدایت مل چکی ہے کہ یہیں ٹھہریں....!"

"اور مجھ پر رعب جمانے کی بھی ہدایت ضرور ملی ہوگی۔!"

"نہیں.... جناب کے احکامات بجالائیں......!" خاور آنکھ مار کر بولا۔

"آنکھ مارنے کا شکریہ....!" عمران نے بڑی لجاہٹ سے کہا۔

"لہٰذا فرمایئے کہ کیا حکم ہے ہمارے لئے....!"

"فی الحال اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ مجھے اپنی نگرانی میں رکھو....!"

"کیا مطلب....!"

"بے حد چالاک اور باخبر لوگ ہیں۔! ایکس ٹو کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔ دوبار اُن کے ہتھے چڑھ چکا ہوں۔ تیسری بار نہیں بخشیں گے۔!"

"یعنی اب جناب کے باڈی گارڈز کے فرائض انجام دینے پڑیں گے ہم کو....!"

"یہی سمجھ لو.... لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ انہیں تمہارے باڈی گارڈز ہونے کا شبہ بھی نہ ہوسکے۔ ابھی تک تو وہ یہی سمجھتے رہے ہیں کہ میں یہاں تنہا ہوں۔ پہلی بار قابو میں کر کے چھوڑ دینے کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ وہ ہمارے متعلق اندازہ لگانا چاہتے تھے۔!"

"میں سمجھ گیا۔!" چوہان سر ہلا کر بولا "ہمارے توسط سے ہمارے چیف تک پہنچنا چاہتے ہیں۔!"

"اسی طرح جیسے میں جیلانی کے توسط سے اصل آدمی تک پہنچنا چاہتا تھا۔ تم نے ان دونوں کو دیکھا بھی ہے یا نہیں۔!"

"کن دونوں کو....!"

"شہریار اور داؤد کو....!"

"نہیں.... لیکن اُن کی قیام گاہوں سے واقف ہیں۔!"

"ارے ٹھہرو....!" خاور چوہان کی طرف دیکھ کر بولا۔ "وہ ہمارے چیف کو بے نقاب کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے یہ حضرت کتوں کو بچے جنواتے پھر رہے ہیں۔ کیا بات ہوئی۔!"

"یار اس چکر میں مت پڑو.... جو کہہ رہا ہوں اُس پر دھیان دو.... مجھ سے بھی جو کچھ کہا گیا تھا وہی کیا ہے۔ میں نے.... میں نے اُس سے یہ تک نہیں پوچھا کہ اُس کے بعد کتیا سے کیا

سلوک ہونا چاہیے۔!"

"خیر.... خیر.... تم یہ بتاؤ کیا اسی میک اپ میں مستقل طور پر رہو گے....!"

"کسی تبدیلی سے پہلے تمہیں مطلع کردوں گا۔!" عمران نے کہا۔

وہ دونوں اُس کمرے سے چلے گئے تھے۔ عمران وہیں بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد جولیا آئی اور قریب ہی کھڑی اُسے گھورتی رہی۔

"اس لڑکی کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے۔!" اُس نے تھوڑی دیر بعد سوال کیا۔

"بس یہی کہ اُن لوگوں کے ہاتھ نہ لگنے پائے۔!"

"ایکس ٹو نے مجھے بھی یہیں رکے رہنے کو کہا ہے۔!"

"مجھے اطلاع دینے کی کیا ضرورت ہے۔!"

"اس لئے کہ مجھے تمہارا پابند رہنا پڑے گا۔!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی اور عمران نے مسکرا کر کہا۔ "کوئی نئی بات نہیں ہے ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے۔!"

"مجھے کیا کرنا ہوگا۔!"

"لڑکی کی دیکھ بھال... اسی عمارت تک محدود رہ کر! عمارت سے باہر قدم بھی نہیں نکالو گی۔!"

"لڑکی زیادہ تر تمہارا ہی ذکر کرتی رہی تھی۔!"

"دوسروں کی نالائقی کی ذمہ داری مجھ پر تو نہیں۔!"

"تم اس معاملے میں محتاط نہیں رہتے۔!" وہ تیز لہجے میں بولی "لوگ خواہ مخواہ غلط فہمی میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔!"

"پتا نہیں کون لوگ ہیں۔ مجھ سے تو ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی۔!"

"جہنم میں جاؤ....!" وہ پھر بھنا کر وہاں سے چلی گئی۔!

شام کو عمران وہاں سے تنہا روانہ ہوا تھا۔ مرسیڈیز گاڑی اب بھی اُس کے پاس تھی۔ ذرا ہی دیر میں اُس طویل و عریض عمارت کی طرف جا نکلا جہاں بابا سگ پرست کا قیام تھا۔ گاڑی کی رفتار کم کردی تھی۔ کمپاؤنڈ کے پھاٹک کے قریب پہنچ کر گاڑی کے انجن نے غیر معمولی شور مچایا تھا اور بند ہوگیا تھا۔ وہ نیچے اترا اور بونٹ اٹھا کر انجن کا جائزہ لینے لگا۔ سڑک کی دوسری طرف ایک اعلیٰ درجے کا ریستوران تھا جس کے قریب اُس نے خاور کی گاڑی رکتے دیکھی۔

پندرہ منٹ تک وہ ایسی حرکتیں کرتا رہا تھا جیسے انجن کی خرابی دور کر دینے کی سعی کر رہا ہو۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ سلاخوں دار پھاٹک سے کمپاؤنڈ کے اندر کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ کمپاؤنڈ میں کوئی نہ دکھائی دیا۔ حتیٰ کہ کوئی کتا بھی نہیں۔ ویسے اُس کی معلومات کے مطابق اُس عمارت میں درجنوں کتے موجود تھے۔ ایک آدھ کو تو کمپاؤنڈ میں ہونا چاہئے تھا۔ پندرہ منٹ کے عرصے میں اُس نے کسی کتے کو بھونکتے بھی نہیں سنا تھا۔ یہاں کی دوسری عمارتوں کی طرح یہ عمارت بھی سنسان معلوم ہوتی تھی۔

وہ گاڑی کو آگے بڑھالے گیا۔ اب ان اطراف میں رکنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ اندھیرا پھیل جانے کے بعد اُس نے گاڑی ایک جگہ کھڑی کر دی۔ اور پیدل اُسی عمارت کی طرف پلٹ پڑا۔ اب تو ادھر کا نقشہ ہی کچھ اور تھا۔ پھاٹک کے آس پاس پندرہ بیس گاڑیاں کھڑی نظر آئیں۔ کچھ گاڑیوں میں ڈرائیور بھی موجود تھے۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ جو کچھ سوچا تھا اُس پر عمل کرنا فی الحال دشوار ہو گیا تھا۔ جس جگہ سے کمپاؤنڈ وال پر چڑھ کر ایک گھنے درخت تک پہنچنا تھا وہاں بھی دو گاڑیاں کھڑی تھیں۔ اور اُن کے ڈرائیور اونچی آوازوں میں مصروفِ گفتگو تھے۔ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ اور سڑک پار کر کے ریستوران کی طرف بڑھ گیا۔ تاوقتیکہ گاڑیاں وہاں سے ہٹ نہ جاتیں وہ اپنی اسکیم کے مطابق آغاز کار نہ کرپاتا۔ لہٰذا اُسے حالات کے بدلنے کا انتظار تو کرنا ہی تھا۔

ریستوران میں داخل ہوا۔ بہتیری میزیں خالی پڑی تھیں.... ایک کھڑکی کے قریب والی میز منتخب کی۔ یہاں سے سامنے والی عمارت کے پھاٹک پر تو نظر رکھ ہی سکتا تھا کہ کب کوئی نئی گاڑی آئی اور کون سی رخصت ہو گئی۔

ریستوران کا ماحول خوش گوار اور طمانیت بخش تھا۔ مدھم مدھم سی روشنی میں ہلکی موسیقی بڑی خوش گوار لگ رہی تھی۔ موسیقی کا آہنگ اتنا بھی بلند نہیں تھا کہ آس پاس کی دوسری آوازیں نہ سُن سکتا.... قریب ہی کی میز ایک خوبصورت جوڑے کے قبضے میں تھی۔ دونوں ہی جوان اور زندگی سے بھرپور نظر آتے تھے۔ لڑکی بات بات پر قہقہے لگا رہی تھی.... عمران کبھی موسیقی کی طرف توجہ دیتا اور کبھی اُن کی باتیں سننے لگتا۔ ویٹر نے جلد ہی اُس کی میز کا رخ کیا تھا۔ اپنا آرڈر پلیس کر کے عمران نے کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگائی اور کنکھیوں سے کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔

اچانک ایک چھوٹا سا آدمی پھاٹک سے برآمد ہوا تھا۔ اور دوڑ کر سڑک پار کرتا ہوا ریستوران

میں گھس آیا تھا۔ اندر داخل ہو کر لڑکھڑایا اور منہ کے بل فرش پر گر گیا۔

یہ ایک سرخ و سفید بونا تھا۔ قد تین فٹ سے زیادہ نہ رہا ہوگا۔! قریب کھڑے ہوئے ویٹر نے اُسے دوبارہ اٹھنے میں مدد دی تھی۔ لوگ کرسیوں سے اٹھ اٹھ کر اُسے دیکھنے لگے تھے۔

”ارے.... یہ تو لٹل فی ہے....!“ قریب کی میز والے نوجوان نے کہا۔

”کیا تم اُسے جانتے ہو۔!“ لڑکی نے پوچھا۔

”وہ بھی مجھے جانتا ہے....!“ نوجوان بولا۔

ویٹر نے اُسے اٹھا کر کاؤنٹر کے قریب والے اسٹولوں میں سے ایک پر بٹھا دیا تھا۔

”کیا اس حد تک جانتے ہو کہ تمہارے مدعو کرنے پر ہماری میز پر آجائے۔!“ لڑکی نے کہا ”میں نے آج تک بونے کو بولتے نہیں سنا۔!“

”غلط کہہ رہی ہو۔ ابھی پچھلے ہی دنوں سرکس میں....!“

”میرا مطلب تھا خود میں نے کبھی کسی بونے سے گفتگو نہیں کی۔!“

”ذرا سے اشارے پر چلا آئے گا۔ کیونکہ تم اس میز پر موجود ہو۔!“

”میں نہیں سمجھی۔!“

”عورتوں کا رسیا ہے.... فرانسیسی ہے نا....!“

”فرانسیسی....!“ لڑکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

”اور یورپ کی کئی زبانیں بول سکتا ہے۔!“

”تو پھر اسے بلاؤ۔!“

نوجوان اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا.... بونے کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اُسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ کچھ کہتا رہا تھا پھر اپنی میز کی طرف اشارہ کیا تھا۔ وہ مڑ کر دیکھنے لگا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ اسٹول پر سے کود پڑا تھا۔ عجیب سا تاثر تھا اُس کے چہرے پر.... دونوں تیزی سے میز کے قریب آئے تھے۔

نوجوان نے تعارف کرایا۔ ”مس روزی.... اور موسیو لٹل فی....!“

اُس نے لڑکی سے مصافحہ کیا اور بولا ”لٹل فی نام نہیں ہے.... خواہ مخواہ کہلاتا ہوں.... اب اتنا چھوٹا بھی نہیں ہوں.... ریتگی رولاں نام ہے۔!“

پھر وہ اچھل کر اُس کرسی پر بیٹھ گیا جس سے نوجوان اٹھا تھا۔ نوجوان دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔ بونا بڑی ندیدی آنکھوں سے لڑکی کو دیکھے جا رہا تھا۔ پھر وہ لڑکی سے بولا۔ "مس روزی! میں اس وقت بہت بدحواس ہوں.... ورنہ بڑے خوش گوار انداز میں ہماری یہ ملاقات ہوتی۔!"

"تم بدحواس کیوں ہو موسیو رولاں....!" نوجوان نے پوچھا۔

"تم بھی بدحواس ہو جاؤ گے مسٹر ندیم اگر کسی عورت کو موت کے روپ میں دیکھ لو۔!"

"ارے واہ.... بڑی عجیب بات کہی تم نے....!" لڑکی ہنس کر بولی۔

"میں نے دیکھا ہے۔ قسم کھا سکتا ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کر اُس کے بارے میں بتاتا پھروں....!"

"ضرور بتاؤ.... ہم سنیں گے....!" نوجوان نے کہا۔

"سانپ نے اُسے ڈسا اور خود مر گیا۔!"

"شاعری کر رہے ہو۔!" لڑکی پھر ہنس پڑی۔

"حقیقت بیان کر رہا ہوں ماموزئیل....!"

"کہاں ہے ایسی عورت....!" نوجوان نے پوچھا۔

"وہیں جہاں میں رہتا ہوں۔!"

"تمہارا مطلب ہے اُس خبطی بوڑھے کی کوئی لڑکی بھی ہے۔!"

"لڑکی نہیں ہے۔ اُس کی ایک سیکریٹری ہے۔ خدا کی پناہ! کئی راتیں ڈراؤنے خواب دیکھ کر گذارنی پڑیں گی۔!"

"تو سانپ نے اُسے ڈسا اور خود مر گیا۔!"

ویٹر عمران کی طلب کردہ اشیاء لے آیا تھا۔ وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ بونا کہہ رہا تھا۔ "یقین کرو.... سانپ مر گیا.... لیکن وہ زندہ ہے۔!"

"ہو سکتا ہے سانپ مرنے ہی والا رہا ہو۔!"

"اس طرح وہ چوبیس گھنٹوں میں دو سانپ مار ڈالتی ہے۔!" لڑکی نے بلند آہنگ قہقہہ لگایا۔

"میں بکواس نہیں کر رہا ماموزئیل.... سانپ کا زہر اُس کا نشہ ہے۔!"

"اُوہ....!" وہ خوف زدہ انداز میں ہونٹ سکوڑ کر رہ گئی۔

"مجھے یہ سب کچھ نہیں کہنا چاہئے تھا۔!" بونا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "مگر میں کیا کروں۔ میرے خوابوں کا شیش محل چکنا چور ہو گیا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!" نوجوان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں اسے چاہتا تھا۔ چپکے چپکے محبت کرتا تھا۔ آج اظہار عشق کیا تو ہنس پڑی کہنے لگی تم مر جاؤ گے۔ اور تب اُس نے خود کو سانپ سے ڈسوایا تھا۔!"

"پھر تمہاری کیا حالت ہوئی تھی۔!"

"میرا دل ٹوٹ گیا تھا۔!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "مجھے وہاں کی کوئی بات باہر نہ کہنی چاہئے۔ لیکن اس ناکامی نے مجھے پاگل کر دیا ہے۔!"

"عجیب عجیب چیزیں پال رکھی ہیں اُس خبطی نے بھی....!" نوجوان بولا۔

"وہ حیرت انگیز قوتوں کا مالک ہے۔ ہو سکتا ہے جو کچھ میں یہاں بیٹھا کہہ رہا ہوں اُسے وہ سن رہا ہو۔!"

"اتنی دور بیٹھ کر....!"

"ہاں وہ ایسا ہی ہے۔! میں اُس سے بہت ڈرتا ہوں۔!"

"آخر وہ ہے کیا چیز....!"

"خدا نے اُسے کسی خاص مشن پر دنیا میں بھیجا ہے۔!"

"میں اُس عورت کو دیکھنا چاہتی ہوں۔!" لڑکی نے پُر اشتیاق لہجے میں کہا۔

"وہ مجمعے میں نہیں آتی۔ الگ تھلگ رہتی ہے۔!"

"بوڑھے کی محبوبہ ہے۔!" نوجوان نے پوچھا۔

"اُس کی محبوبہ ہوتی تو میں اظہارِ عشق کی جرأت ہی نہ کر سکتا۔ وہ حسن سے بھی متاثر نہیں ہوتا۔ ساری دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے ایک بہت بڑا منصوبہ رکھتا ہے۔!"

"اچھا....!" نوجوان نے حیرت سے کہا۔ "کیا ہے وہ منصوبہ۔!"

"مجھے دنیا کے امن سے کوئی دل چسپی نہیں۔" بونا برا سا منہ بنا کر بولا۔ "اس لئے یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ منصوبہ کیا ہے۔!"

"تم شادی کیوں نہیں کر لیتے....!"

"میں محبت کرنا چاہتا ہوں۔!"

"تو پھر تمہارے جیسی کوئی تلاش کی جائے۔!"

"کیا مطلب....!" وہ کرسی سے کود پڑا... شائد طیش میں آگیا تھا۔

"ارے ارے.... بیٹھو بیٹھو....!"

"ہرگز نہیں.... تم میری توہین کر رہے ہو۔ میں اپنے ذہن میں بہت بلند ہوں۔ تم سب چھچھورے اور ذلیل ہو۔!"

"ارے.... ارے....!"

"کن احمقوں سے بات کر رہے ہو۔!" دفعتاً عمران فرانسیسی میں بولا۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بہت ذہین ہو۔ مجھے تو ذہنی دیو معلوم ہوتے ہو....!"

وہ چونک کر عمران کی طرف مڑا۔ اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھتا رہا پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

"میں تمہیں اپنے ساتھ بیٹھنے کی دعوت دیتا ہوں۔ ہم خوبصورت عورتوں کی باتیں کریں گے....!" عمران نے کہا۔

"بہت دنوں بعد اپنی زبان سنی ہے! دل تمہاری طرف کھنچ رہا ہے۔!" بونا پُر مسرت لہجے میں بولا۔

"تو پھر آجاؤ.... مجھے فرانس اور فرانسیسی زبان سے عشق ہے۔!"

وہ جوڑا ہونقوں کی طرح منہ پھاڑے کبھی لٹل فی کی طرف دیکھتا تھا۔ اور کبھی عمران کی طرف۔ وہ اُن کے پاس سے ہٹ کر عمران کی میز پر آگیا۔

"میرا نام عبدالمنان ہے۔!" عمران مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

"میں ریتگی رولاں.... کچھ لوگ لٹل فی بھی کہتے ہیں۔!" اُس نے گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"کافی میں شریک ہو جاؤ.... یا پھر کہو تو بار کی طرف چلیں۔!" عمران نے کہا۔

"نہیں.... میں گھر سے باہر شراب نہیں پیتا۔!"

"یہ ہوئی شائستگی کی بات۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تم بالکل میری ہی طرح فرانسیسی بول سکتے ہو۔!"

"بہت دن گذارے ہیں فرانس میں.... بچپن سے لے کر جوانی تک.... تم شائد کسی زہریلی عورت کی بات کر رہے تھے.... تمہیں اس پر حیرت ہے....! لیکن میرے لئے یہ قطعی حیرت انگیز نہیں۔ کیونکہ ہمارے یہاں زمانہ قدیم میں بھی یہ فن موجود تھا۔!"

"فن....؟ کیسا فن....!"

"زہریلی عورتیں بنانے کا فن.... وہ وِش کنیائیں کہلاتی تھیں اور اُن کا کام یہی ہوتا تھا کہ وہ دشمن کے کیمپ کے اہم ترین آدمیوں کی اموات کا باعث بنیں۔!"

"اوہ.... مجھے علم نہیں تھا۔!"

"تم نے کہاں دیکھیں ایسی عورتیں۔!"

"مجھے افسوس ہے کہ میں نہ بتا سکوں گا۔!"

"تمہاری اپنی مصلحت.... میں تمہیں اس پر مجبور نہیں کروں گا۔ میں تو صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ اسی طرح زہریلے مرد بھی بنائے جا سکتے ہیں۔ اور میرے لئے یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔!"

"زہریلے مرد بنائے جا سکتے ہیں۔!" لٹل فی نے اُس کی طرف جھک کر آہستہ سے پوچھا۔

"ہاں.... میں نے اُن تدبیروں کے بارے میں بھی پڑھا ہے۔!"

"مجھے بتاؤ....!"

"زبانی یاد نہیں! اس کے لئے تمہیں میرے گھر تک چلنا پڑے گا۔!"

"مجھے اس ریستوران سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔!"

"کسی کے ملازم ہو۔؟"

"وہ.... ادھر.... اُس عمارت میں رہتا ہوں۔!" اُس نے کھڑکی سے باہر اشارہ کیا۔

"وہاں.... وہاں تو شائد وہ رہتا ہے جس کے پاس درجنوں کتے ہیں.... بابا سگ پرست۔!"

"ہاں.... ہاں میں اُسی حیرت انگیز آدمی کا ملازم ہوں۔!"

"وہاں کیا کام کرتے ہو۔!"

"کتوں کے امراض کا ماہر ہوں۔!"

"تب تو اُس کے لئے خاصی اہمیت رکھتے ہو گے۔ لیکن آخر اُس نے تم پر اتنی بیہودہ پابندی

کیوں لگا رکھی ہے۔!"

"اُس کی اپنی کوئی مصلحت ہو گی۔!"

"خیر چھوڑو.... اب ہم خوبصورت عورتوں کی باتیں کریں گے۔ عورت میری بھی کمزوری ہے....! مجھے یہ مرض فرانس ہی سے ملا تھا۔!"

"میں نہ جانے کب سے اُس کے لئے تڑپ رہا تھا۔ لیکن وہ زہریلی نکلی۔!"

"اچھا.... اچھا.... میں سمجھ گیا.... وہ بھی وہیں رہتی ہے جہاں تم ہو....!"

"اب تم سمجھ ہی گئے ہو تو ہاں یہی بات ہے۔!"

"اس کے زہر سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ وہ یہ کہ تم بھی زہریلے ہو جاؤ۔!"

"اس کے لئے کتنا عرصہ درکار ہو گا۔؟"

"کم از کم چھ ماہ.... میں تمہیں وہ کتاب دے دوں گا۔! لیکن کیا فائدہ تمہیں فارسی تو آتی نہ ہو گی۔!"

"کیا تم میرے لئے اُسی موضوع کے اہم ترین حصوں کا ترجمہ نہیں کر سکو گے۔!"

"ممکن ہے.... لیکن کیا چوری چھپے بھی وہاں سے نہیں نکل سکتے۔!"

"اُسے کسی نہ کسی طرح خبر ہو جائے گی۔!"

"کیا میں آ کر تم سے مل سکتا ہوں....!"

"وہاں جس کا دل چاہے آ سکتا ہے.... لیکن ملاقات صرف بابا سے ہو گی۔ مجھ سے نہیں مل سکو گے۔!"

"تب پھر کل یہیں ملاقات ہو گی۔ جتنا ترجمہ کر سکا لیتا آؤں گا۔!"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہو گی۔ اپنی گرل فرینڈ کو بھی لانا میں تم دونوں کو انٹرٹین کروں گا۔!" لٹل فی نے کہا۔

"مگر یہ کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ تم کہیں نہیں جا سکتے! میں تمہارے ہی ملک کی ایک ایسی عورت سے واقف ہوں جو تمہیں دیکھتے ہی پاگل ہو جائے گی۔!"

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"تمہیں دیکھ کر پاگل ہو جائے گی۔ اور اس وقت تک پاگل رہے گی جب تک کہ تم اُسے

حاصل نہ ہو جاؤ۔!"

"کیا میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو۔!"

"ابھی تک تو تم ذہانت کی باتیں کرتے رہے تھے۔!" عمران نے بھی ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"کیا وہ عورت میرے ہی جیسی ہے۔!"

"نہیں میرے جیسی ہے....!" عمران نے کہا۔

"مجھے یقین نہیں آتا۔!"

"میں تمہیں یقین دلا بھی نہ سکوں گا۔ کیونکہ تم میرے ساتھ چل نہیں چل سکو گے۔!"

"تب پھر وہ اتنی ہی بدصورت ہو گی کہ کوئی اس کی طرف توجہ نہ دیتا ہو گا۔!"

"اتنی خوبصورت ہے کہ اُس کے قریب پہنچ کر تمہاری زبان بند ہو جائے گی اُسے عرصہ سے کسی سفید فام بونے کی تلاش ہے۔!"

"کیا وہ یہاں اس ریستوران میں نہیں آ سکتی۔!"

"یعنی وہ خود چل کر تمہارے پاس آئے گی۔ نہیں دوست.... وہ ایسی بھی نہیں ہے۔!"

بونا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا "اگر تم کل مجھ سے یہاں ملو تو میں تمہیں بتاؤں گا.... کہ....!" وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو کر عمران کو غور سے دیکھنے لگا۔!

"شائد اندازہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو کہ میں سچا ہوں یا جھوٹا۔!" عمران مسکرا کر بولا۔

"نہیں، یہ بات نہیں! میں کل تمہیں بتاؤں گا کہ چل سکوں گا یا نہیں....!"

"تم بتاؤ یا نہ بتاؤ کل تو مجھے آنا ہی ہے۔ میں نے تم سے وعدہ کیا ہے ترجمہ کرلانے کا۔ اس عورت کی بات تو یونہی نکل آئی تھی۔!"

"کیا وہ تمہاری گرل فرینڈ ہے۔!"

"نہیں ہم ایک ہی لائبریری سے اپنی پسند کی کتابیں لیا کرتے ہیں۔ اور بس۔ کبھی کبھار کسی موضوع پر گفتگو بھی ہو جاتی ہے.... ایک بار اُس نے اپنے اس کومپلکس کا بھی ذکر کیا تھا۔!"

"میں کوشش کروں گا کہ تمہارے ساتھ چل سکوں۔ عامرہ کے زہریلے پن کی وجہ سے میرا دل ٹوٹ گیا ہے۔!"

"مجھے یقین ہے کہ وہ اُسی کا بدل ثابت ہو گی۔!" عمران نے کہا۔ "لیکن تم اس کا تذکرہ کسی

سے نہیں کرو گے۔!"

"اگر تذکرہ کر دیا تو پھر وہاں سے نکل آنے کی کوئی سبیل نہ ہو گی۔" بونا کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"میرا مالک میری نگرانی شروع کرا دے گا۔!"

"آخر وہ تمہیں کہیں جانے کیوں نہیں دیتا۔!"

"میں نے کبھی جاننے کی کوشش ہی نہیں کی۔ کیونکہ مجھے ابھی تک اس پابندی پر غصہ نہیں آیا۔!"

کافی ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ انہوں نے باتوں کی رو میں اُس طرف دھیان ہی نہیں دیا تھا۔

عمران نے ویٹر کو دوبارہ طلب کرنا چاہا۔ لیکن وہ ہاتھ اٹھا کر بولا "نہیں! اب مجھے جانا چاہیے۔ تمہاری اس مہربانی کا ایک بار پھر شکریہ... تو میں کل کس وقت یہاں تمہارا انتظار کروں۔!"

"میں تو شام ہی کو آسکوں گا....!" عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے.... سات بجے میں تمہارا منتظر رہوں گا۔!"

وہ اٹھا اور ریستوران سے نکل گیا۔ پھر عمران نے کھڑکی سے اُسے دیکھا تھا۔ وہ سڑک پار کر کے سامنے والی عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو گیا تھا۔

عمران سوچ کر آیا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اُس عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا۔ لیکن اس ملاقات کے بعد اُس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔

لٹل فی نے سیدھے اپنے کمرے کی طرف نکل جانا چاہا تھا لیکن عقب سے بوڑھے کی آواز آئی۔ "پہلے ادھر۔!"

وہ چونک کر مڑا۔ بوڑھا راہداری کے وسط میں کھڑا اُسے گھورے جا رہا تھا۔ وہ خوف زدہ سے انداز میں اُس طرف بڑھا۔ بوڑھا بائیں جانب مڑ کر ایک کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔ لٹل فی کسی پالتو کتے کی طرح اُس کے پیچھے پہنچ گیا۔

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہاری فرانسیسی مجھ تک نہیں پہنچ سکتی۔!" بوڑھا اُسے گھورتا ہوا بولا.... لٹل فی تھوک نگل کر رہ گیا۔

"جواب دو.... تم نے اجنبیوں سے عامرہ کا ذکر کیوں کیا۔!"

"مم.... میرے حواس بجا نہ تھے۔!"

"اُس صورت میں تمہیں میرے پاس آنا چاہئے تھا۔ تم باہر کیوں نکل بھاگے تھے۔!"

"میرا دل ٹوٹ گیا تھا۔!"

"کتوں کے ساتھ بند ہوا دوں گا اگر بکواس کی... تمہیں میری روحانی قوت پر یقین نہیں ہے۔!"

"یقین ہے یور ہولی نس....!"

"وہ تمہیں کہاں لے جانا چاہتا تھا۔!"

"یہ نہیں بتایا اُس نے۔!"

"اچھا واپس جاؤ.... اگر اب بھی وہاں موجود ہو تو اُس سے کہنا کہ باہر جانے کی اجازت مل گئی ہے۔!"

"اوہ.... تو کیا.... میں اُس کے ساتھ جاؤں گا۔!"

"ابھی اور اسی وقت....!"

"بہت بہت شکریہ.... ہولی نس....!"

بوڑھا مسکرا کر بولا "میں چاہتا ہوں کہ تمہارا ٹوٹا ہوا دل پھر سے جڑ جائے۔!"

لٹل فی اچھلتا کودتا ہوا بھاگ نکلا تھا۔

ریستوران میں داخل ہوا.... لیکن وہ میز خالی تھی۔ ویٹر سے پوچھا۔ اُس نے بتایا کہ بس ابھی ابھی باہر نکلا ہے۔

وہ تیزی سے باہر نکلا تھا۔ صدر دروازے کے قریب کھڑے ہوئے ایک آدمی نے اُس سے پوچھا "کیا اُسے تلاش کر رہے ہو جس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔!"

"ہاں.... ہاں....!"

"وہ بیچارہ ادھر گڑھے میں بیٹھا قے کر رہا ہے۔ باہر نکلتے ہی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔!"

"اوہ....!" وہ تیزی سے اُس گڑھے کی طرف بڑھا جو ریستوران کے بائیں بازو میں تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔

ادھر اندھیرا تھا۔ وہ بے دھڑک گڑھے میں اترتا چلا گیا تھا! پھر اچانک کسی نے اُسے دبوچ

لیا۔ ساتھ ہی اوپر سے فائروں کی آوازیں آنے لگی تھیں۔

یہ کیا ہوگیا....! اُس نے سوچا اور پھر کنپٹیوں پر پڑنے والے دباؤ نے اُسے کچھ سوچنے کے قابل بھی نہ رہنے دیا۔ ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا تھا اور فائروں کی آوازیں بھی اندھیرے میں مدغم ہوگئی تھیں۔

پھر ہوش آیا تو فوری طور پر یاد نہ آسکا کہ اُس پر کیا گذری تھی.... ایک آرام دہ بستر پر پڑا چھت کو تکتا رہا.... لیکن پھر احساس ہوتے ہی کہ وہ اس کا کمرہ نہیں ہے ذہن نے اُس تاریکی میں جست لگائی جو کچھ دیر پہلے اُس کے حواسوں پر طاری ہوئی تھی۔ گڑھے میں اترنا یاد آیا.... پھر کسی کا حملہ.... پھر کنپٹیوں پر دباؤ.... اور وہ فائروں کی آوازیں.... لٹل فی اچھل کر اٹھ بیٹھا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا.... پتا نہیں کہاں آپہنچا تھا۔ وہ آدمی کون تھا.؟ جس نے اُسے گڑھے میں بھیجا تھا؟ تو کیا اُس کے ساتھ سازش ہوئی تھی لیکن کیوں؟ کہیں وہ تیمور کے آدمیوں کے ہتھے تو نہیں چڑھ گیا تھا جسے اُس نے خان ولا میں بوڑھے کے حکم سے گولی ماردی تھی۔

بستر سے اتر ہی رہا تھا کہ دروازے کا ہینڈل گھوما اور کوئی اندر داخل ہوا۔ بونے کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں وہ ایسا ہی حسین چہرہ تھا۔

"تم ہوش میں آگئے۔!" آنے والی نے فرانسیسی میں سوال کیا۔

"لل.... لیکن.... کیوں....؟" بونا ہکلا کر رہ گیا۔

"میں اپنی پسندیدہ چیزیں ہر حال میں حاصل کرلیتی ہوں۔!" عورت نے کہا۔ اس کی آواز بونے کے کانوں میں رس گھول رہی تھی۔

"اُوہ.... اُوہ.... خدایا.... تو تم وہ ہو جس کا ذکر اُس نے کیا تھا۔!"

"ہاں... وہ میرا اسکریٹری ہے۔ میں نے کئی دن ہوئے تمہیں اُسی ریستوران میں دیکھا تھا۔!"

"اوہ... اچھا...!"

"میرے سکریٹری نے غلط نہیں کہا تھا کہ میں تم جیسے لوگوں کے لئے پاگل ہوجاتی ہوں۔!"

"مم.... میری خوش قسمتی....!"

"میرے آدمیوں کو خاصی جدوجہد کرنی پڑی ہے۔ تمہیں یہاں تک لانے کے لئے۔ تمہارے باس کے آدمی تمہاری نگرانی کررہے تھے! انہیں روکے رکھنے کے لئے میرے آدمیوں

کو فائرنگ بھی کرنی پڑی.... اُن کا خیال ہے کہ انہوں نے کم از کم تین آدمیوں کو زخمی کیا ہے۔!"

"مم.... میرے لئے....!" لٹل فی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"فی الحال تمہیں آرام کی ضرورت ہے.... سو جاؤ....!"

"بہت اچھا...... بہت اچھا......!" وہ لجاجت سے بولا۔

"اگر رات کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو اُس گھنٹی کا بٹن دبا دینا....!"

"ضرور.... ضرور۔!"

"شب بخیر.... اُس نے کہا اور کمرے سے چلی گئی.... لٹل فی کے چہرے پر پسینے کی بوندیں پھوٹ آئیں تھیں.... دھم سے بستر پر گرا اور کسی تھکے ہوئے چوپائے کی طرح ہانپنے لگا۔

بوڑھا مضطربانہ انداز میں مسلسل ٹہلے جارہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں گہرے تفکر کی پرچھائیاں تھیں۔ اتنے میں ایک آدمی اُس کی اجازت حاصل کرکے کمرے میں داخل ہوا۔

"کیا ہوا....!" بوڑھے نے پوچھا۔

"کوئی سراغ نہیں ملا جناب.... کون تھے.... کہاں سے آئے تھے اور کدھر چلے گئے.... ہمارے دو آدمی زخمی ہیں.... وہی دونوں جو لٹل فی کی نگرانی کررہے تھے۔ جیسے ہی لٹل فی ریستوران سے نکل کر بائیں طرف بڑھا۔ صدر دروازے کے قریب کھڑے ہوئے ایک آدمی نے نگرانی کرنے والوں پر فائر کردیا۔ وہ اُس کی طرف متوجہ ہوئے تو سڑک کی دوسری جانب سے بھی کسی نے فائر کیا۔ ہمارے دوسرے آدمی بھی دوڑ پڑے.... لیکن ذرا ہی سی دیر میں نہ کہیں لٹل فی کا پتا تھا اور نہ ان لوگوں کا جنہوں نے فائرنگ کی تھی۔!"

بوڑھا کچھ نہ بولا۔ آہستہ آہستہ اُس کے چہرے سے فکر مندی کے سارے آثار غائب ہوگئے اور وہ مسکرا کر بولا۔ "مجھے سے بچ کر کہاں جائیں گے۔!"

"ہم اپنی اُس کوتاہی پر شرمندہ ہیں جناب۔! ہم سمجھے تھے شائد ایک ہی آدمی سے سابقہ ہے ہذا میں نے دو آدمیوں کو لٹل فی کی نگرانی پر لگادیا تھا۔!"

"فکر مت کرو..... اس وقت جو کچھ بھی ہوا ہے۔ اچھا ہی ہوا ہے۔! اب اندازہ ہو گیا کہ وہ تنہا نہیں ہے..... اس کے کچھ اور ساتھی بھی آ گئے ہیں۔!"

"اب ہمارے لئے کیا حکم ہے.....؟"

"آرام کرو..... صبح بتاؤں گا کہ اب کیا کرنا ہے۔!"

وہ چلا گیا اور بوڑھے نے فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے..... دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا تھا۔

"کون ہے.....؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"اشرف جناب.....!"

"درانی کہاں ہے؟"

"آرام کر رہے ہیں جناب۔!"

"اُسے فون پر بلاؤ۔"

"بہت بہتر جناب.....!"

بوڑھا ریسیور کان سے لگائے کھڑا رہا..... تھوڑی دیر بعد نیند میں ہی ڈوبی ہوئی سی آواز آئی۔ "لیس سر.....!"

"اتنی جلدی سو گئے تھے۔!"

"طبیعت کچھ خراب ہو گئی ہے جناب..... ٹمپریچر ہے۔!"

"اچھا یہ بتاؤ..... کبھی لٹل فی بھی آیا تھا تمہاری طرف.....!"

"جی ہاں..... بس کیا عرض کروں۔!"

"کیا بات ہے.....؟"

"کبھی کبھی آتا رہا ہے یہاں..... میری ایک لیبارٹری اسسٹنٹ کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ بس یہاں والوں کے لئے دلچسپی کا ایک موضوع ہاتھ آ گیا تھا۔ وہ خود ہی اُسے بلواتے تھے اور یہاں آکر اس لیبارٹری اسسٹنٹ کے پیچھے دوڑتا رہتا تھا۔!"

"حالانکہ ایسا نہ ہونا چاہئے تھا۔!" بوڑھے نے سرد لہجے میں کہا۔

"میں نے بہت کوشش کی تھی کہ ایسا نہ ہو لیکن وہ لیبارٹری اسسٹنٹ خود ہی مزے لیتی

تھی۔ اُسے سر چڑھایا تھا۔!"

"اچھی بات..... تو جتنی جلد ممکن ہو وہ سب کچھ وہاں سے ہٹا دو۔ نمبر سات میں لے جاؤ۔"

"اس وقت.....؟" دوسری طرف سے متحیرانہ لہجے میں پوچھا گیا۔

"ہاں اسی وقت..... ورنہ دشواری میں پڑو گے..... وہ جگہ بالکل خالی کر دو.....!"

"لل..... لیکن جناب عالی!"

"یہ بے حد ضروری ہے۔ لٹل فی ہمارے ہاتھ سے نکل گیا ہے اور تم جانتے ہی ہو کہ فی الحال ہم کن دشواریوں میں پڑے ہوئے ہیں۔!"

"مجھے علم ہے جناب.....!"

"بس تو پھر جلدی کرو..... ابھی اور اسی وقت۔!"

"بہت بہتر جناب.....!"

بوڑھے نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پھر ٹہلنے لگا۔ دو تین منٹ بعد اُس نے پھر فون کا ریسیور اٹھایا تھا۔ پھر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور جواب ملنے پر بولا۔ "شہریار اور داؤد سے کہو کہ جتنی جلد ممکن ہو۔ نمبر گیارہ میں پہنچ جائیں..... ایک بار پھر سنو انہیں نمبر گیارہ میں پہنچنا ہے۔ کنجی صدر دروازے کی بائیں جانب والے پام کے گملے کے نیچے ملے گی..... ریسیور رکھ کر تیزی سے اُس راہداری میں داخل ہوا تھا۔ جہاں اوپری منزل کے زینے تھے۔ زینے طے کر کے اوپری منزل پر پہنچا تھا۔

ایک کمرے میں داخل ہوا دروازہ بند کیا اور روشنی کا سوئچ آن کر دیا۔ کمرہ کیا تھا اچھا خاصا اسلحہ خانہ تھا۔ جو لباس پہن رکھا تھا اُسے اتار کر جسم پر بلٹ پروف لگانے شروع کئے اور ذرا ہی سی دیر میں از منہ وسطیٰ کا کوئی جنگجو نظر آنے لگا۔ پھر سیاہ رنگ کا سوٹ پہنا تھا اور سر پر کچھ ایسی وضع کا چرمی خود چڑھایا تھا کہ آنکھوں، ناک اور دہانے کے علاوہ چہرے کے بقیہ حصے چھپ گئے تھے۔ اس ہیئت میں آکر کوئی اُسے دیکھ پاتا تو آسانی سے نہ پہچان سکتا۔

وہاں سے وہ عقبی پارک میں آیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد واٹر کول انجن والی ایک موٹر سائیکل عقبی پارک سے نکلی اور چکر کاٹ کر سڑک پر آ گئی۔ پھر وہ طوفانی رفتار سے کسی نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔ بوڑھا کسی فولادی مجسمے کی طرح اُس کی سیٹ پر جما ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد موٹر سائیکل جیلانی کے بنگلے کے سامنے والی زیر تعمیر بستی میں داخل ہوئی تھی۔ ایک جگہ اُس نے

موٹر سائیکل روکی.... انجن بند کیا اور اتر کر ایک جانب پیدل چل پڑا۔ کچھ دیر بعد ایک ایسی عمارت کی پشت پر پہنچ کر رک گیا جو دوسری عمارتوں سے الگ تھلگ واقع ہوئی تھی.... چند لمحے ادھر ادھر اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا دیوار کے قریب پہنچا یہاں ایک چھوٹا سا دروازہ تھا اس کا قفل کھول کر اندر داخل ہوا۔

یہ ایک مکمل عمارت تھی۔ اور اس کے ایک کمرے میں روشنی بھی نظر آ رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ زینوں کی طرف بڑھتا رہا.... بڑی احتیاط سے چھت پر پہنچا تھا۔ اوز روشن دان سے اُس کمرے میں جھانکنے لگا تھا جس میں روشنی نظر آ رہی تھی۔

شہریار اور داؤد ایک میز کے گرد ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے نظر آئے اور ان کے رخ براہِ راست روشن دان کی طرف نہیں تھے۔ دونوں کسی مسئلے پر بڑی سرگرمی سے گفتگو کر رہے تھے۔!

اُس نے روشندان کو تھوڑا سا اٹھا کر اپنا بایاں کان اُس سے لگا دیا۔ اور اُن کی آوازیں بخوبی اُس تک پہنچنے لگیں۔ داؤد کہہ رہا تھا "اس لئے میں کہتا ہوں کہ ہمیں کچھ دنوں کے لئے شاہ دارا چھوڑ ہی دینا چاہیئے۔!"

"ہم دونوں ایک ہی کشتی پر سوار ہیں۔!" شہریار بولا "لیکن میں یہاں سے ہٹ جانے کا مشورہ ہرگز نہیں دوں گا۔ کیا تم سمجھتے ہو اُسے علم نہ ہو گا کہ ہم کہاں ہیں۔!"

"اگر ہم محتاط رہیں تو علم نہیں ہونے پائے گا۔!"

"خیال ہے تمہارا.... اُس کے وسائل محدود نہیں ہیں! شاہ دارا میں بیٹھے بیٹھے ہر طرف کی خبر رکھتا ہے۔ ورنہ اُسے کیسے معلوم ہو سکتا کہ سر سلطان نے اپنے طور پر کوئی نیا محکمہ ترتیب دیا ہے جبکہ سر سلطان کے علاوہ اور کسی کو اس کا علم نہیں۔!"

"سوال یہ ہے کہ اس وقت ہم یہاں کیوں طلب کئے گئے ہیں۔!"

"اوہ...!" شہریار کی آواز آئی "میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ اپنی کوٹھی ہی پر کیوں نہیں بلایا۔!"

"کوئی خاص ہی بات معلوم ہوتی ہے۔!"

"سنو.... مجھے تو وحشت ہو رہی ہے۔ وہ براہِ راست خود بھی تو ہمیں فون کر سکتا تھا۔ کسی کے ذریعے سے فون کرانے کی کیا ضرورت تھی۔!"

"یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم کسی اور کے طلب کرنے پر یہاں آئے ہیں۔!"

"ہاں....! میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔!"

"کس کے طلب کرنے پر۔!"

"خدا جانے.... کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں دس منٹ اور انتظار کروں گا۔ پھر اُس کے بعد ہم یہاں نہیں رکیں گے۔!"

بوڑھے نے جیب سے پستول نکالا.... اُس پر سائیلنسر فٹ کیا وینٹیلیٹر کو اٹھا کر شہریار کی کنپٹی کا نشانہ لیا۔ پوزیشن ایسی تھی کہ فوری طور پر داؤد کو بھی نشانہ بنا سکتا.... ہلکی سی آواز ہوئی اور شہریار جھٹکے سے دوسری طرف الٹ گیا۔ داؤد بوکھلا کر اٹھ ہی رہا تھا کہ دوسری آواز ہوئی اور وہ اچھل کر شہریار سے کسی قدر فاصلے پر جا گرا۔ کمرے سے ہاتھ پیر پٹخنے کی آوازیں آ رہی تھیں اور بوڑھا دوسری جیب ٹٹول رہا تھا۔ اُس نے سیاہ رنگ کا ایک پرس نکالا اور روشن دان سے کمرے میں پھینک دیا۔

پھر وہ بڑے اطمینان سے وہاں سے رخصت ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مرغابیوں کا شکار کر کے واپس جا رہا ہو۔ جس راستے سے اندر آیا تھا اُسی سے واپس ہوا۔

دوسری صبح بونے کو پر تکلف ناشتہ کرایا گیا۔ عمران کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ سامنے جولیانا فٹز واٹر تھی۔

"تمہارا باس آخر کس قسم کا آدمی ہے۔!" جولیا نے بونے سے پوچھا۔

"خدا جانے.... کہتا ہے کہ کتے کا پجاری ہوں۔! اور میری روحانی قوت کا یہ عالم ہے کہ میں ہزاروں میل کی باتیں گھر بیٹھے دیکھ لیتا ہوں۔!"

"پیشہ کیا ہے۔!"

"کتے پالتا ہے.... اور منشیات کے بیوپاریوں سے اُس کے بہت اچھے تعلقات ہیں۔ ساری دنیا میں امن قائم کرنے کا ایک عظیم الشان منصوبہ بنایا ہے اُس نے۔!"

"کیسا منصوبہ۔؟"

"چرس کے بیوپاریوں میں اُس کی تبلیغ کرتا ہے۔!"

"منصوبہ بھی تو بتاؤ۔!"

"وہ کہتا ہے کہ ہزار ہا سال کے جابرانہ نظاموں کے دباؤ کی وجہ سے انسانی ذہن بہت زیادہ مشتعل ہو گیا ہے اور ساتھ ہی ان نظاموں سے نکلنے کی تدبیریں بھی سوچتا رہا ہے۔ اس طرح اُس کے اعصاب بہت متحرک ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اگر انہیں کسی طرح پُر سکون کر دیا جائے تو دنیا جنت بن جائے گی لوگ فرشتوں کی طرح زندگی بسر کریں گے۔!"

"اوہ تو کیا اُس نے ایسا کوئی طریقہ دریافت کر لیا ہے۔!" عمران نے سوال کیا۔

"کیوں نہیں.... نہایت آسان طریقہ.... اُس کا کہنا ہے کہ چرس کو معمولی تمباکو کی طرح ساری دنیا میں عام کر دیا جائے۔ معمولی سگرٹوں کی جگہ چرس کے سگریٹ فروخت کئے جائیں۔ وہ چرس کا اسی طرح احترام کرتا ہے۔ جیسے ہم بائیبل کا کرتے ہیں۔!"

"خود بھی چرس پیتا ہو گا۔!"

"نہیں اُسے کسی چیز سے بھی نشہ نہیں ہوتا۔!"

"مگر مجھے اُس سے ایک شکایت ہے۔!" عمران نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"تمہیں کیا شکایت ہے۔!"

"اس میں حب الوطنی کی کمی ہے۔ غیر ملکی اقسام کے کتے بھر رکھے ہیں۔! اُن میں ایک بھی کتا دیسی نہیں ہے۔!"

بونا زور سے ہنس کر بولا "یہی تو تم نہیں جانتے.... کوئی بھی نہیں جانتا۔!"

"میں کیا نہیں جانتا۔!"

"اُسکے پاس سارے کتے دیسی ہیں! ایک بھی حقیقتاً کسی غیر ملکی نسل سے تعلق نہیں رکھتا۔!"

"شائد تم نے بھی چرس پی رکھی ہے۔!" عمران بُرا مان جانے کی ایکٹنگ کرتا ہوا بولا۔

"نہیں دوست! میں حقیقت بیان کر رہا ہوں.... دیسی کتوں کے ننھے ننھے پلے غیر ملکی نسلوں میں تبدیل کر دیئے جاتے ہیں۔!"

"ناممکن....!" عمران میز پر ہاتھ مار کر بولا۔

"یقین کرو میرے دوست! بہت بڑی تجربہ گاہ ہے۔ سائنسی آلات سے لیس کتوں کے پلے تجرباتی دور سے گذارے جاتے ہیں۔ بتدریج اُن کی قسم تبدیل ہوتی رہتی ہے اور وہ کسی دوسری

نسل کے کتوں کی شکل میں جوان ہو جاتے ہیں۔!"

"کیا میں واقعی اس پر یقین کر لوں ماموزیئل...!" عمران نے جولیا کیطرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں آدمی کے چہرے سے اس کے کردار کا اندازہ لگا سکتی ہوں۔! موسیو رولاں جھوٹے نہیں ہیں۔!" جولیا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ اور بونے کی آنکھیں فرطِ مسرت سے چمکنے لگیں۔

"کیا میں اُس تجربہ گاہ کو دیکھ سکتا ہوں موسیو رولاں۔" عمران بولا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ باس اس سلسلے میں خاصی رازداری برتتا ہے۔ اُسے علم نہیں ہے کہ میری رسائی کس طرح تجربہ گاہ تک ہو گئی تھی۔!"

"اگر تم مجھے اُس جگہ کا پتا بتا دو تو میں اپنے طور پر دیکھ لوں گا۔!"

"کیا حرج ہے۔!" جولیا بونے کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"تم کہتی ہو تو ضرور بتا دوں گا۔" بونا سر ہلا کر بولا۔

عمران نے اس کا بتایا ہوا پتا نوٹ کیا تھا۔

"اب یہ کتنی بڑی دشواری ہے کہ تم میرے ساتھ باہر نہیں جا سکتے۔" جولیا نے بونے سے کہا۔!

"مجھے خود بھی افسوس ہے! لیکن میرا باہر نکلنا مناسب نہ ہو گا۔ باس کے آدمی میری تلاش میں ہوں گے۔!"

"تو کیا وہ تمہیں مجھ سے چھین لے جائیں گے اگر دیکھ لیا۔!"

"مجھے گولی مار دیں گے۔ جن حالات میں تم تک پہنچا ہوں وہ باس کے لئے چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں۔! اُسے خوف ہو گا کہ کہیں میں اُس کے اندرونی معاملات کی اطلاع دوسروں تک پہنچنے کا باعث نہ بن جاؤں۔!"

"تو وہ غیر قانونی حرکات کا مرتکب ہوتا رہتا ہے۔!"

"میں نہیں جانتا کہ یہاں کون سی حرکت قانونی ہے اور کون سی غیر قانونی....!"

"اچھی بات ہے تو تمہاری خاطر میں بھی گھر ہی تک محدود ہو کر رہ جاؤں گی۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس طرح اپنی خوش قسمتی پر ناز کروں۔!"

"اوہ.... مجھے خوشی ہے کہ تم بھی فرانسیسی ہو۔!"

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی تھی اور عمران اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا آیا تھا۔

چوہان کی کال تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "داؤد اور شہریار بھی مار ڈالے گئے۔!"

"کب.... اور کہاں....؟" عمران نے طویل سانس لے کر پوچھا۔

"نور بستی کی ایک عمارت میں.... آج صبح.... وہ عمارت مقفل تھی.... آج صبح پانچ بجے بستی کے چوکیدار نے دروازہ کھلا دیکھا.... اُسے شک ہوا.... اندر پہنچا تو دونوں کی لاشیں ملیں.... سیاہ رنگ کا ایک پرس بھی لاشوں کے قریب ملا ہے۔ اس پرس میں سردار واجد کا شناختی کارڈ پایا گیا ہے۔!"

"عمارت کس کی ملکیت ہے۔!"

"داؤد کے نام پر کرائے پر حاصل کی گئی تھی.... مالک سردار گڈھ میں رہتا ہے۔!"

"وہاں پائے جانے والے پرس سے متعلق پولیس کی کیا رائے ہے۔!"

"ابھی معلوم نہیں ہو سکا! معلوم کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ پرس دونوں مقتولوں میں سے کس کا ہے۔ یا اُسی کا ہے جس کا شناختی کارڈ اُس میں موجود ہے۔!"

"مجھے باخبر رکھنا....!" کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

واپس آیا تو دیکھا کہ بونا ناشتے کی میز ہی پر سر رکھ کر سو گیا ہے۔ اور جولیا اُس کے سامنے بیٹھی اخبار دیکھ رہی ہے۔!

عمران نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے پھر جولیا کو گھورتا ہوا بولا "یہ کیا ہوا....!"

"بس باتیں کرتے کرتے سو گیا....!" جولیا اخبار سے نظر ہٹائے بغیر بولی۔

"کافی میں کیا تھا۔!"

"سفوف بیہوشی....!"

"کیا بیوقوفی ہے....!"

"جولیا نے اخبار میز پر رکھ دیا۔ اور دانت پیس کر بولی "اس مضحکے کیلئے میں ہی رہ گئی تھی۔!"

"سب چوپٹ کر دیا۔ ابھی اس سے بہت سی باتیں کرنی تھیں۔!"

"اسے یہاں سے لے جاؤ، ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گی۔!"

"یہ یہیں رہے گا.... اگر تم اسے اپنی فراست سے ہینڈل نہ کر سکیں تو پھر کس مرض کی دوا ہو ایکس ٹو کی ٹیم میں.... برکت کے لئے تو رکھی نہیں گئی ہو۔!"

"تمہیں شرم آنی چاہئے۔!"

"تمہارا مزاج یہیں کی.... عورتوں کا سا ہوتا جا رہا ہے۔ لہذا میرا مشورہ ہے کہ ریٹائرمنٹ کی درخواست دے کر کسی مقامی سیٹھ سے منگنی کر لو۔!"

"جہنم میں جاؤ....!" کہتی ہوئی وہ کرسی سے اٹھ گئی۔ لیکن عمران راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔!

"ہٹو سامنے سے.... ورنہ تھپڑ مار دوں گی....!" جولیا نے کہا لیکن پھر فوراً ہی سنبھل گئی کیونکہ غزالہ دروازے کے قریب کھڑی نظر آئی تھی اور اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔!

جولیا تیزی سے مڑی اور اُسکے قریب ہی سے نکلی چلی گئی۔ غزالہ عمران کی طرف بڑھ آئی۔

"یہ عورت تم سے بہت بے تکلف معلوم ہوتی ہے۔!"

"خالہ ہے نا....!"

"کیا مطلب....!"

"اس قدر مقامی رنگ چڑھ گیا ہے اس پر کہ خالہ معلوم ہونے لگی ہے۔!"

"پھر بھی میں سمجھ نہیں سکی.... تمہارے منہ پر تھپڑ مارنے کو کہہ رہی تھی....!"

"تم نہ آجاتیں تو مار بھی دیتی۔!"

"اور تم برداشت کرتے ہو....!"

"ہمارے چیف کی سرچڑھی ہے۔ اس لئے سبھی برداشت کرتے ہیں۔!"

"یہ جانور کہاں سے پکڑ لائے ہو۔!" وہ بونے کی طرف دیکھ کر بولی۔

"بس ہاتھ آ گیا.... اُن لوگوں کے بارے میں کچھ جانتا ہے.... دشواری یہ ہے کہ باتیں کرتے کرتے گہری نیند سو جاتا ہے۔!"

"مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے قانون کے محافظ ان کے آگے بے بس ہو گئے ہوں۔!"

"میرے احساسات بھی اس سے مختلف نہیں ہیں۔ آج اُن دونوں کی لاشیں بھی ملی ہیں۔"

"کن کی....!" وہ بوکھلا گئی۔

"شہریار اور داؤد کی لاشیں پولیس کو ملی ہیں.... تمہارے بنگلے کے سامنے والی آبادی نور پور بستی کی کسی عمارت میں....!"

"اور.... وہ سردار واجد....!"

"سردار واجد.... معمہ بن گیا ہے.... اگر وہی قاتل ہے تو حد درجہ دیدہ دلیر ہے کہ ہر موقع واردات پر اپنی کوئی نہ کوئی نشانی ضرور چھوڑ جاتا ہے۔ خان ولا میں پستول چھوڑ گیا تھا۔ اور یہاں ان دونوں لاشوں کے قریب ایک ایسا پرس پڑا ملا ہے جس میں سردار واجد کا شناختی کارڈ موجود تھا۔!"

"میرا خیال ہے کہ تمہارا ہی نظریہ درست ہے.... کوئی اور ہی سردار واجد کو اصل مجرم بنا کر پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور ہو سکتا ہے اُسے ختم بھی کر دیا گیا ہو۔!"

"بہر حال جو کوئی بھی ہے۔ بُری طرح بوکھلایا ہوا ہے۔ اور عنقریب کوئی ایسی غلطی کرے گا کہ پوری طرح ہماری گرفت میں آجائے گا۔ فی الحال وہ چن چن کر ایسے لوگوں کو ٹھکانے لگائے دے رہا ہے جن کی وجہ سے اُس کی نشان دھی ہو جانے کا امکان ہو۔!"

"تم کیا کر رہے ہو۔!"

"میں فی الحال اس بونے کو اسٹڈی کر رہا ہوں۔! یہ کتوں کے امراض کا ماہر ہے اور ملازم ہے باباسگ پرست کا۔!"

"پتا نہیں کیوں مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ان ساری حرکتوں کی پشت پر وہی ہے۔ نہ جانے کس طرح ڈیڈی ملوث ہوئے ہوں گے۔!"

عمران کچھ نہ بولا "ڈیڈی" کا ذکر زبان پر لاتے ہی وہ کچھ مضمحل سی ہو گئی تھی۔

"اب دیکھو کب جاگتا ہے۔!" عمران بونے کی طرف پُر تشویش نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"تم اس سے کیا معلوم کر سکو گے.... میری دانست میں یہ کسی ایسی حیثیت کا حامل نہیں ہو سکتا۔!"

"دیکھیں گے.... ابھی اس سے گفتگو ہی نہیں کر سکا۔!"

"نہ جانے کیوں وہ عورت.... جولیانا.... مجھے تمہاری طرف سے برگشتہ کر دینے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔!"

"ارے اس کی بات نہ کیجئے.... وہ تو خود مجھے میری طرف سے برگشتہ کر دینے پر تلی بیٹھی ہے۔ بچپن میں اپنے والدین کے درمیان جھگڑا کراتی رہتی تھی۔!"

"بیکار باتیں نہ کرو.... میں بچی نہیں ہوں! پتا نہیں مجھے کس طرح برداشت کر رہی ہے۔!"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"! عمران نے حیرت سے کہا۔

"تمہارے قریب کسی دوسری عورت کو نہیں دیکھ سکتی۔ میں نے یہی محسوس کیا ہے۔!"

"آپ عورت کی بات کرتی ہیں۔ پچھلے سال اُس نے میری بھینس کے ساتھ بہت بُرا برتاؤ کیا تھا۔ رات کو چپکے سے رسی کھول دی۔ اور وہ نہ جانے کس طرف نکل گئی۔ آج تک پتہ نہیں چل سکا۔!"

"بھینس کا تم کرتے ہی کیا۔" غزالہ نے مضمحل سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"بھینس ہی کچھ نہ کچھ کرتی میرا....!" عمران مایوسی سے بولا۔

"پھر دیوانگی طاری ہونے لگی۔ ابھی تو اچھی خاصی باتیں کر رہے تھے۔!"

"اوہ.... اب میں اس کا کیا کروں۔!" اُس نے لٹل فی کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا "اسی طرح پڑا رہنے دوں یا اٹھا کر بستر پر لٹا دوں۔!"

"تمہارا درد سر ہے! میں کیا جانوں....!" غزالہ نے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

اُس کے جاتے ہی عمران نے اُسے ہوش میں لانے کی تدبیریں شروع کر دیں تھی.... جولیا پھر آگئی۔ عمران اُسے گھورتا ہوا بولا "تم نے اچھا نہیں کیا۔!"

"تمہارے جاتے ہی وہ میرے حسن کی تعریف کرنے لگا تھا۔!"

"اس پر تو تمہیں نشہ ہو جانا چاہئے تھا۔!"

"فضول باتیں نہ کرو.... یہ مجھے اتنا اہم نہیں معلوم ہوتا۔ اس کے توسط سے تم اُس بوڑھے کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں کر سکو گے۔!"

"میں عموماً بنجر زمینوں پر کاشت کرتا ہوں اور کچھ نہیں تو کانٹوں دار پودے ہی اگا لیتا ہوں.... اور وہ کانٹے میرے لئے خون کی بوندیں فراہم کر دیتے ہیں۔!"

"بکواس کرنے کے علاوہ اور کسی قابل نہیں ہو۔!"

"میں اسے جلد از جلد ہوش میں لانا چاہتا ہوں.... تم سیاہ کافی تیار کر دو۔!"

"وقت ضائع کر رہے ہو....!" کہتی ہوئی وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔

دس پندرہ منٹ کی جدوجہد کے بعد عمران اُسے جگا دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ جولیا کافی تیار کر لائی تھی۔

"مم.... مجھے پتا نہیں کیا ہو گیا تھا۔" لٹل فی شرمندگی ظاہر کرتا ہوا بولا۔ اور اس طرح رہ رہ کر آنکھیں پھاڑنے لگا جیسے خود بھی جاگتے رہنے کی جدوجہد میں مصروف ہو۔!

عمران نے کپ میں کافی انڈیلی تھی اور اُس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا "فکر نہ کرو.... کبھی کبھی ہو جاتا ہے ایسا بھی۔!"

"پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں باتیں کرتے کرتے سو گیا ہوں۔!"

"جسم انسانی میں تبدیلیاں ہوتی ہی رہتی ہیں۔ یہ کوئی ایسی پریشانی کی بات نہیں۔!"

"پھر بھی تشویش ہو گئی ہے۔!" لٹل فی نے جولیا کی طرف دیکھ کر کہا "مجھے ان خاتون سے ندامت ہے! پتا نہیں انہوں نے میرے بارے میں کیا سوچا ہو۔!"

"کچھ بھی نہیں۔" جولیا ہنس کر بولی "کبھی کبھی میری بھی یہی کیفیت ہو جاتی ہے اگر بور کرنے والی باتیں کر رہی ہوں۔!"

عمران نے جولیا کو وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا تھا۔ اور لٹل فی کیلئے مزید کافی انڈیلی تھی۔

"کیا تم فرانس واپس جانا چاہتے ہو۔؟" اُس نے کچھ دیر بعد سوال کیا اور لٹل فی چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"کیا تمہیں میری اس بات سے صدمہ پہنچا۔!" عمران نے خفت ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

"نن.... نہیں صدمہ کیوں؟ لیکن وہاں میری کیا حیثیت ہو گی۔ میرے پاس باقاعدہ طور پر میڈیسن کی ڈگری ہے۔ لیکن فرانس میں مجھے پیٹ پالنے کے لئے سرکس میں نوکری کرنی پڑی تھی۔ یہاں میں معالج ہوں۔ کتوں ہی کا سہی۔!"

"مادام میوری کے ساتھ گئے تو اب تمہاری دوسری حیثیت ہو گی۔!"

"اوہ... مادام کے ساتھ تو میں جہنم میں بھی جانے کے لئے تیار ہوں۔ میرے پاسپورٹ کی حال ہی میں تجدید ہوئی ہے۔ مادام میوری جب چاہیں مجھے اپنے ساتھ فرانس لے جا سکتی ہیں۔!"

"میں انہیں یہ خوشخبری سنا دوں گا۔!" عمران نے کہا اور پُر تشویش نظروں سے اُسے دیکھتا رہا۔

"اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو۔!"

"اسی سوچ میں ہوں کہ آخر دیسی کتے کے پلے غیر ملکی اقسام میں کیسے تبدیل ہو جاتے ہوں گے۔!"

"میرے لئے بھی حیرت انگیز ہے لیکن ایسا ہوتا ضرور ہے۔!"

"اتنے پلے کہاں سے فراہم ہوتے ہیں۔!"

"خصوصاً اس موسم میں کتیائیں جگہ جگہ بچے دیتی پھرتی ہیں۔ وہی اٹھوا لئے جاتے ہیں۔!"

"اُف فوہ.... میں بھی کتنا بیوقوف ہوں۔ اتنے سامنے کی بات نہ سوجھی۔!"

"کوئی بات نہیں.... کبھی کبھی ہم بہت سیدھی سادھی باتیں بھی بڑے گھماؤ پھراؤ کے ساتھ سوچتے ہیں۔!"

"جب تمہارا باس اُس تجربہ گاہ کو پردہ راز میں رکھنا چاہتا ہے تو تم وہاں تک کیسے پہنچے ہو گے۔!"

"مجھے بانو وہاں لے گئی تھی۔!"

"بانو کون ہے....؟"

"ڈاکٹر درانی کی لیبارٹری اسسٹنٹ ہے۔!"

"کیا مجھے اُس کا پتا نہیں بتاؤ گے.... شائد وہی مجھے وہاں کی سیر کرا سکے....!"

"پتہ ضرور بتاؤں گا۔ لیکن وہ تمہیں وہاں نہیں لے جائے گی۔ میری اور بات تھی۔ سب کے لئے جانا پہچانا تھا۔!"

"میں کوئی صورت نکال لوں گا۔ تم پتا بتا دو۔!"

لٹل فی نے اس کا پتا بھی عمران کو لکھوا دیا تھا۔

❖

بانو کہیں باہر جانے کے لئے اپنے فلیٹ سے نکلی تھی۔ خاصی خوش شکل اور اسمارٹ لڑکی تھی۔ پڑوسیوں میں خوش مزاج اور زندہ دل سمجھی جاتی تھی۔ خصوصیت سے بچے اُسے گھیرے رہتے تھے۔ کیونکہ وہ انہی کی سطح پر آکر ان کے مشاغل میں حصہ لیتی تھی۔

اس وقت بھی باہر نکلی تو آس پاس کے بچے گھیر کر کھڑے ہو گئے۔ اگر وہ شاپنگ کے لئے جا رہی تھی تو وہ بھی اس کے ساتھ جانا چاہتے تھے۔

"اپنی ممیوں سے اجازت لے آؤ.... مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔" بانو نے کہا۔

اُس کا فلیٹ عمارت کے گراؤنڈ فلور پر تھا۔ وہ دروازے کے پاس سے ہٹ کر کھلے میں نکل آئی اور بچوں سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ اُن بچوں کے گھر والے اپنی اپنی کھڑکیوں میں کھڑے ہنس رہے تھے کہ اچانک اُسی دواساز کمپنی کی ایک گاڑی سامنے آرکی جس میں بانو ملازم تھی۔ بچے گاڑی کو پہچانتے تھے۔ کیونکہ وہ روزانہ صبح کو وہاں آتی تھی اور بانو کو کمپنی کی لیب تک پہنچاتی تھی۔ آج اتوار تھا۔ لہٰذا اس کا آنا بھی خلافِ معمول ہی تھا۔ لیکن بچوں نے شور مچانا شروع کردیا کہ اب تو کوئی دشواری ہی نہیں رہی وہ اُسی گاڑی پر انہیں بازار تک لے جاسکے گی۔!

بانو نے گاڑی کی آمد پر حیرت ظاہر کی تھی۔ ڈرائیور گاڑی سے اتر کر اُس کے قریب آیا اور اطلاع دی کہ ڈاکٹر درانی نے طلب کیا ہے۔! لیکن یہ نہ بتا سکا کہ اس خلاف معمول بلاوے کا مقصد کیا ہے۔

بچوں کو سمجھا بجھا کر وہ گاڑی کی طرف بڑھی تھی۔ ڈرائیور کی سیٹ کے برابر ایک اجنبی بیٹھا نظر آیا۔ بانو نے اُسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"یہ کون ہے۔؟" اُس نے آہستہ سے ڈرائیور کو مخاطب کیا۔

"میرا بھائی ہے جی.... گاؤں سے آیا ہے۔!" ڈرائیور بولا "میں نے کہا اس بہانے سے شہر میں بھی گھمادوں۔!"

"تم نے اچھا کیا۔! لیکن اپنی طلبی میری سمجھ میں نہیں آئی۔!"

"پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا....؟" ڈرائیور سر ہلا کر بولا "مجھے معلوم ہوتا تو ضرور بتادیتا جی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا تھا جی.... کہ آپ کو لے آؤں۔!"

پچھلی سیٹوں میں سے ایک پر بیٹھتے ہوئے ایک بار پھر اُس نے اجنبی کے چہرے کا جائزہ لیا.... خدوخال کی بناوٹ کے اعتبار سے وہ کوئی اچھا آدمی نہیں لگتا تھا۔ لیکن وہ بہر حال تن بہ تقدیر بیٹھی رہی۔

گاڑی حرکت میں آگئی تھی۔ لیکن بانو نے جلد ہی محسوس کرلیا تھا کہ وہ مقررہ راستے پر نہیں جارہی! اُس نے ڈرائیور سے پوچھا۔

"جی بس....! شارٹ کٹ! جلدی پہنچیں گے....!"

وہ خاموش ہورہی.... لیکن پھر جب وہ گاڑی کو کچے میں اتار کر جنگل کی طرف موڑنے لگا تو

وہ بول ہی پڑی۔ "یہ کدھر لے چلے....!"

دفعتاً اگلی سیٹ والا اجنبی غرایا۔ "چپ چاپ بیٹھی رہو۔!"

پھر چاقو کھلنے کی کرکراہٹ انجن کے شور کے باوجود بھی اُس کے کانوں تک پہنچی تھی.... گھگھی بندھ گئی بیچاری کی.... زبان گنگ ہوگئی تھی.... کچھ دور چلنے کے بعد ڈرائیور نے عقب نما آئینے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "ایک موٹر سائیکل بھی پیچھے آرہی ہے۔!"

"فکر مت کرو.... آنے دو....!" اجنبی بولا۔

خوفناک قسم کے اندیشے بانو کے ذہن پر سر ابھار رہے تھے اور اُس کے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ چھوٹ رہا تھا!

گاڑی جنگل میں داخل ہوگئی تھی اور اب سڑک نظر نہیں آرہی تھی۔ بانو نے غیر ارادی طور پر مڑ کر پیچھے دیکھا۔ لیکن اُس نے جس موٹر سائیکل کا ذکر سنا تھا وہ کہیں نہ دکھائی دی۔

"خدا کے لئے مجھے بتاؤ.... کیا بات ہے۔!" وہ روہانسی ہوکر بولی۔

"آپ بات بڑھا رہی ہیں بی بی....!" ڈرائیور نے نرم لہجے میں کہا۔ "مجھ سے جو کہا گیا ہے کر رہا ہوں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا۔!"

"تمہارے بھائی نے چاقو کیوں کھولا ہے۔!"

"اس لئے کہ آپ شور نہ مچائیں۔!"

"خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو.... میری بوڑھی ماں....؟"

"وہ آرام سے رہے گی!" اجنبی بات کاٹ کر بولا۔ "تمہیں بھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔!"

"تو پھر یہ کہاں۔!"

"کچھ دنوں کے لئے دوسروں سے الگ کی جارہی ہو۔!"

"آخر کیوں۔؟"

"ڈاکٹر صاحب نے یہ نہیں بتایا....!"

دفعتاً کئی اطراف سے فائروں کی آوازیں آئی تھیں۔ اور گاڑی کا ایک ٹائر دھماکے کے ساتھ برسٹ ہوا تھا.... بانو ہذیانی انداز میں چیخنے لگی.... گاڑی رک گئی تھی.... دونوں گاڑی سے اتر کر بھاگے اور جھاڑیوں میں گھستے چلے گئے.... فائر اب بھی ہورہے تھے....! بانو سیٹ سے پھسل کر

نیچے آرہی.... سہم کر سیٹوں کے درمیان دبک گئی۔

فائروں کی آوازیں تھوڑے تھوڑے وقفے سے برابر آرہی تھیں.... ایک گولی گاڑی کے کسی حصے سے پھر ٹکرائی تھی.... بانو پر دہشت کے مارے غشی سی طاری ہونے لگی تھی۔ لیکن وہ اپنے ذہن سے لڑتی رہی۔ کوشش کر رہی تھی کہ ہوش و حواس قائم رہیں۔

ڈرائیور اور اُس کا مبینہ بھائی نہ جانے کدھر نکل بھاگے تھے۔ پھر سناٹا چھا گیا اور جنگل صرف پرندوں کے شور سے گونجتا رہا۔ فائروں کی آوازیں اب نہیں آرہی تھیں لیکن بانو سر اٹھانے کی ہمت نہ کر سکی۔ سیٹوں کے درمیان اُسی طرح دبکی رہی۔

سورج غروب ہونے والا تھا۔ سناٹا چھانے کے بعد بھی دس پندرہ منٹ گذر گئے۔ لیکن بانو اپنی پوزیشن میں تبدیلی کرنے کی ہمت نہ کر سکی۔!

پھر ایسا لگا تھا جیسے کسی نے گاڑی کی باڈی پر ہاتھ مارا ہو۔ وہ اچھل پڑی اور دل ایک بار پھر حلق سے دھڑکنے لگا اور ٹھیک اُسی وقت تیز قسم کی سرگوشی بھی سنائی دی۔ "بانو.... کیا آپ گاڑی میں موجود ہیں۔!"

"ہاں" بے ساختگی میں عجیب سی آواز اُس کے حلق سے نکلی تھی۔ جھاڑیاں سرسرائیں اور گاڑی کا دروازہ کھلا تھا۔ وہ پیچھے کی طرف سمٹ گئی۔ دروازہ کھولنے والا نیچے گھاس پر اوندھا پڑا اُس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔ اُس کے لئے قطعی اجنبی تھا۔ لیکن اُس کی آنکھوں میں اُسے ایسا کوئی تاثر نہ دکھائی دیا جس کی بناء پر وہ مزید خائف ہو جاتی۔ اس کے برخلاف تحفظ کا احساس ہوا تھا۔

"آپ زخمی تو نہیں ہوئیں۔!" اُس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

بانو نے سر کو منفی جنبش دی اور تھوک نگل کر رہ گئی۔

"چپ چاپ اتر آیئے.... اور میرے ساتھ نکل چلئے۔ ابھی خطرہ دور نہیں ہوا۔!"

وہ گھٹنوں کے بل کھسکتی ہوئی آگے بڑھی۔ اجنبی پیچھے سرک گیا تھا۔ پھر دونوں جھاڑیوں میں گھستے چلے گئے۔!

بانو نے کچھ بولنا چاہا تھا لیکن اجنبی نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

جھاڑیوں کے درمیان احتیاط سے چلنا بے حد دشوار معلوم ہو رہا تھا۔ لیکن وہ کسی نہ کسی طرح اُس کے ساتھ چلتی رہی۔

ایک جگہ اجنبی رکا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا تھا۔ پھر طویل سانس لے کر بولا۔ "یہاں ہم کسی قدر محفوظ ہیں۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ خاموشی سے اُس کی دھندلی دھندلی سی شکل تکتی رہی۔ آہستہ آہستہ دھندلکا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔

"کیا آپ مجھ پر اعتماد کر سکیں گی۔!" اجنبی نے سوال کیا۔

"اس نے غیر ارادی طور پر اثبات میں سر ہلا دیا۔ منہ سے کچھ نہ بولی۔

"کچھ دیر یہیں ٹھہریں گے۔ حالات کا اندازہ بھی تو لگانا ہے۔ یہاں اس پتھر پر بیٹھ جایئے....!" اجنبی نے کہا۔

اُس نے خاموشی سے تعمیل کی اور اجنبی کھڑا ہی رہا۔ کئی منٹ گذر گئے۔

"آپ کون ہیں.... اور مجھے کہاں لے جائیں گے....!" وہ بالآخر بولی تھی۔

"کسی محفوظ جگہ پر.... نہ گھر جانا آپ کے لئے مناسب ہوگا اور نہ کسی ایسی جگہ جہاں وہ پہنچ سکیں.... آیئے، اٹھئے راستہ صاف ہے۔!"

وہ پھر چل پڑے.... لیکن اس بار اجنبی بہت زیادہ پُرسکون نظر آرہا تھا۔ جیسے سر پر منڈلانے والا خطرہ ٹل گیا ہو۔

ایک جگہ وہ پھر رکا.... اور یہاں بانو نے ایک موٹر سائیکل کھڑی دیکھی۔

"تت.... تو موٹر.... سائیکل پر آپ ہی تھے....!" وہ ہکلائی۔

"جی ہاں! میں ہی تھا۔!"

"انہیں بھی شبہ ہوا تھا کہ آپ شائد تعاقب کر رہے ہیں۔!"

"مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ہوشیار ہو گئے ہیں۔ اسی لئے جلدی کی گئی تھی.... لیکن وہ پھر بھی ہاتھ نہ آسکے۔!"

"فائرنگ آپ نے کی تھی۔!"

"جی ہاں.... ایک ٹائر پھاڑے بغیر گاڑی ہرگز نہ رکتی! اگر وہ وہاں پہنچ جاتے جہاں آپ کو لے جانا چاہتے تھے تو پھر میں کچھ نہ کر سکتا۔ اس لئے یہیں اس قصے کو ختم کرنے کی کوشش کر ڈالی۔!"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ سب کیا اور کیوں ہوا۔؟"

"میں سوچ رہا ہوں کہ اس وقت یہاں موٹر سائیکل اسٹارٹ کرنا مناسب نہ ہوگا۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ کہتی بھی کیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ اجنبی نے کہا "وہ گاڑی تو آپ کی کمپنی کی تھی۔!"

"جی ہاں.... ڈرائیور بھی جانا بوجھا آدمی تھا۔ قریباً دو سال سے وہ مجھے دفتر پہنچایا کرتا تھا۔ اور واپسی بھی اُس کے ساتھ ہوتی تھی.... میں تصور بھی نہیں کرسکتی۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے نووارد بھائی نے اُسے بہکایا ہو۔!"

"تو وہ دوسرا آدمی ڈرائیور کا بھائی تھا۔!"

"خدا ہی جانے.... اُس نے مجھے یہی بتایا تھا۔!"

"کیا آپ اتوار کی شام کو بھی آفس جاتی ہیں۔!"

"کبھی نہیں.... یہ میرے لئے قطعی خلافِ معمول تھا۔! ڈرائیور نے بتایا کہ ڈاکٹر درانی نے مجھے کسی اشد ضروری کام کے لئے طلب کیا ہے۔! میں اس کا تصور بھی نہیں کرسکتی تھی کہ کوئی دھوکہ ہوگا۔!"

"آپ کی لیب میں دواسازی کے علاوہ بھی اور کیا ہوتا ہے۔!"

"جی....!" وہ چونک کر اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگی۔ پھر جلدی سے بولی "د.... دیکھئے! یہاں سانپ بھی ہو سکتے ہیں۔!"

"اوہ.... ٹھیک ہے.... لیکن ہمیں سڑک تک پیدل ہی چلنا پڑے گا۔ میں موٹر سائیکل اسٹارٹ کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔!"

"چ چ.... چلئے....!"

قریباً ایک گھنٹے بعد وہ سڑک تک پہنچ سکے تھے.... اور یہاں اس وقت یا تو کوئی شریف آدمی انہیں لفٹ دے سکتا تھا یا پھر مضافات کی طرف سے آنے والی کسی بس کا انتظار کرتے رہتے۔

"ایسے حالات میں کسی سے لفٹ لینا بھی مناسب نہیں.... ممکن ہے انہی لوگوں میں سے کسی مرد سے مڈبھیڑ ہو جائے۔!"

"میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آرہا۔ آپ کن لوگوں کی باتیں کر رہے ہیں۔!"

"شائد آپ یہ سمجھتی ہیں کہ اس وقت کی حرکت کا بانی وہ بیچارہ ڈرائیور ہوگا۔!"

"پھر کیا سمجھوں....؟" بانو حیرت سے بولی۔

"وہ اگر ذاتی طور پر اتنا ہی بُرا ہوتا تو دو سال کیوں انتظار کرتا....!"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔!"

"ڈاکٹر درانی۔!"

"ناممکن.... وہ بے حد شریف آدمی ہیں۔!"

"میں نے پوچھا تھا کہ آپ کی لیب میں اور کیا ہوتا ہے۔!"

"اوہ.... ہاں.... کچھ بھی نہیں.... دواسازی اور بعض مخصوص ادویات کے سلسلے میں تجربے کئے جاتے ہیں۔!"

"یہ تجربات کتے کے پلوں پر ہوتے ہیں۔؟" اجنبی نے سوال کیا۔

"جی ہاں....! لیب میں درجنوں پلے موجود ہیں۔!"

"کس قسم کے تجربات کئے جاتے ہیں اُن پر۔!"

"ڈاکٹر درانی کا خیال ہے کہ وہ پیوندکاری کے ذریعے کتوں کی اقسام بدل سکتے ہیں۔! انہیں اس میں کسی حد تک کامیابی بھی ہوئی ہے کئی دیسی پلوں کو ڈیکشنڈ اور آئرڈیل ٹریسیر بنا چکے ہیں۔!"

"حیرت انگیز....! اور یہ سب کچھ بڑی رازداری سے ہوتا رہا۔!"

"جی ہاں.... وہ سرپرائز دینا چاہتے ہیں! جب مکمل طور پر یقین ہو جائے گا کہ تجربہ کامیاب ثابت ہوا ہے تو اس کا اعلان بھی کر دیا جائے گا۔! اس اسٹیج پر ڈاکٹر درانی پبلسٹی نہیں چاہتے۔!"

"دانش مندانہ رویہ ہے۔!"

اتنے میں ایک بس آئی تھی اور اجنبی نے ہاتھ اٹھا کر اُسے رکوایا تھا۔

وہ بس میں بیٹھے تھے اور دوسرے مسافروں نے انہیں پُر اشتباہ نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ سوچ رہے ہوں گے کہ آخر رات کو بیچ جنگل میں یہ دونوں مہذب قسم کے افراد کیا کر رہے تھے۔ اجنبی نے شہر تک کا کرایہ ادا کیا تھا۔ لیکن وہ دونوں شہر میں داخل ہونے سے قبل ہی بس رکوا کر اُتر گئے۔ اور اجنبی نے بانو سے کہا "بس ذرا دور اور پیدل چلنا پڑے گا۔!"

"آپ مجھے میرے گھر ہی کیوں نہیں پہنچا دیتے۔!" بانو بولی۔

"اگر اُسے مناسب سمجھتا تو سب سے پہلے آپ کو پولیس اسٹیشن لے جا کر اُن لوگوں کے

خلاف رپورٹ درج کراتا۔!"

"تو پھر یہی کیجئے۔!"

"کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔! ڈاکٹر درانی لاعلمی ظاہر کرے گا۔ اور پولیس ڈرائیور کو تلاش نہیں کرپائے گی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ میری اندھا دھند فائرنگ کی نذر ہو گئے ہوں۔ وہ دونوں.... یا پھر ڈاکٹر درانی انہیں روپوش ہو جانے پر آمادہ کرلے گا۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ کوئی نکتہ بھی اُس کے ذہن میں صاف نہیں تھا۔

بالآخر وہ ایک چھوٹی سی عمارت میں پہنچے تھے۔ اجنبی نے کیروسین لیمپ روشن کردیا۔

بانو کے دل کی دھڑکنیں پھر تیز ہو گئی تھیں.... ایک بار پھر خوف زدہ نظر آنے لگی تھی۔

اجنبی نے نرم لہجے میں کہا "میں آپ کو خطرے سے نکال لایا ہوں مجھ پر اعتماد کیجئے۔!"

"کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی ہے....!"

"ان دو تین دنوں میں یہاں کئی قتل ہوئے ہیں! مثال کے طور پر خان ضرغام تیمور، شہریار اور داؤد یہ چاروں آپس میں دوست اور شہر کے متمول تاجر تھے۔!"

"جج.... جی ہاں.... میں نے یہ نام سنے ہیں۔!"

"ذاتی طور پر بھی کسی سے واقف تھیں....!"

"جی نہیں۔!"

"لطل فی کو تو جانتی ہی ہوں گی۔!"

"ہاں! کیوں؟ جانتی ہوں۔!"

"وہ آپ ہی کی وجہ سے لیب تک پہنچا تھا۔!"

"جی ہاں! میں لے گئی تھی۔ یونہی تفریحاً۔!"

"وہ بابا سگ پرست کا ملازم ہے۔!"

"جی ہاں مجھے علم ہے۔!"

"بابا سگ پرست کا آپ کی لیب سے کیا تعلق ہے۔!"

"صرف اتنا کہ ڈاکٹر درانی اُن کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ اور یہ تجربہ انہوں نے بابا ہی کے کہنے پر شروع کیا ہے۔!"

"آپ کو بھی بابا سے عقیدت ہے۔!"

"جی ہاں....! بڑی فلسفیانہ باتیں کرتے ہیں۔ میں کبھی کبھی اُن کی خدمت میں حاضری دیتی ہوں۔ وہیں لطل فی سے ملاقات ہوئی تھی۔!"

"بہر حال لطل فی قانون کے محافظوں کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اُسی سے آپ کا پتہ معلوم ہوا تھا۔ ورنہ آج یہ لوگ آپ کو بھی ٹھکانے لگا دیتے۔!"

"میں اب بھی کچھ نہیں سمجھی۔!"

"لطل فی نے لیبؔ کا پتا بتایا تھا۔ لیکن وہاں درجنوں کتے کے پلے نہیں ملے ایک بھی نہیں ملا۔!"

"مجھے اس پر حیرت ہے۔ وہ وہیں رکھے جاتے ہیں۔ کہیں اور نہیں۔ گلی کوچوں سے اٹھوا کر وہیں پہنچائے جاتے ہیں۔!"

"جیسے ہی بابا کو یہ یقین ہوا کہ لطل فی ہمارے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اُس نے کتے کے پلوں کو وہاں سے ہٹوادیا۔!"

"میرے لئے یہ سب کچھ حیرت انگیز ہے۔ آخر پیوند کاری کے ذریعے ان کی قسم بدل دینا جرم کیسے کہلائے گا۔!"

"اسی لئے ہمیں یقین ہے کہ بات محض پیوند کاری کی حد تک نہیں ہے۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"اس کے پردے میں کچھ اور ہو رہا ہے۔ ورنہ اتنی رازداری کی کیا ضرورت تھی۔ اتنے قتل کیوں ہوئے۔ اور سیٹھ جیلانی کا بنگلہ دھماکہ سے کیوں اڑ گیا۔؟"

"یعنی کہ.... وہ بھی....!"

"ہاں یہ سب بابا سگ پرست کے شریک کار تھے۔ پولیس کی نظروں میں آگئے تھے۔ اس لئے ختم کردیئے گئے اور شائد آپ کا بھی یہی حشر ہوتا.... اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اس سلسلے میں کوئی بہت ہی اہم بات جانتی ہیں۔!"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتی کہ بدلی ہوئی اقسام کے کچھ کتے ملک سے باہر بھی بھیجے گئے ہیں۔!"

"اہم ترین بات ہے۔!"

"اس کا علم میرے اور ڈاکٹر درانی کے علاوہ اور کسی کو نہیں ہے۔!"

"یہ ہوئی نا بات۔!" اجنبی سر ہلا کر بولا۔

"لیکن.... اب کیا ہوگا۔!" وہ روہانسی ہو کر بولی "میری بوڑھی ماں.... میرا یتیم ویسیر بھانجہ.... انکی کفالت میرے ذمے ہے۔!"

"وقتی طور پر یہ پریشانی برداشت کر لیجئے! ورنہ دوسری صورت میں وہ دونوں آپ ہی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔!"

"میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ غیر قانونی حرکت ہے۔! رازداری کو صرف احتیاطی اقدام سمجھتی رہی ہوں۔!"

رات کے نو بجے تھے! لٹل فی ڈرائینگ روم میں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ جولیا نے پوری بوتل اُس کے سامنے رکھ دی تھی۔ غزالہ بھی وہیں موجود تھی اور وہ دونوں ہی لٹل فی کی اوٹ پٹانگ باتوں سے محظوظ ہو رہی تھیں.... نشے میں ہونے کے باوجود بھی اُسے احساس تھا کہ غزالہ فرانسیسی نہیں سمجھ سکے گی۔ اس لئے اس کی بکواس انگلش ہی میں جاری تھی۔

"میں میڈیکل سائینس میں انقلاب لاتا لیکن فرانس نے میری قدر نہ کی۔ مجھے سرکس کا مسخرہ بننے پر مجبور کر دیا۔ یہاں کتوں کی تیمارداری حصے میں آئی.... میں ذہنی پہاڑ ہوں.... یہ کوئی نہیں دیکھتا.... ساری دنیا کو فنا کردوں گا.... میرے ذہن میں ایسے تباہ کن منصوبے موجود ہیں جن کا جواب نہیں۔ دنیا ایک دن دیکھ ہی لے گی۔!"

"کوئی ایک منصوبہ ہمیں بھی بتاؤ....!" غزالہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں ہواؤں کو زہر آلود کر سکتا ہوں.... میں پانی کو موت کا ہرکارہ بنا سکتا ہوں میں کیا نہیں کر سکتا.... بس موقعے کا منتظر ہوں.... اور میری قادر اندازی کا کیا کہنا اندھیرے میں آواز پر نشانہ لگا سکتا ہوں۔!"

دفعتاً وہ خاموش ہو کر غزالہ کو غور سے دیکھنے لگا اور وہ گڑ بڑا کر رہ گئی۔

"مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں نے تمہاری آواز کہیں اور بھی سنی ہو۔" وہ اس کی طرف انگلی اٹھا

کر بولا۔

غزالہ اب بھی اسی میک اپ میں تھی جس میں عمران اُسے یہاں لایا تھا۔

"ہو سکتا ہے....!" اُس نے لاپرواہی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"تمہاری آواز میں عجیب سی کیفیت ہے۔! کیوں ماموزئیل۔!" اُس نے جولیا سے سوال کیا۔!

"میں نے محسوس نہیں کیا۔ تم اپنی نشانہ بازی کی بات کر رہے تھے۔" جولیا بولی۔

"اگر کبھی کسی کو قتل کرانا ہو تو میری خدمات ضرور حاصل کرنا۔!"

"تو.... تم قاتل بھی ہو۔!"

"اب تک ستائیس آدمیوں کو موت کی گھاٹ اتار چکا ہوں۔ یہ سب تن و توش والے تھے.... لمبے چوڑے آدمیوں کا دشمن ہوں۔!"

غزالہ جولیا کیطرف دیکھ کر مسکرائی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے اسکی تعلیوں سے محظوظ ہو رہی ہو۔!"

"آخری قتل کب کیا تھا۔!" جولیا نے ہنس کر پوچھا۔

"ایک ہفتہ بھی نہیں گذرا....!"

"تم یہ سب مجھے کیوں بتا رہے ہو۔!"

"اس لئے کہ تم مجھے اپنے ساتھ یہاں سے لے جاؤ گی۔ میں چاہتا ہوں تمہیں یقین دلا دوں کہ میں ناکارہ آدمی نہیں ہوں.... فرانس سے بھاگ تو آیا تھا۔ لیکن فرانس کے علاوہ اور کہیں دل نہیں لگتا۔!"

"یہ تم نے آخری قتل کہاں کیا تھا۔!" غزالہ نے سوال کیا۔

"تمہیں ہرگز نہیں بتاؤں گا کیونکہ تم ایک مقامی خاتون ہو۔!"

"تمہاری مرضی....!" غزالہ نے لاپرواہی سے کہا۔

ٹھیک اسی وقت لٹل فی کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی تھی اور وہ اچھل کر میز پر چڑھ گیا تھا۔ جولیا اور غزالہ دروازے کی طرف مڑیں۔ وہاں ایک قد آور اور جسیم کتا کھڑا نظر آیا۔ بڑی خوفناک شکل والا تھا۔!

"تم لوگ یونہی بے حس و حرکت بیٹھی رہو۔!" لٹل فی کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔ "اس کمبخت نے بالآخر مجھے تلاش کر ہی لیا۔!"

جولیانے بڑی پھرتی سے پستول نکالا تھا۔ لیکن کتے کے عقب سے آواز آئی۔ "پستول فرش پر ڈال دو۔ میں نے تمہیں اسٹین گن سے کور کر رکھا ہے۔!"

جولیا کے ہاتھ سے پستول چھوٹ گیا۔ بولنے والا سامنے آگیا تھا۔ چست قسم کے سیاہ ملبوس میں تھا۔ اور سر پر ایسا خود چڑھا ہوا تھا کہ چہرے کا بیشتر حصہ اُس میں چھپ گیا تھا.... ہاتھوں میں اسٹین گن تھی۔!

"یو.... یو.... یور ہولی نس....!" کہتا ہوا بونا میز پر اوندھا لیٹ گیا۔

"تم دونوں اٹھ کر دیوار کے قریب کھڑی ہو جاؤ۔!" سیاہ پوش نے لٹل فی کی طرف دھیان دیئے بغیر کہا۔

"تم کون ہو.... اور اس طرح بغیر اجازت۔!" جولیا اٹھتی ہوئی غرائی۔

"خاموش رہو.... چلو.... ادھر کھڑی ہو جاؤ۔!" اُس نے اسٹین گن کو جنبش دی تھی وہ دونوں اٹھ کر دیوار کے قریب کھڑی ہو گئیں۔ لٹل فی بدستور میز پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے بے خبر سو رہا ہو۔!

"عمران کہاں ہے....؟" سیاہ پوش نے جولیا سے پوچھا۔

"کون! کہاں ہے....؟" جولیا نے چڑچڑاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"کیا تم جولیانا فٹزواٹر نہیں ہو....؟"

"مادام میوری کہلاتی ہوں۔!"

"اس کے لئے مادام میوری ہی ہو گی۔!" سیاہ پوش نے لٹل فی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"میں نہیں جانتی! تم کیا کہہ رہے ہو۔!"

"کیا میں یہاں اس کی موجودگی کی وجہ معلوم کر سکتا ہوں۔!" سیاہ پوش نے پھر لٹل فی کی طرف اشارہ کیا۔

"اسی سے پوچھ لو.... میں نہیں جانتی۔!"

"اسے زبردستی اغواء کیا گیا تھا۔!"

"لیکن یہاں تو آج صبح ناشتے کی بھیک مانگتا ہوا آیا تھا۔ پھر خوشامد کر کے یہیں ٹک گیا۔" جولیا نے کہا۔

"اگر تم جولیانا فٹزواٹر نہ ہوتیں تو میں تمہاری بات پر یقین کر لیتا۔!"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ اگر یہ تمہارا آدمی ہے تو اسے یہاں سے لے جاؤ۔ ہمیں کیوں ہراساں کر رہے ہو۔!"

"بڑی عجیب بات ہے کہ تم بھکاریوں کے سامنے اسکاچ کی بوتل رکھ دیتی ہو۔!"

"یہ میرا اپنا نجی معاملہ ہے۔!"

"خیر! میں یقین کر لوں گا کہ تم ایسی ہی خدا ترس ہو۔ لیکن تمہیں عمران کا پتا بتانا پڑے گا۔!"

"میں کسی عمران کو نہیں جانتی۔!"

"حالانکہ وہی تمہیں ہماری قید سے نکال لے گیا تھا۔!"

"اوہ.... تو تم ان لوگوں میں سے ہو۔!"

"سمجھنے میں بہت دیر لگائی تم نے.... خیر اعتراف تو کر لیا کہ تم عمران کو جانتی ہو۔!"

"میں اس کے نام سے واقف نہیں! ہاں اُس نے مجھے تم لوگوں کی قید سے رہائی دلائی تھی۔"

"یہ کون ہے؟" اُس نے غزالہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"کوئی بھی ہو.... تم سے مطلب....!"

"تم کون ہو لڑکی۔!"

"تم کون ہو....؟" غزالہ نے جی کڑا کر کے پوچھا۔

"اوہ.... اچھا.... تو اُس نے تم پر میک اپ کا فن آزمایا ہے۔!"

"کیا تم مجھے جانتے ہو۔!"

"شائد....!" اس نے کہا اور پھر جولیا کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "اب تم کسی طرح بھی اس سے انکار نہیں کر سکتیں کہ عمران کو نہیں جانتی ہو۔!"

جولیا کچھ نہ بولی۔ لٹل فی بدستور آنکھیں بند کیے اوندھا پڑا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اسی پوزیشن میں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہو۔!

دفعتاً سیاہ پوش نے اونچی آواز میں کہا "اندر آجاؤ.... اور ان تینوں کو یہاں سے لے جاؤ۔!"

"فضول باتیں نہ کرو...." جولیا سخت لہجے میں بولی "اگر یہ تمہارا آدمی ہے تو اسے لے جاؤ۔ ہم کہیں نہ جائیں گے۔!"

تین آدمی کمرے میں داخل ہوئے تھے! ان کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ وہ جولیا اور غزالہ کی طرف بڑھے ہی تھے کہ لٹل فی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"نہیں یور ہولی نس! اس عورت کو اس کی مرضی کے بغیر یہاں سے نہیں لے جایا جاسکتا۔!"

"خاموش رہ.... ورنہ اٹھا کر پٹخ دوں گا۔" سیاہ پوش غرایا۔

"مر سکتا ہوں.... لیکن یہ نہیں ہونے دوں گا۔!" کہتے ہوئے اُس نے میز سے چھلانگ لگائی تھی اور جولیا کے پستول پر جا پڑا تھا۔! سیاہ پوش کو شائد وہ پستول یاد نہیں رہا تھا۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ سنبھلتا لٹل فی نے پے در پے تین فائر ان تینوں کی ٹانگوں پر جھونک مارے جو عورتوں کی طرف بڑھے تھے.... اور پھر کتا سیاہ پوش کے اشارے پر لٹل فی کی طرف جھپٹا تھا۔ کتے پر فائر کرنے کی مہلت اُسے نہ مل سکی۔ کتے نے اُس کی گردن اپنے بڑے بڑے جبڑوں میں دبوچ کر جھٹکا دیا تھا۔ پستول اُس کے ہاتھ سے نکل گیا اور وہ بُری طرح چیخنے جا رہا تھا گردن پر جبڑوں کی گرفت بہت سخت تھی۔

ادھر وہ تینوں اپنی ٹانگوں پر گولیاں کھانے کے بعد کھڑے رہنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ سیاہ پوش انہیں پر تشویش نظروں سے دیکھتا رہا۔ کیونکہ وہ ایک ایک کر کے فرش پر گرتے جا رہے تھے۔!

کتے نے دیکھتے ہی دیکھتے لٹل فی کا کام تمام کر دیا۔ غزالہ بُری طرح کانپ رہی تھی.... لیکن جولیا اپنے اعصاب سے لڑتی رہی۔ کتا لٹل فی کو چھوڑ کر پھر سیاہ پوش کے قریب آ کھڑا ہوا۔

"کیا اُس نے اُسے مار ڈالا۔" جولیا نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"گردن پکڑ لینے کے بعد زندہ چھوڑنا جانتا ہی نہیں۔" سیاہ پوش نے پُر سکون لہجے میں کہا۔ "اگر تم بھی اپنی خیریت چاہتی ہو تو عمران کا پتا بتادو ورنہ میں رحم نہیں کروں گا۔!"

"ہمارا خون ضائع ہو رہا ہے.... جناب۔!" دفعتاً ایک زخمی کراہا۔

"کیا تم تینوں اپنے پیروں سے چل کر گاڑی تک پہنچ سکو گے۔!" سیاہ پوش نے پوچھا۔!

"میں تو چلنے کے قابل نہیں ہوں جناب۔!" اُس نے جواب دیا۔ صرف وہی ہوش میں تھا۔ اُس کے دونوں ساتھی بیہوش ہو گئے تھے۔!

"اب تم دونوں اسطرف آجاؤ۔!" سیاہ پوش نے اسٹین گن کو جنبش دیکر جولیا اور غزالہ سے کہا۔

"یہ کیا ادھر اُدھر لگا رکھی ہے۔!" جولیا بھنا کر بولی۔

"بہت مضبوط اعصاب کی مالک ہو۔!"

"میں نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہے؟"

"ٹھیک! اب تم نے ڈھنگ کی بات کی ہے۔ اگر تم میرے دوسرے سوال کا صحیح جواب دے سکیں تو میں واپس چلا جاؤں گا۔!"

"جلدی پوچھو....! جو کچھ پوچھنا ہے! میں زیادہ دیر تک کھڑی نہیں رہ سکتی۔!"

"تم لوگ یہاں کس چکر میں آئے ہو؟"

"تم بھول رہے ہو کہ میں خود نہیں آئی تھی۔ لائی گئی تھی۔!"

"چلو... میں نے تسلیم کر لیا۔ تمہارے اور عمران کے علاوہ یہاں اور کتنے آدمی موجود ہیں۔!"

"مجھے اس کا علم نہیں۔ جتنے بھی ہوں گے۔ براہِ راست احکامات حاصل کر رہے ہوں گے۔!"

"کس کے احکامات....!"

"چیف کے....!"

"چیف کون ہے؟"

"اس کا جواب میرے فرشتے بھی نہ دے سکیں گے۔ ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا۔! چیف کی شخصیت سے محکمہ خارجہ کے سیکریٹری کے علاوہ اور کوئی بھی واقف نہیں۔!"

"عمران بھی واقف نہیں ہے۔!"

"میرا خیال ہے کہ وہ بھی نہیں جانتا۔!"

"میری حالت بہت خراب ہو رہی ہے جناب....!" زخمی پھر کراہا۔

"ٹھہرو.... صبر کرو....!" سیاہ پوش بولا۔ چند لمحے خاموش رہ کر جولیا سے کہا۔ "تم دونوں کسی ایسے کمرے میں چلو جس میں صرف ایک ہی دروازہ ہو۔!"

"یہاں ایسا کوئی کمرہ نہیں ہے۔!" جولیا نے سخت لہجے میں کہا۔

"دیکھے بغیر یقین نہیں کر سکتا۔! چلو....!" دروازے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

طوعاً و کرہاً جولیا دروازے کی طرف مڑی تھی اور غزالہ کا بازو پکڑ لیا تھا.... وہ آگے چل رہی تھیں اور سیاہ پوش اُن کے پیچھے تھا۔ پوری عمارت کا چکر لگا کر وہ بالآخر کچن کے سامنے رکا تھا۔!

"صرف یہیں ایک دروازہ ہے۔ اور اسے باہر سے بھی بند کیا جاسکتا ہے۔!" اس نے کہا

"چلو.... اندر چلو....!"

"آخر تم کرنا کیا چاہتے ہو۔!" جولیا بھنا کر بولی۔

"تم دونوں کو بند کر کے عمران کی واپسی کا انتظار کروں گا۔!"

"وہ یہاں نہیں رہتا۔ آتا بھی نہیں فون پر گفتگو ہوتی ہے۔!"

"اچھا تو اس کا فون نمبر بتاؤ۔!"

"فون نمبر اس نے نہیں بتایا۔ خود ہی کال کرتا ہے۔ اگر اُسے کچھ کہنا ہوتا ہے۔!"

"لٹل فی سے تم لوگ کیا معلوم کر سکے ہو۔!"

"اُس سے کیا معلوم کرتے... میں قطعی نہیں جانتی تھی کہ وہ تم لوگوں سے تعلق رکھتا ہے۔!"

"فضول باتیں مت کرو.... اُسے عمران پکڑ لایا تھا۔!"

"تو پھر اُسی سے معلوم کرنا۔ یہاں تو وہ بس آ گیا تھا۔ بھوکا تھا۔ کھانے کو مانگا تھا۔!"

"اچھا چلو اندر چلو....!"

وہ دونوں کچن میں داخل ہوئی تھیں اور سیاہ پوش نے دروازہ بند کر کے باہر سے بولٹ کر دیا۔

✡

عمران نے لٹل فی سے بانو کا پتا معلوم کرنے کے بعد فوراً ہی اُس کی طرف توجہ دی تھی ورنہ وہ بھی شائد ماری ہی جاتی۔

لیکن اُس سے گفتگو کرنے کے بعد بھی یہ بات ابھی تک ذہن میں صاف نہیں ہو سکی تھی کہ صرف بانو ہی کیوں؟ لیب سے تعلق رکھنے والوں میں صرف وہی محرم راز نہ رہی ہو گی.... تجربہ گاہوں کے کام ایک یا دو افراد ہی پر منحصر نہیں ہوتے۔

قریباً دس بجے وہ پھر اُس کمرے میں داخل ہوا جہاں بانو گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی تھی۔!

"پہلے ہی وہیں کیوں نہیں لے گئے تھے.... میرا سر بُری طرح چکرا رہا ہے۔!"

"یہاں رکنا ضروری تھا۔ یہ بھی دیکھنا تھا کہ کسی نے ہمارا تعاقب تو نہیں کیا۔!"

"پتا نہیں کس جنجال میں پھنس گئی ہوں۔!"

"بہت جلد آپ دشواریوں سے نکل جائیں گی۔ اگر میرے کہنے کے مطابق عمل کرتی رہیں.... کیا آپ سائیکل کے ڈنڈے پر بیٹھ سکیں گی۔!"

"ایسی جگہوں سے نہیں گذر سکوں گی جہاں دوسرے ہمیں اس حال میں دیکھ لیں۔!"

"سائیکل کا ڈنڈا اتنی بُری چیز نہیں ہے...."

"میں نے تو ابھی تک نہیں دیکھا کہ کوئی مرد کسی عورت کو سائیکل کے ڈنڈے پر بیٹھا کر چلتا ہو۔!"

"چلنا چاہئے.... کم از کم اس طرح عورت محفوظ تو رہتی ہے.... کئی دن ہوئے میں نے ایک خاتون کو موٹر سائیکل کے کیریئر سے گرتے دیکھا تھا۔ صاحب کچھ بھی نہ کر سکے.... وہ پٹ سے سڑک پر آ رہیں....!"

"پھر بھی عجیب سا لگتا ہے۔!"

"تو پھر قریباً پانچ میل پیدل چلنا پڑے گا۔!"

"بڑی مصیبت ہے....!"

"تو پھر دوسری صورت بھی ہے....!" مصنوعی ڈاڑھی مونچھیں لگا دوں گا بُش شرٹ اور پتلون میں ہیں ہی۔ بال بھی تراشیدہ ہیں کام چل جائے گا۔!"

"کیا اب آپ میرا مضحکہ اڑائیں گے۔!"

"جی نہیں.... یہی مناسب ہے.... اگر بحیثیت بانو پہچانی گئیں تو دونوں مارے جائیں گے.... آپ ابھی خطرناک لوگوں کے درمیان رہی ہیں اور ان کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔!"

"میں کبھی تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔!"

"لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔ آخر صرف آپ ہی کیوں! کیا یہ تجربہ صرف آپ دونوں کی ذات تک محدود تھا۔!"

"میں نے بتایا نہ کہ کتوں کے ایکسپورٹ کے بارے میں صرف میں ہی جانتی ہوں۔ یا ڈاکٹر درانی جانتے ہیں۔!"

"یہ بات بھی معمولی سی ہے.... اگر آپ سارے شہر میں کہتی پھریں کہ کتے ایکسپورٹ کئے جاتے ہیں تو قانون کو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔!"

"یہی تو میں بھی سوچتی ہوں۔ آخر اس میں کونسی ایسی بات ہے جس کے لئے اتنی رازداری برتی جائے۔!"

"اس لئے میری گذارش ہے کہ پھر ذہن پر زور دیجئے۔ تجربات کا کوئی مرحلہ جہاں ڈاکٹر کو اسسٹ کرنے کے لئے صرف آپ ہی رہ جاتی ہوں۔!"

"اوہ....!" وہ یک بیک اُچھل پڑی۔

"دیکھئے.... کچھ یاد آیا نا۔!" عمران مسکرا کر بولا۔

"آپ جیسا پوچھنے والا ہو تو وقت پیدائش تک یاد آجائے گا۔!"

"چلئے.... آپ کا موڈ تو بدلا کسی صورت سے.... ہاں.... کیا یاد آیا تھا۔!"

"آخری مرحلے کے بعد کا مرحلہ جس کیلئے دو افراد درکار ہوتے ہیں.... اور مجھے یقین ہے کہ اُس مرحلے میں ڈاکٹر کے ساتھ صرف میں ہی ہوتی ہوں۔ یہ مرحلہ ہے کتے کو غسل دینے کا۔!"

"اچھا.... کیا اس کے لئے کوئی مخصوص طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔!"

"خدا کی پناہ! کیا اسی میں کوئی نکتہ پوشیدہ ہے....!"

"کہئے.... کہئے.... جلدی کیجئے.... ابھی پانچ میل کی مسافت طے کرنی ہے۔!" عمران نے کہا۔

"جی ہاں.... طریقہ مخصوص ہی ہے۔ تجربے کی تکمیل کے بعد کتے کو پہلا غسل اس طرح دیا جاتا ہے کہ غسل دینے والے گیس ماسک استعمال کرتے ہیں.... کیونکہ پانی پڑتے ہی اُس کے جسم سے نکلنے والے انجرات زہریلے ہوتے ہیں.... میں نے قریب کھڑے ہوئے دوسرے کتوں کو اُن کے اثر سے بیہوش ہوتے دیکھا ہے۔!"

"اب ہوئی ہے بات مکمل....!" عمران ہاتھ پر ہاتھ مار کر بولا۔

"تو یہ بات....!" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولی۔

"آپ کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے جیسے اس پورے تجربے میں صرف یہی بات راز کی ہے کہ کتے کا پہلا غسل تباہ کن ہوتا ہے....!"

"شائد.... شائد یہی بات ہو....!" عمران پُر تفکر لہجے میں بولا۔

"اسی بناء پر وہ مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ کہیں میں یہ بات دوسروں تک نہ پہنچاؤں۔!"

"میری دانست میں اس کے علاوہ اور کوئی نکتہ نہیں ہو سکتا۔!"

"لل لیکن آپ کون ہیں۔!"

"ابھی جب میں آپ کے مصنوعی ڈاڑھی مونچھیں لگاؤں گا تو آپ سمجھ جائیں گی۔!"

"مم.... خفیہ پولیس....!"

"یہی سمجھ لیجئے! آپ بہت ذہین معلوم ہوتی ہیں۔!"

"میں کسی قانونی دشواری میں تو نہیں پڑوں گی۔!"

"باعزت طور پر.... آپ سرکاری گواہ بنیں گی۔!"

"خداوندا.... کس چکر میں پڑ گئی۔!" اُس نے کراہ کر کہا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد آئینے میں اپنی شکل دیکھ دیکھ کر بُری طرح ہنس رہی تھی۔

"واقعی! اب مجھے کوئی بھی نہیں پہچان سکے گا۔!" اُس نے کہا "سائیکل کی بھی پرواہ نہیں.... چلئے....!"

لیکن عمران تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا۔ خاور اور چوہان سے ابھی تک رابطہ نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے بانو کے گھر سے اُس کا تعاقب کیا ہوگا۔ لیکن جنگل میں بھی آس پاس رہ کر ہی نگرانی کی ہوگی۔ اور پھر انہیں وہاں سے بھی اُس کے پیچھے ہی ادھر آنا تھا.... کہیں وہ جنگل ہی میں تو نہیں پھنسے رہ گئے۔ یا پھر ہو سکتا تھا کہ وہاں سے وہ سیدھے وہیں چلے گئے ہوں۔ جہاں جولیا مقیم تھی۔ اگر انہوں نے ادھر کا رخ کیا ہو اور لاعلمی میں سگ پرست کے آدمیوں کو اپنے پیچھے لگا لائے ہوں تو؟

اس خیال کے تحت اُس نے بانو کو وہاں لے جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اس کی بجائے کہیں اور۔ ہوٹل انٹرنیشنل کا کمرہ بھی ابھی اُس کے قبضے ہی میں تھا۔!

پانچ چھ میل کی مار امار سائیکلنگ کے بعد ہوٹل تک پہنچا اور بانو کو کمرے ہی تک محدود رہنے کا مشورہ دے کر جولیا کی طرف روانہ ہو گیا۔ رات کے ساڑھے گیارہ بجے تھے۔ سائیکل اُس نے ہوٹل کے گیراج میں چھوڑی اور وہاں سے ٹیکسی پر جولیا کی اقامت گاہ تک پہنچا!

کمپاؤنڈ کا پھاٹک اندر سے بند نہیں کیا گیا تھا! لیکن برآمدے کی روشنی بجھائی جا چکی تھی۔ البتہ کچھ کھڑکیاں روشن نظر آرہی تھیں۔

وہ برآمدے میں پہنچا اور سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہئے.... پھاٹک کو اندر سے بند کئے بغیر برآمدے کی روشنی بجھا دینا اُس کی ہدایت کے مطابق نہیں تھا۔ تو پھر کیا کوئی گڑبڑ ہوئی ہے.... اُس نے صدر دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ دروازہ کھل گیا جسے اُس نے بہ آہستگی دوبارہ بند کردیا۔ دل کھوپڑی میں دھڑکنے لگا تھا۔ ضرور کوئی بات ہوئی ہے! اگر پھاٹک بند کرنا سہواً رہ گیا تھا۔ تو برآمدے کی بتی بجھ جانے کے بعد صدر دروازے کا مقفل کردیا جانا ضروری تھا۔ جولیا سے ایسی فروگذاشت کا امکان نہیں تھا!

وہ چپ چاپ برآمدے سے اتر آیا۔ اور دیوار سے لگا لگا عمارت کے دائیں بازو کی طرف بڑھنے لگا۔ پھر ذرا ہی سی دیر میں وہ پائپ کے سہارے دیوار پر چڑھ رہا تھا۔ چھت پر پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی!

اس عمارت میں راہداری کی چھتیں نیچی تھیں اور کمروں کی چھتیں اُن سے قریباً ساڑھے تین یا چار فٹ اونچی تھیں اور اسی اونچائی کے درمیان وینٹی لیٹرز لگائے گئے تھے۔ کوئی کمرہ ایئر کنڈیشنڈ نہیں تھا!

وینٹی لیٹر کے ذریعے ایک ایک کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ ایک کمرے کے فرش پر لٹل فی اوندھا پڑا نظر آیا۔ اُس کی قمیض کا کالر خون میں ڈوبا ہوا تھا۔

عمران نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا۔ شکاری کتے والی حس بیدار ہو چکی تھی! بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال کر چیمبرز چیک کئے اور دوسرے ونٹی لیٹر کی طرف بڑھنے لگا!

اس کمرے کا منظر غیر متوقع نہیں تھا! یہاں کئی افراد کے ساتھ ایک بہت بڑا کتا بھی موجود تھا! خاور، چوہان، جولیا اور غزالہ کرسیوں پر بندھے بیٹھے تھے!

پانچ مسلح آدمی اُن کے سروں پر مسلط نظر آئے۔ اُن میں سے ایک سرتاپا سیاہ پوش تھا!

عمران کی تمام تر توجہ کتے کیطرف تھی۔ اُن کے ساتھ یہی ایک کتا تھا! اگر ایک آدھ باہر بھی چھوڑ دیا گیا ہوتا۔ تو عمران چھت تک نہ پہنچ سکتا! عمران نے ریوالور سیدھا کیا! اور ونٹی لیٹر کو کسی قدر اٹھا کر پے درپے دو فائر کتے پر کردیئے.... وہ بہت زور سے گرجا تھا اور فرش پر قلابازیاں کھانے لگا تھا!

"زینوں کی طرف....!" سیاہ پوش دھاڑا۔

عمران نے اُس کی آواز ہی سنی تھی.... یہ نہیں دیکھا تھا کہ اُس کا ردعمل کیا ہوا تھا۔ بڑی پھرتی سے زینوں کی جانب لپکا.... اور قبل اس کے وہ لوگ اوپر پہنچتے۔ زینوں کی بائیں جانب سینے کے بل لیٹ گیا۔ لیکن زینوں پر قدموں کی چاپ نہ سنائی دی! شائد وہ اُسے سنانے کے لئے۔ "زینوں کی طرف" کی ہانک لگائی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ہو سکتا ہے وہ بھی اُسی طرح اوپر پہنچنے کی کوشش کریں جیسے وہ خود پہنچا تھا۔ وہ لیٹے ہی لیٹے سینے کے بل کھسکتا ہوا اُس جگہ تک پہنچا جہاں پائپ کا اختتام ہوا تھا۔ اندازہ غلط نہ نکلا ذرا سی بھی دیر ہوئی ہوتی..... تو دشواری میں پڑجاتا.... کیونکہ اُس جگہ پہنچتے ہی دوسری جانب سے کسی کا سر ابھرا تھا۔ عمران نے پوری قوت سے ریوالور کا دستہ اُس کی کنپٹی پر رسید کردیا!

دوسرے ہی لمحے میں کسی کے بلندی سے گرنے کی آواز آئی تھی۔ پھر اُس نے ایک چیخ بھی سنی! پھر معلوم ہوا جیسے نیچے بھگدڑ پڑ گئی ہو۔ اُس نے سر ابھار کر نیچے دیکھا اور ایک بھاگتے ہوئے سائے پر فائر کردیا۔ دوسری چیخ سناٹے میں گونجی اور پھر سکوت چھا گیا۔ گویا اُس نے دو آدمیوں کو ناکارہ کردیا تھا۔ اب وہ دوبارہ زینوں کی طرف پلٹا۔ یہاں بالکل سناٹا تھا۔ اور زینے تاریک پڑے تھے۔ آس پاس نقل وحرکت کی کوئی علامت محسوس نہ ہوئی۔ بہت احتیاط سے زینے طے کرتا ہوا نیچے اترنے لگا۔

یہ راہداری بھی تاریک پڑی تھی۔ ایک جگہ دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا.... سن گن لئے بغیر آگے بڑھنا خطرناک ہوتا۔ کچھ ہی دیر پہلے اگر ذرا سا بھی چوکا ہوتا تو مارا گیا تھا۔ سیاہ پوش بے حد چالاک آدمی ثابت ہوا تھا۔ عمران نے اُس کی آواز بھی پہچان لی تھی۔ سگ پرست کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا!

کیا وہ تینوں فرار ہو گئے؟ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا! اُس کمرے کے برابر والے کمرے میں پہنچنا چاہتا تھا جہاں اُس کے ساتھی بندھے بیٹھے تھے۔ اوپر ہی سے اندازہ لگالیا تھا کہ برابر والے کمرے میں اندھیرا ہے اور اس کا ایک دروازہ بھی دوسرے کمرے میں کھلتا تھا!

وہ بہ آہستگی اُس تاریک کمرے میں داخل ہوا.... اور سامنے والے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ ایک باریک سی جھری دروازے میں روشن نظر آرہی تھی۔ لیکن اس گھپ اندھیرے کمرے کی فضا پر اس حد تک اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی کہ کوئی اُسے راہداری سے دیکھ لیتا!

دفعتاً کمرے میں روشنی پھیل گئی۔ اور عمران جس پوزیشن میں تھا۔ اُسی میں رہ گیا۔!

"ریوالور زمین پر ڈال دو.....!" عقب سے آواز آئی۔

عمران نے خاموشی سے ریوالور فرش پر ڈال دیا۔ اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے کھڑا رہا۔

"اب ادھر مڑو.....!" کہا گیا اور عمران نے اس بار بھی بے چون و چرا تعمیل کی۔ سیاہ پوش سوئچ بورڈ کے قریب کھڑا نظر آیا اور اُس کے ریوالور کی نال عمران کے سینے کی طرف اٹھی تھی۔

سیاہ پوش نے اونچی آواز میں کہا "اب تم لوگ بھی اندر آجاؤ۔!"

دونوں مسلح آدمی اندر آئے۔ اور ایک نے جھپٹ کر عمران کا ریوالور اٹھالیا۔ اُن میں سے ایک کی آنکھوں میں مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔

"پیارے بھائی...! تمہیں کیا تکلیف ہے۔!" عمران نے اُس سے بڑے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

"سور کے بچے تو نے میرے بھائی کو مار ڈالا۔!" وہ اُس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"خاموش رہو اور پیچھے ہٹ جاؤ۔!" سیاہ پوش نے سخت لہجے میں کہا۔

اور وہ اُسے گھورتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

"یہ دروازہ کھول کر اسے بھی وہیں لے چلو.....!" سیاہ پوش نے دوسرے آدمی سے کہا۔

"لل.... لیکن میں نے کسے مار ڈالا۔ میں تو ابھی آیا ہوں۔!" عمران بولا۔

"چلو....!" وہ ریوالور کو جنبش دے کر دھاڑا۔

پھر عمران کو بھی وہیں لایا گیا تھا۔ جہاں اُس کے ساتھی بحالت تباہ بیٹھے ہوئے تھے۔

"یہ کون ہے۔!" سیاہ پوش نے جولیا سے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی۔!"

"واہ....!" عمران خوش ہو کر بولا۔ "تو یہ لوگ بھی یہیں چوری کرنے آئے تھے اور مجھ سے پہلے ہی دھر لئے گئے۔!"

"بکواس مت کرو....!" سیاہ پوش نے کہا "تم عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتے۔ پلاسٹک میک اپ کی خاصی مہارت بہم پہنچائی ہے۔!"

"ہاں.... میں عمران ہوں۔!" دفعتاً اُس کا لہجہ بدل گیا۔ بالکل ایسا ہی لگا جیسے کوئی خون خوار کتا غرایا ہو۔!

"بہت خوب....! کچھ نقصان ضرور ہوا.... مگر تم ہاتھ آ ہی گئے۔!"

"اور میں نے خوشبو کا معمہ حل کر لیا۔!" عمران نے لاپرواہی سے کہا "تمہارے ایران والے ایجنٹ بہت مضطرب تھے! اور انہوں نے ہانگ کانگ والی تنظیم سے مدد طلب کی تھی۔!"

"تم پتا نہیں کیا بکواس کر رہے ہو۔!" وہ مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا "وہ لڑکی بانو... کچھ بھی نہیں جانتی.... پتا نہیں تم نے اُس کی کس بات سے کیا نتیجہ اخذ کیا ہے۔!"

"تم بھی تو اپنے طور پر نتیجے اخذ کرتے رہے ہو! اور وہ درست ثابت ہوتے رہے ہیں۔ جیسے ہی تمہارے ایران والے ایجنٹ نے تمہیں مطلع کیا کہ ہمارے کسی آدمی کے مشورے پر وہاں کی پولیس نے بیہوش کر دینے والی خوشبو کا ذکر عام نہیں ہونے دیا، تمہارا خیال ہمارے ہی محکمے کی طرف گیا تھا....!"

"اچھا تو پھر....؟"

"پھر کیا.... تم نے اپنی چرس کے ایسے مہکتے محافظ تیار کر لئے ہیں کہ اُن کی طرف کسی کا دھیان بھی نہیں جا سکتا۔!"

"شائد تم نشے میں ہو....!"

"سرحد پر تمہاری جو گاڑی روکی تھی اُس میں ایک کتا بھی تھا۔! جیسے ہی ایرانی سرحد کے محافظوں نے پوچھ گچھ شروع کی۔ تمہارے ایک آدمی نے کتے پر پانی انڈیل دیا تھا۔ کیونکہ اُس کے جسم سے اُس وقت تک خوشبو نہ نکلتی جب تک کہ اُسے بھگو نہ دیا جاتا.... اس قسم کے کچھ کتے تم نے باقاعدہ طور پر ایکسپورٹ بھی کئے ہیں۔ میں ہانگ کانگ والی کھیپ کے بارے میں جانتا ہوں....! بہر حال اُس خوشبو کی بناء پر ایرانی سرحدی محافظ بیہوش ہو گئے تھے۔ اور تمہارے آدمی گاڑی صاف نکال لے گئے تھے۔!"

"کتنی مضحکہ خیز بات ہے۔!" سیاہ پوش ہنس کر بولا "میرے آدمی کیوں نہ بیہوش ہوئے۔ کیا انہوں نے گیس ماسک لگا رکھے تھے.... تم نے اپنے انفارمر سے یہ نہیں معلوم کیا....!"

"اس قسم کی معمولی ٹوٹکے میری جیب میں پڑے رہتے ہیں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم مجھ پر بھی وہی خوشبو آزماؤ گے تو ہرگز اس میں کامیاب نہ ہو سکتے اور میں گیس ماسک بھی استعمال نہ کرتا۔!"

"پھر کیا کرتے۔!"

"اسفنج کی دو گولیاں دونوں نتھنوں میں رکھ لیتا.... کیا اب اُن ادویات کا نام لینا بھی ضروری ہے جن کے محلول میں وہ گولیاں تر کر کے خشک کر لی جاتی ہیں۔ بہت پرانا نسخہ ہے مائی ڈیئر سگ پرست۔ افریقہ کے اُن دلدلی علاقوں میں جہاں دلدل سے گیس خارج ہوتی رہتی ہے۔ زمانہ قدیم سے اس کا استعمال ہوتا آیا ہے۔!"

سیاہ پوش کھکار کر رہ گیا۔ خاور اور صفدر، عمران کو اس طرح گھورے جا رہے تھے جیسے اُس سے کوئی بڑی حماقت سرزد ہو رہی ہے۔

"تم واقعی احمق ہو۔!" سیاہ پوش ہنس کر بولا۔ "اب یہ بھی بتا دو کہ تمہارا چیف کون ہے۔!"

"اور اُس کے بعد ہمارا خاتمہ کر دو۔!" عمران نے کہا اور جولیا سے انگلش میں بولا "کیوں چیف.... آخر آج گردن کٹوا ہی دی نا....!"

"کیا بک رہے ہو....!" وہ بوکھلا کر بولی۔

"یہ چیف ہے....!" سیاہ پوش نے حیرت سے کہا۔

"عورت کے میک اپ میں۔" عمران سر ہلا کر بولا "ورنہ اصل نام ببن خان رامپوری ہے۔"

دفعتاً پولیس کی گاڑیوں کے سائرن سنائی دیئے تھے۔ شائد فائروں کی آوازوں نے بستی کے لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا تھا۔ اور انہوں نے پولیس کو مطلع کر دیا تھا۔!

"اُوہ....!" سیاہ پوش چونک کر اپنے آدمیوں سے بولا۔ "ہولسٹر اتار کر رکھ دو۔ اور باہر پھاٹک پر جاؤ.... اگر وہ ادھر پوچھ گچھ کے لئے آئیں تو کہہ دینا کہ تم بھی فائروں کی آوازوں سے باہر نکل آئے تھے۔ یہ نہ ظاہر ہونے پائے کہ تم یہاں نہیں رہتے۔!"

وہ دونوں چلے گئے۔ عمران نے مسکرا کر جولیا کو آنکھ ماری.... اور اُس نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

اتنے میں سیاہ پوش نے اپنے دوسرے ہولسٹر سے سائیلنسر لگا ہوا پستول نکالا۔ اور ریوالور کو اُسی ہولسٹر میں رکھتا ہوا بولا۔ "اب تم ادھر سے ہٹ کر اُس دروازے کے قریب آجاؤ۔!"

"بہت بہتر جناب عالی.... آج سے تو آپ کا بندۂ بے دام ہوا.... واقعی آپ بہت پہنچے ہوئے ہیں۔ روحانی قوتوں کا یہ عالم ہے میرے چیف کا پتا معلوم کرنے کیلئے اتنے پاپڑ بیل ڈالے۔!"

عمران مسکراتا ہوا بتائی ہوئی جگہ پر پہنچا تھا۔ سیاہ پوش پستول سے اُس کے دل کا نشانہ لیتا ہوا

بولا۔ "اب ایک سے دس تک گنوں گا اگر اس دوران میں تم نے اپنے چیف کا صحیح نام اور پتہ نہ بتایا تو فائر کر دوں گا۔!"

"میرے بیان کی تصدیق کر لینے سے پہلے فائر کرو گے یا بعد میں۔!"

"تم اسے گولی مار دو....!" دفعتاً خاور بولا "نام اور پتا میں بتا دوں گا۔!"

"کیا....؟" سیاہ پوش نے غیر ارادی طور پر سر گھمایا ہی تھا کہ عمران نے اچھل کر اُس کے پستول والے ہاتھ پر ٹھوکر رسید کر دی۔ پستول اچھل کر جولیا کے پیچھے جا گرا۔ پھر عمران کہاں مہلت دینے والا تھا۔ قبل اس کے کہ وہ ہولسٹر سے ریوالور نکالتا اس پر ٹوٹ پڑا۔

"اوہ.... بلٹ پروف پہن رکھے ہیں میرے یار نے....!" وہ ہنس کر بولا تھا۔

لیکن سیاہ پوش نے اُسے اچھال پھینکا.... دروازہ کے قریب جا پڑا تھا اور اس بار اُسے ریوالور نکال لینے کا موقع مل گیا۔ اور پھر شائد وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ آس پاس ہی پولیس والے بھی موجود ہیں۔ فائر جھونکنے شروع کر دیئے۔ غزالہ بُری طرح چیخ رہی تھی.... اور عمران سنگ آرٹ کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ اس وقت اُسے سچ مچ تلوار کی دھار ہی پر چلنا پڑا تھا۔ تھوڑی سی جگہ میں اچھل کود مچائی تھی۔ خدشہ تھا کہ دائرہ عمل وسیع کرنے میں کہیں کوئی گولی اُن پر بھی نہ جا پڑے جو کرسیوں سے بندھے ہوئے بیٹھے تھے۔ اس وقت حقیقتاً اس نے اپنی زندگی داؤ پر لگا دی تھی۔! ریوالور خالی ہو گیا.... اور ساتھ ہی کئی پولیس والے بھی کمرے میں در آئے۔!

"ریوالور زمین پر ڈال دو۔!" پولیس انسپکٹر نے اپنا سروس ریوالور تان کر کہا۔

ویسے بھی اب ریوالور میں کیا رہا تھا.... عمران فرش پر لمبا لمبا لیٹ گیا.... سیاہ پوش پولیس کی گرفت میں آچکا تھا۔!

پھر انسپکٹر شاہد عمران کی طرف متوجہ ہوا... جھک کر شائد دیکھنے لگا تھا کہ زندہ ہے یا مر گیا۔!

"سب خیریت ہے۔!" عمران آہستہ سے بولا۔ "فون دوسرے کمرے میں ہے۔ ایس پی سٹی کو مطلع کر دو کہ محکمہ خارجہ کے جس کیس کے بارے میں اُسے ہدایات ملی ہیں اُس کے لئے سیدھا یہیں چلا آئے۔ یہ سیاہ پوش یہاں کی ایک اہم شخصیت بابا سگ پرست ہے۔!"

"اُوہ....!" وہ سیدھا کھڑا ہو کر سیاہ پوش کو گھورنے لگا۔

"جاؤ.... جلدی کرو....!" عمران اٹھتا ہوا بولا.... سیاہ پوش سر جھکائے خاموش کھڑا

تھا.... عمران اپنے ساتھیوں کو کھولنے لگا۔ غزالہ اب بھی روئے جا رہی تھی۔! انسپکٹر فون کرنے کے لئے بتائے ہوئے کمرے میں چلا گیا تھا۔

"تت.... تم.... زخمی تو نہیں ہوئے....!" جولیا ہکلائی۔

"اس سے زیادہ پہنچا ہوا ہوں!" عمران سگ پرست کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا اور غزالہ سے کہا۔ "وہ مردود جو تمہارے باپ کا قاتل تھا جہنم رسید ہونے جا رہا ہے۔ اب آنسو پونچھ ڈالو....!"

لیکن وہ.... برابر سسکیاں لیتی رہی۔!

تین بج رہے تھے جب بابا سگ پرست کی اقامت گاہ پر چھاپا پڑا.... اُس وقت عمارت میں قریباً ڈیڑھ درجن افراد موجود تھے۔ عمران کو اُس زہریلی عورت کی تلاش تھی جس کا ذکر لٹل فی نے کیا تھا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں سو رہی تھی۔ جگائی گئی.... لیکن جیسے ہی اُسے سچویشن کا علم ہوا.... اس کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ ویران نظر آنے لگیں۔ لیکن وہ ہنس رہی تھی۔ عجیب سی لگ رہی تھی وہ ہنسی اُن ویران آنکھوں کے تلے۔ دفعتاً اُس نے تکیئے کے نیچے سے ریوالور نکال لیا۔ اور اُسے پولیس والوں کی طرف اٹھاتی ہوئی بولی "اپنے ہاتھ اٹھاؤ....! کیونکہ تم لوگوں کی وجہ سے مجھے آسمان سے زمین پر آنا پڑا ہے۔"

اُن کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ ان میں عمران بھی شامل تھا۔

پھر اچانک اُس نے ریوالور کی نال اپنی کنپٹی پر رکھ کر ٹریگر دبا دیا۔ آن واحد میں بستر پر ڈھیر ہو گئی تھی۔

اور یہ اتنی سرعت سے ہوا تھا کہ کوئی کچھ بھی نہ کر سکا۔!

ختم شد